یارِ غار

از قلم عشاء افضل

NOVEL HUT

All rights are reserved by the author , you can't copy or

steal any of the scenes written in this novel .

If you do so, serious action will be taken .

JazakAllah

NOVEL HUT

بسم اللہ الرحمن الرحیم

When you find_

No moons or stars-

To brighten the night

Close your eyes_

Open your heart-

And light up the entire universe

Rafy Rohan

NOVEL HUT

"آپی وہ دیکھو آسمان پہ وہ والا ستارہ سب سے زیادہ روشن ہے"

اس بات پر مریم نے آسمان پر غور کیا تو اس کو آسمان کو دیوانوں کی طرح تکتے پایا۔

"تم سب سے منفرد ہو مہرو ، لوگ آسمان پر چاند کو دیکھتے ہیں اور تمہیں ستاروں سے ہی فرصت نہیں ملتی اور یہ جو تم ہر وقت چائے پیتی رہتی ہو نا ملک پاکستان کی آدھی چائے کی پتی تم نے ختم کر دینی ہے۔"

اس بات پر مہرماہ نے آسمان سے نظریں ہٹا کر مریم کو دیکھا اور ساتھ ہی اس کا قہقہہ اس چھت پر سنائی دیا اس کی آنکھوں کی چمک اس کی سچی اور شفاف ہنسی کی آئینہ دار تھی ،ہنسنے کے باعث اس کی آنکھیں چھوٹی ہو جاتی تھی، ، اس کو یوں ہنستے دیکھ مریم نے بے اختیار ہی مہرماہ پر نظر بد سے محفوظ رکھنے کی دعا پڑھ کر پھونکی ۔

"کیا یار آپی اب اتنی بھی چائے نہیں پیتی ہوں میں بس چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ کپ ہی تو پیتی ہوں۔"

اور یہ کہتے ہوئے مہرماہ نے چہرے پہ اتنی معصومیت سجا لی کہ مریم نےپیار سے اس کے چہرے پہ آئی سلکی سیاہ بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا۔

"چلو نیچے جلدی اس سے پہلے کہ ماما چھت پہ آکر تمہاری چائے کا حساب کریں۔"

اور اس بات پر دونوں جان سےپیاری بہنیں مسکراتے ہوئے نیچے آگئیں۔

اسی وقت اسلام آباد کے ایک پوش علاقے میں جایا جائے جہاں قطار در قطار وسیع و عالیشان بنگلے اس علاقے کے لوگوں کے ذوق کی ترجمانی کرتے پائے جاتے ہیں، ، انھی میں سے ایک گرے رنگ کا بنگلا اپنی خوبصورتی میں آپ ایک مثال پوری شان سے براجمان دکھائی دیگا، داخلی گیٹ پار کیا جائے تو ایک خوبصورت اور خوشنما لان دیکھائی دے گا جس میں دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر میں وہاں کے مکینوں کی سفید رنگ کے پھولوں سے انسیت نظر آئے گی مگر کون جانے کہ یہ سفید رنگ کس کی پسند ہے ۔۔۔

اندر داخل ہوا جائے تو گرے ہی رنگ کی ٹائلوں والا ایک وسیع اور پر کشش لاونج جس میں مختلف ممالک سے منگوائے گئے شوپیس دیکھنے والے کی آنکھ کو خیرہ کرتے ،،وہی کچن میں صوفیا بیگم اپنے لاڈلے کے گھر آنے سے پہلے اس کا پسندیدہ چکن منچورئین بنانے میں مصروف دکھائی دے رہی ہیں جب حیدر عظیم صاحب اپنے کمرے سے باہر نکل کر کچن کی جانب آئے۔

"واہ بھئی آج صوفیا بیگم کچن میں، لگتا لاڈلے سے کوئی بات منوانی ہے۔"

اس بات پہ صوفیا بیگم نے مڑ کر اپنے شوہر کو دیکھا اور آئی برو اچکائی ۔

"تو حیدر صاحب آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کی پسندیدہ ڈش صرف اس سے بات منوانے کے لیے ہی بناتی ہوں۔"

اس پر حیدر صاحب مسکرا اٹھے۔

"تو بیگم آپ مان رہی ہیں کہ آپ اپنے لاڈلے کو اس کی پسندیدہ ڈش سے اپنا گرویدہ بنا لیتی ہیں۔"

اتنی دیر میں لاونج میں ان کا لاڈلا بیٹا داخل ہوا۔

"چلئیے بیگم صاحبہ آپ کا لاڈلا آگیا ہے۔"

یہ سننے کی دیر تھی صوفیا بیگم ،چکن منچورئین کک کے حوالے کر کے کچن سے باہر آگئی۔

"آگیا میرا اورہان"

اس پر اورہان کی نظر اپنی پیاری ماما پہ گئی جو اتنی عمر میں بھی بے حد حسین اور پاکیزہ دکھ رہی تھیں، صوفیا بیگم کا تعلق خیبر پختون خواہ سے تھا ان کے چہرے کی

NOVEL HUT

سفید رنگت اور سرخی ان کے پٹھان ہونے کا ثبوت تھی ، اوپر سے غضب ان کی ہیزل آنکھیں، ، اور خوبصورتی میں اورہان حیدر عظیم ہو بہو اپنی ماں جیسا تھا۔۔۔

اٹھی مغرور ناک ، کشادہ پیشانی، سرخ و سفید رنگت کا مالک، تیکھے نین نقوش، لمبا قد، اپنی ماں جیسی ہیزل آنکھیں جو ذہانت سے چمکتی اور بھورے گھنگھریالے بال جو زیادہ تر ماتھے پہ ہی گرے ہوئے ملتے تھے۔۔۔

جی میری پیاری ماما، آپ تو ایسے ایکسائیٹڈ ہو رہی ہیں جیسے میں سالوں بعد آیا"

"ہوں

۔"پورے ایک ہفتے بعد آرہے ہو، پورا ہفتہ تمہیں بہت مس کیا، اورہاں اب انس کیسا ہے؟"۔

NOVEL HUT

انس کے ذکر پر وہاں موجود سب لوگوں نے کرب اور غم سے آنکھیں بند کر لیں۔

ماحول کو ٹینشن فری کرنے کے لیے حیدر صاحب نے فورا گلا کھنکارا اور مسکرا کے آگے بڑھے۔

"بھئی اب مجھے بھی اپنے بیٹے سے مل لینے دو۔برخوردار نے جب سے بزنس سنبھالا ہے تب سے گھر پہ کم ہی نظر آتا ہے"

اس پر فورا اورہان آگے بڑھ کر اپنے بابا کے گلے ملا۔حیدر صاحب نے زور سے گلے لگایا تو اورہان بول پڑا۔

"بابا مجھے معلوم ہے کہ آپ اب بھی ینگ مین ہیں، مجھ بیچارے پہ رحم کریں"

اس پر سب ہنس پڑے۔

آو بیٹا کھانا کھاو تمہاری ماما نے تمہارے لئے چکن منچورئین بنایا ہے"۔"

"اچھا بابا وہ سب تو ٹھیک ہے پر میری گڑیا نظر نہیں آرہی۔"

"ارے برخوردار وہ یونیورسٹی سے آج لیٹ آئی تھی۔تو نماز پڑھ کر سو گئی۔اسے تمہارے آنے کا بھی علم نہیں تھا ورنہ ابھی تمہارے سر پر منڈلا رہی ہوتی۔"

اورسب مسکراتے ہوئے ڈائیننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔

اگلی صبح اسلام آباد جیسے مصروف ترین اور خوبصورت، روشنیوں سے منور پاکستان کے دارالحکومت پر اجلی اجلی داخل ہوئی جہاں موذن اپنی دلکش آواز میں لوگوں کو فلاح کی طرف بلا رہا تھا ایسے میں سفید رنگ سے سجا ایک پر کشش اور دیکھنے والوں کی آنکھ کو خیرہ کر دینے والا سرفراز ولا اپنی پوری شان و شوکت سے کھڑا نظر آئے گا، داخلی دروازہ اس ولا کے متضاد گہرے سیاہ رنگ کا بنا جس میں داخل ہونے پر ایک خوبصورت لان اور اس کے عین وسط میں ہلکے نیلے رنگ کا سوئمنگ پول، چند قدم عبور کرنے پر لاؤنج میں دروازہ کھلتا اور اندر پورا لاؤنج قیمتی صوفوں، سفید پردے جو شیشے کی کھڑکیوں کو ڈھانپنے نظر آئیں گے ، سیڑھیوں سے اوپر جایا جائے تو دائیں جانب ایک کمرے کا دروازہ کھولا جائے تو پورا کمرہ ہلکی روشنی میں رنگا نظر آئے گا جہاں مہرماہ وضو کرنے کے بعد اب سیاہ چادر اپنے چہرے کر گرد اوڑھ رہی ہے،، اس کے بعد جائے نماز بچھا کر فجر کی نماز پڑھنا شروع کر دی،، نماز پڑھ کر فارغ ہو جانے کے بعد اب مصحف کو ہاتھوں میں تھامے وہیں جائے نماز پر بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی۔

تلاوت قرآن پاک کرنے کے بعد اپنی عادت کے تحت لان میں چلی آئی اور پودوں اور پھولوں کو چھو کر محسوس کرنے لگی، اتنی دیر میں سرفراز صاحب مسجد

سے نماز پڑھ کر اندر آئے تو اپنی بیٹی کو حسب عادت لان میں ٹہلتے پایا تو مسکرا کر اس کے پاس آ گئے ۔

"اسلام علیکم بابا جان"

وعلیکم السلام میری پیاری بیٹی ،آپ کو اس وقت لان میں آنا اتنا پسند کیوں"
"ہے؟

وہ اس لیے بابا جان کیونکہ فجر کے وقت ماحول بہت پر نور اور گناہوں سے پاک" محسوس ہوتا ہے، اور لان میں آکر جب میں ان پودوں کو دیکھتی ہوں تو ان سے مجھے جنت یاد آجاتی ہے ،بابا جنت بھی تو ایک باغ ہے نا وہ جس کے نیچے نہریں بہتی ہونگی جیسا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اُس کیلیے دو باغ ہیں۔

(سورہ۔ الرحمن۔46)

جنت کے اصل معنی باغ کے ہیں۔ قرآن مجید میں کہیں تو اس پورے عالم کو جس میں نیک لوگ رکھے جائیں گے جنت کہا گیا ہے، گویا کہ وہ پورا کا پورا ایک

باغ ہے اور کہیں فرمایا گیا ہے کہ ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

بابا جب روز صبح میں ان پودوں کو دیکھتی ہوں تو میں کوشش کرنے کا ارادہ کرتی ہوں تاکہ میں بھی اس جنت میں جا سکوں جسے اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کے لئے "بنایا ہے

ان شاء اللہ میری پیاری بیٹی، چلو اب اندر اور بتاو یونیورسٹی کیسی جا رہی" "ہے؟ اسٹوڈنٹس زیادہ تنگ تو نہیں کرتے؟

یہ کہتے ہوئے ان کے چہرے پہ فکرمندی کے آثار تھے۔

نہیں بابا جان، بلکہ میں پڑھا کے پر سکون ہو جاتی ہوں، گھر رہ کر تو ایسا محسوس" "ہوتا ہے کہ میں بہت ہی ناکارہ ہوں۔

اور یہ بات کچن میں داخل ہوتی ماریہ بیگم نے سن لی۔

ہاں نہ گھر میں رہ کر ناکارہ تو محسوس ہونا ہی ہے جب محترمہ نے کچن میں قدم ہی" نہیں دھرنا، لاکھ مال و دولت سہی مگر کچن کا کام میں نے کبھی ملازموں کے ہاتھ

نہیں دیا، تمہیں بھی کہتی ہوں کھانا پکانا سیکھ لو، پر مجال ہے جو یہ لڑکی قانون کی کتابوں سے باہر نکل آئے"

"کیا ہے نہ امی، میں جب بھی روٹی بنانے کی کوشش کرتی ہوں تو نہ جانے کون کون سے ملک کے نقشے بن جاتے ہیں، اور کبھی کچی رہ جاتی ہے تو کبھی جل ہی جاتی ہے

اور آپ تو جانتی ہیں نہ کہ رزق کی بے حرمتی مجھ معصوم دل رکھنے والی سے دیکھی نہیں جاتی، بس اسی لیے میں ان سب کاموں سے دور رہتی ہوں "

آخر میں لب دانتوں تلے دبا کر مسکراہٹ روکی کیونکہ جانتی تھی کہ مقابل سے اب کیا سننے کو ملے گا۔

"میں نہ کہتی تھی اور پڑھائیں اسے قانون کی کتابیں، ہر چیز میں دلائل ڈھونڈ لیتی ہے"

"ہاں تو اچھی بات ہے نہ بیگم صاحبہ آپ کی مہرو لوگوں کی باتیں سن کر خاموش رہ کر ٹینشن لینے کی بجائے لوگوں کو جواب دیا کرے گی "

"اچھا اچھا اب آپ بیٹھیں میں جوس بنا کر لاتی ہوں، اور مہرو ہلنا نہیں یہاں سے روز بھاگ جاتی ہو کمرے میں تاکہ جوس نہ پینا پڑے ابھی میں چائے کا کہوں گی تو محترمہ ادھر ہی سکون سے بیٹھی نظر آئے گی"

"آپ نے کہہ دیا ماما اب میں ادھر ہی ہوں"

اور اس بات پہ ماریہ بیگم اپنی اولاد کی معصومیت پہ صدقے واری جاتی کچن میں چلی گئیں۔

ایسی ہی خوشگوار صبح میں وہ ہیزل آنکھوں والا ٹریک سوٹ پہنے اسلام آباد کی ہائی سوسائٹی کی سڑکوں پہ جوگنگ کرتا نظر آئے گا، اور جانے کتنے ہی لوگوں نے مڑ مڑ کر اس بادشاہوں کی سی شان والے کو دیکھا، اس کا حسن لڑکیاں تو لڑکیاں ،مردوں کو بھی اس کی جانب دیکھنے پر مجبور کر دیتا تھا۔مگر اس بادشاہ کو اس سب کی پرواہ نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے بچپن سے لوگوں کی ایسی پر شوق نگاہوں کا عادی

تھا۔ جوگنگ کرتے ہوئے بھی مسلسل اس کی آنکھوں کے سامنے انس کا مرجھایا ہوا روپ تھا جو کسی صورت بھی اسے چین میں نہیں آنے دے رہا تھا۔

اذیت ہی اذیت تھی جو اپنے دوست کی اس حالت پر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی، مگر وہ اپنے چہرے پہ بمشکل ہنسی لاتا گھر میں داخل ہوا کیونکہ اس کی تکلیف سے اس کے گھر والے متاثر ہوتے تھے اور وہ ان کو دکھ نہیں دے سکتا۔

حسب معمول ایک ملازم ہاتھ میں جوس کا گلاس لیے کھڑا تھا کیونکہ گھر میں سب لوگ ہی اس بات سے واقف تھے کہ اورہان حیدر کو صبح پانی سے بھی پہلے جوس چاہیے ہوتا ہے۔

جوس پی کر وہ ملازم کو ناشتہ بنانے کا کہہ کے اپنے روم میں آیا تاکہ فریش ہونے کے بعد ناشتہ کیا جا سکے۔

اورہان کے کمرے کی ہر چیز سفید اور بھورے رنگ کی تھی ، سفید بیڈ، بھورے صوفے، سفید پینٹ، ڈریسنگ ٹیبل جس پہ بے شمار پرفیومز اس کی ان سے محبت

NOVEL HUT

کو بیان کر رہے تھے ،وہی سائیڈ پہ بنی وارڈراب کو کھول کر اس میں سے اپنے مخصوص حلیے والا سوٹ نکالا اور فریش ہونے چلا گیا۔

جب وہ ڈائیننگ ٹیبل پر آیا تو اتنی دیر میں سب وہاں موجود تھے ،اس نے سب کو سلام کیا اور اتنی ہی دیر میں اس کی گڑیا ناشتہ چھوڑ کر بھائی کے گلے آ کر لگ گئی۔

دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ اگر اس کو معلوم ہوتا کہ تم واپس آ گئے ہو تو تمہارے سر پر" "منڈلا رہی ہوتی ۔

بھائی دیکھیں نہ بابا مجھے مکھی کہہ رہے ہیں کیونکہ وہی لوگوں کے ارد گرد منڈلاتی" "ہے

"نہیں فری بیٹا میں آپ کو مکھی نہیں بلکہ مچھر کہہ رہا ہوں۔"

اس بات پہ سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔نہایت مشکل سے اورہان نے اپنی ہنسی روکی۔

"بھائی آپ بھی"

فاریہ روہانسی ہو چکی تھی۔

گڑیا اگر آپ کھانا ٹھیک سے نہیں کھاو گے تو کمزور ہی دکھو گے نہ ،آج تو بابا نے"
مجھے کہا ہے کل باہر بھی لوگ کہیں گے۔ لڑکیوں کو تو مضبوط ہونا چاہیے اور
"مضبوط بننے کے لیے صحت افزا کھانا کھانا پڑے گا۔

"ٹھیک ہے بھائی میں اب صحت افزا کھانا کھاوں گی۔"

حیدر صاحب اور صوفیا بیگم اپنے بیٹے کی نرم مزاجی اور قابلیت دیکھ کے رہ گئے
جو جانتے تھے کہ ان کی بیٹی کو کیسے ہینڈل کرنا ہے یہ اور ہان سے بہتر کوئی نہیں
جانتا۔ سب نے ناشتہ کرنا شروع کر دیا اور اب فاریہ دودھ کا گلاس پیتی نظر آ
رہی تھی۔

"بابا آپ کو معلوم ہے آج میرے من پسند سبجیکٹ کی پہلی کلاس ہے"

ہاں اور مجھے پتا ہے میری گڑیا کو مجرم پکڑنے کا شوق ہے ،تو سبجیکٹ بھی"
"کریمینولوجی ہی ہو گا۔

"بھائی آپ کیسے کر لیتے ہیں یہ سب؟"

اس بات پر تو وہاں پر موجود سب لوگ ہی اس کا جواب سننے کے منتظر تھے۔

بیٹا اس کو اللہ پاک کی طرف سے مجھ پر کرم سمجھ لو کے اپنے سے جڑے"
"لوگوں کے بارے میں بخوبی جانتا ہوں میں، ان کی پسند، ناپسند وغیرہ۔

"واہ بھائی آپ تو کمال ہیں۔"

" اچھا چلو ناشتہ کرو، آج میں تمہیں یونیورسٹی چھوڑ آوں گا"

اور سب لوگ ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

وہیں سرفراز ولا کے ڈائننگ ٹیبل پر آیا جائے تو سرفراز صاحب کی پوری فیملی ناشتہ کرتی دکھائی دے گی۔

ارے ہینڈسم آج ناشتہ اتنی تیز کیوں کر رہے ہو؟ غالبا ابھی کالج شروع ہونے"
"میں کافی وقت رہتا ہے۔

مہرماہ نے زاویار کو جلدی جلدی ناشتہ کرتے دیکھا تو بولے بنا نہ رہ پائی۔

" کیا مہرو آپا ہینڈسم تو نہ بولا کریں، مجھے شرم آتی ہے"

زاویار، ہینڈسم کہلوائے جانے پہ شرما گیا تھا۔

لو بھلا میرا زاوی ہینڈسم ہے تو ہی کہہ رہی ہوں ، ورنہ تمہیں معلوم ہے مہرماہ"
" جھوٹ نہیں بولتی۔

اس بات مریم نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

ویسے زاوی لوگ تو خود کو ہینڈسم کہلوانے کے لیے بڑے جتن کرتے ہیں، اور"
" ایک تم ہو جس کو ہینڈسم کہہ دو تو شرما جاتا ہے۔

زاویار سرفراز ایف۔ ایس۔ سی کا سٹوڈنٹ ہونے کے باوجود اپنے لمبے قد کاٹھ کی وجہ سے عمر میں بڑا لگتا تھا۔ اور خوبصورتی تو سرفراز صاحب کے خاندان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مگر یہ ان کی نیک تربیت اور دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ ان کی کسی بھی اولاد میں غرور، بدمزاجی اور کسی برے کام کی عادت شامل نہیں تھی۔

" مہرو بیٹا"

سرفراز صاحب نے مہرماہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"جی بابا"

"حیدر بتا رہا تھا کہ اس کی بیٹی نے بھی تمہاری یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے۔"

گو کہ انہوں نے استفسار کیا۔

"معلوم نہیں بابا ، یونیورسٹی میں بہت سے سٹوڈنٹس ہوتے ہیں بمشکل ہی کسی کا سامنا ہوتا ہے ، میں نے تو اس کو ابھی تک نہیں دیکھا۔"

"ہاں حیدر بتا رہا تھا ابھی دو دن ہی ہوئے ہیں اس کو جاتے ہوئے۔"

"جی بہتر بابا"

گو کہ سب نے خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا اور اپنی اپنی منزل کی جانب گامزن ہو گئے۔

یہ منظر ہے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کا جس کے باہر تارکول کی سڑک پر اورہان حیدر کی وائٹ اوڈی ایک جھٹکے سے آکر رکی۔

"اچھا گڑیا میں اب انس سے ملنے جا رہا ہوں ، جب فارغ ہو جاو تو کال کر دینا میں لینے آجاؤں گا۔"

بھائی کی بات سنتے ہوئے ایک مخصوص نام پر اک پل کے لیے فاریہ کی سانس تھم گئی تھی ۔

"ٹھیک ہے گڑیا؟"

" جی بھائی"

اب دل لگا کر پڑھنا ،پھر اچھی سی وکیل بھی تو بننا ہے آپ نے ، اور آپ کی" "جاب تو میری کمپنی میں کنفرم ہے۔

"آپ کے ساتھ کام کرنے کا تو بے حد شوق ہے مجھے بھائی ۔"

"اچھا خدا حافظ گڑیا، اب تمہیں دیر ہو رہی ہو گی۔"

" اللہ حافظ بھائی"

NOVEL HUT

فاریہ گاڑی سے اتر کر اپنی کالی چادر سنبھالتے ہوئے کندھے پر بیگ ڈالے یونیورسٹی کی جانب بڑھ گئی۔اور اورہان نے اپنے جگری دوست سے ملنے کی غرض سے گاڑی کا رخ اس کے گھر کی جانب موڑ لیا۔

فاریہ یونیورسٹی میں اندر بڑھ گئی جہاں سٹوڈنٹس اور ٹیچرز کا ریلا بہہ رہا تھا۔کوئی دوستوں کا گروپ ایک ساتھ بیٹھ کر پڑھائی کرتا نظر آتا تو کوئی دوستوں کے ساتھ گپیں ہانکنے میں مصروف دکھائی دیتا، وہیں افراتفری میں اپنے ڈیپارٹمنٹ اور کلاس رومز میں جاتے اساتذہ اور طالب علم میں وہ بھی اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ڈیپارٹمنٹ پہنچے کے بعد اب اپنی کلاس کا رخ کیا تاکہ ٹیچر کے آنے سے پہلے داخل ہو جائے۔

اندر جا کر دوسری رو کی پہلی کرسی جو کہ خالی تھی، اس پر جا کر بیٹھ گئی۔اور ساتھ بیٹھی اپنی کلاس فیلوز کو سلام کیا ،جن میں سے کچھ نے تو جواب دے دیا اور کچھ نے اپنے غرور میں جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

وہ جانتی تھی کہ ہر انسان کو آپ پسند آئیں یہ ضروری نہیں ہوتا اس لئے ہر ایک سے امیدیں وابستہ نہیں کی جاتی۔

اس لیے اب ایکسائیٹڈ ہو کر کریمینولوجی کی پہلی کلاس لینے اور ٹیچر کے بارے میں سوچنے لگی۔

اسی اثنا میں کوئی جانی پہچانی آواز کان کے پردوں سے ٹکرائی تو وہ جو آنکھیں بند کیے سوچنے میں مشغول تھی ،چونک کر آنکھیں کھولی اور آنے والے کو دیکھا اور ادھر لگا اس کو حیرت کا جھٹکا۔

وہیں وائٹ اوڈی ، اسلام آباد کے ایک مڈل کلاس طبقے کے ایک خوبصورت مگر چھوٹے گھر کے سامنے رکی۔ وہ اپنے مخصوص حلیے میں بلو جینز کے ساتھ وائٹ ڈریس شرٹ اور بلو ہی بلیزر زیب تن کیے جس کے بازو کہنیوں تک فولڈ کیے ہوئے تھے ساتھ میں سفید جوگرز پہنے، گھنگھریالے بال ماتھے پہ گرائے ،بائیں ہاتھ میں قیمتی گھڑی پہنے اپنی وائٹ اوڈی سے باہر نکلا اور شاہانہ چال چلتا ہوا اندر داخل ہوا تو سعد بھاگتا ہوا گیٹ کی طرف آیا۔

"اسلام علیکم اوریان بھائی"

"وعلیکم السلام چیمپ، تمہارا سکول کیسا جا رہا ہے؟"

بھائی اگلے ماہ میرے امتحانات ہیں اور مجھے کیمسٹری مشکل لگتی ہے اور اس" "میں اچھے نمبر لیے بغیر میرا اچھا رزلٹ نہیں آئے گا۔

ساتھ ساتھ وہ اندر ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔

سعد کیمسٹری میں کیا چیز مشکل لگتی ہے؟“

"بھائی مجھے ایکویشنز یاد نہیں ہوتی اور نمیریکلز تو ہمیشہ غلط ہو جاتے ہیں۔"

سعد اس وقت ٹینشن میں دکھائی دے رہا تھا۔کیونکہ اگلے مہینے اس کے امتحانات ہونے تھے اور اس کی تیاری میں کیمسٹری کی رکاوٹ موجود تھی۔

"بیٹا کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا یہ صرف ہماری ذہنی اختراع ہے کہ ہم سے یہ نہیں ہو پائے گا۔ میرے پاس تمہاری ٹینشن کا بھی حل ہے۔چونکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ تمہارے ویک پوائنٹس ہیں تو تمہیں ان پہ کام کرنا ہو گا ۔ اپنی کمزوری کو طاقت میں بدلنے کے لیے آپ کو محنت کرنا ہوتی ہے۔ اگر یہی سوچو گے کہ یہ کام نہیں کر سکتے تو حقیقت میں نہیں کر سکو گے۔ اس لیے اب تمہیں پریکٹس کرنا ہو گی اور کبھی بھی نمبروں کے لیے مت پڑھنا ، نمبر آپ کو ظاہری طور پر کامیابی دلا سکتے ہیں مگر تعلیم جو کہ شعور کا ذریعہ ہے اگر وہ صرف چند اعداد بن کر رہ جائیں تو یہ نہ تو آپ کے لیے درست ہو گا نہ ہی ملک کے لئے۔ سمجھ آئی؟"

اور سعد تو اس نصیحت کو پلے باندھ چکا تھا۔

"جی بھائی، میں آپ کی تمام باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ویری گڈ، اب بتاؤ آنٹی اور انس کہاں ہیں ؟"

بھائی امی تو ماسی بختو(ہمسایہ) کی تیمارداری کرنے گئی ہیں اور انس بھائی، وہ تو" "اپنے کمرے میں ہیں، میں بلا کر لاتا ہوں۔

"نہیں رہنے دو ،میں خود جاتا ہوں اس کے پاس۔"

یہ کہتے ہی وہ انس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جو براون کلر کے سادہ مگر نفیس فرنیچر والا ایک درمیانے سائز کا کمرہ تھا۔ ماربل کا فرش ،اور کھڑکی جو باہر گلی کی جانب کھلتی تھی اس پہ پردے گرے ہوئے تھے جو ماحول کو خوابناک بنا رہے تھے۔

اندر داخل ہوا تو توقع کے عین مطابق اس کو گہری نیند میں پایا۔بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی نیند کی گولیاں اس کی گہری نیند کی عکاسی کر رہی تھیں۔

وہ بھی خاموشی سے سامنے صوفہ پہ جا کر براجمان ہو گیا اور اپنے جان سے پیارے دوست کی اس حالت پہ خود کو بے بس محسوس کرنے لگا۔

اس پل فاریہ کے خوبصورت چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی رقص کرتی نظر آئی۔

کیونکہ سامنے کوئی اور نہیں اس کی انسپیریشن، اس کی رول ماڈل مہرماہ سرفراز خوبصورت وائٹ اور بلو پرنٹڈ برقع پہنے جو کہ اس کو صحیح معنوں میں ڈھانپ رہا تھا اس کے اوپر بلو ہی حجاب اپنے سورج جیسے روشن اور چاند جیسے خوبصورت چہرے کے گرد اوڑھے، دائیں ہاتھ میں بک تھامے اور بائیں کندھے پر ہینڈ بیگ ڈالے اندر داخل ہو کر سلام کرنے کے بعد اب اپنا تعارف کروا رہی تھیں۔

اور فاریہ کی تو خوشی دیدنی تھی کہ اسکا پسندیدہ سبجیکٹ اس کی پسندیدہ لیڈی پڑھائیں گی۔

اپنے گھر میں ہر وقت ہنسنے مسکرانے والی مہرماہ یونیورسٹی میں ایک سنجیدہ مزاج استاد جانی جاتی تھی۔ جو خوش گپیوں میں اپنا اور اپنے اسٹوڈنٹس کا وقت برباد نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن کلاس میں ہر طرح کے سوال کی اجازت ہوتی تھی۔ چاہے وہ اسلامک ہو یا معاشرے کا کوئی بھی پہلو، سیاسی ہو یا سائنسی ریسرچ پر۔ کیونکہ وہ صرف کتاب کی چند لائینیں پڑھانے پر اکتفا نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے چہرے پہ چھائی نرمی کے باعث اسٹوڈنٹس بلا جھجھک اس سے سوالات بھی کرتے تھے اور کچھ تو اپنے مسائل شئیر کر کے ان کے حوالے سے مشورہ بھی کیا کرتے تھے۔

وہ ہر ایک کے مسائل غور سے سنتی اور ان کو حل کرنے کی پوری کوشش بھی کرتی۔ اسی وجہ سے پوری یونیورسٹی میں مہرماہ سرفراز، اسٹوڈنٹس کے معاملے میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی تھی۔

تعارف کے دوران جب اس کی نظر فاریہ پہ گئی تو ایک خوبصورت سی مسکان نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ پھر مہرماہ نے کلاس کا انٹرو لیا۔ اور اسٹوڈنٹس کے اصرار پہ صرف آج کے دن کا گیپ دیا۔ اور کل سے باقاعدہ کلاس لینے کا بتا کر خدا حافظ کہہ کے چلی گئی۔

NOVEL HUT

فاریہ تو فوراً اپنا بیگ کندھے پہ ڈال کر مہرماہ کے پیچھے گئی۔

"اسلام علیکم میم"

مہرماہ نے آواز سے ہی پہچان لیا اور مسکرا کر فاریہ کی جانب دیکھا۔

وعلیکم السلام فاریہ۔ کلاس کے باہر مجھے میم کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے"

"مہرو آپی بلا سکتی ہو۔

"ٹھیک ہے مہرو آپی، کیسی ہیں آپ ؟"

"الحمد للہ میں ٹھیک، آپ کیسے ہو؟"

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، مجھے بابا نے بتایا نہیں کہ آپ یہاں پڑھاتی ہیں ۔"

"بھول گئے ہوں گے ،تم بتاو گھر میں سب کیسے ہیں؟"

NOVEL HUT

سب بالکل ٹھیک ہیں ،ماما تو آپ کو بہت یاد کرتی ہیں، کافی عرصہ سے آپ کی"

"ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔

اب کون جانے کہ صرف ماما ہی یاد کرتی ہیں یا کوئی اور بھی ہے جس کو مہرماہ کبھی بھولی ہی نہیں۔

"ہاں بس کسی دن میں آوں گی ماما کے ساتھ ان شاء اللہ، آنٹی انکل کو میرا سلام کہنا۔"

" جی ضرور، میں گھر جا کر ان کو بتاوں گی کہ آپ اب میری ٹیچر بھی ہیں۔ "

"ہاں ، شیور"

"نیکسٹ کلاس ہے تمہاری؟"

"نہیں مہرو آپی آج بس ایک ہی کلاس تھی ، اب بھائی کو فون کروں گی تو وہ لینے آ جائیں گے۔"

اتنی دیر میں میم فاطمہ وہاں پر آگئیں۔

"مہرماہ فارغ ہو تو جلدی آجاو ، سر نے نئے سیشن کی فیکلٹی کو میٹنگ میں شرکت کرنے لیے بلایا ہے۔میں ابھی تمہیں ہی بلانے آرہی تھی ۔"

" اچھا فاریہ میں چلتی ہوں ، اگلی کلاس میں ملاقات ہو گی ان شاء اللہ"

"جی ٹھیک ہے مہرو آپی، اللہ حافظ"

" اللہ حافظ فاریہ"

یہ کہتے ہی مہرماہ وہاں سے چلی گئی اور فاریہ نے اورہان کو فون کر کے اپنے فارغ ہونے کی اطلاع دے دی۔

دوسری جانب اورہان جو انس کے جاگنے کے انتظار میں تھا، فاریہ کی کال آنے پہ وہاں سے اٹھا اور انس کو اب سیدھا آفس میں بلوانے کا سوچ کر گھر سے باہر چلا آیا کیونکہ وہ اپنی گڑیا کو انتظار نہیں کروا سکتا تھا۔

اورہان جب فاریہ کو لینے یونیورسٹی پہنچا، تو فاریہ چہچہاتی ہوئی گاڑی میں داخل ہوئی اور اپنی گڑیا کی خوشی کو دیکھ کر تو وہ اپنے سارے غم بھول جاتا تھا۔ اک شریر مسکراہٹ نے عنابی لبوں کا احاطہ کیا۔

"مجھے تو لگتا ہے آج میری گڑیا نے پہلی ہی کلاس میں مجرم کو پکڑ لیا ہے۔"

"بھائی میں آپ کو کیسے بتاؤں میں کتنی خوش ہوں۔"

گڑیا اللہ تعالٰی نے زبان جیسی جو نعمت عطا کی ہے، آف کورس اس سے بتاؤ "گی۔

وہ جو مسرور سی تھی اپنے بھائی کی شرارت سمجھ نہ پائی۔

" بھائی آج میں مہرو آپی سے ملی، اینڈ گیس واٹ بھائی وہ میری ٹیچر بھی ہیں۔"

اس بات پہ وہ جو مسکرا رہا تھا، مہرماہ کا نام سن کر ایک لمحے کو مسکراہٹ تھم گئی اور دل نے ایک بیٹ مس کی۔

اس سورج اور چاند جیسا حسن رکھنے والی کا نام بھی اس کے دل کی دھڑکن کو تیز کر دیا کرتا تھا۔

"بھائی چلیں جلدی، مجھے ماما بابا کو بھی یہ خبر دینی ہے۔"

وہ جو اپنے دل کی دھڑکنیں تیز کر بیٹھا تھا۔فاریہ کے پکارنے پہ ہوش میں آیا اور ایک گہرا سانس بھر کر اگنیشن میں چابی گھمائی اور گاڑی گھر کی جانب موڑ لی۔

مہرماہ میٹنگ اٹینڈ کر کے اپنے بقیہ لیکچرز لے کر اب گھر واپس آگئی تھی۔

داخل ہوتے ہی گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے گھر میں داخل ہوئی ۔پہلے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے سب کو سلام کیا اور پھر ثمرین بوا کو چائے بنانے کا بول کر اپنے کمرے میں چلی آئی ۔

چونکہ ابھی دوپہر کے کھانے میں دیر تھی اس لیے ماریہ بیگم اور مریم اپنے اپنے کمروں میں تھیں۔ وہ فریش ہونے کے بعد ماریہ بیگم کے کمرے کی جانب چلی آئی

کیونکہ گھر میں آکر اپنی ماما کو دیکھے بغیر اس کو سکون نہیں ملتا تھا۔ دروازہ نوک کر کے اندر آئی تو ان کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے پایا۔ خاموشی سے صوفہ پہ بیٹھ کر اپنی ماما کی خوشنما آواز میں قرآن پاک کی آیات سنی۔

تلاوت قرآن پاک مکمل کر کے ماریہ بیگم نے قرآن مجید کو اونچی شیلف پہ رکھا۔

سرفراز ولا کے مکین ان لوگوں میں شامل نہیں تھے جنہوں نے قرآن پاک کو محض اونچی شیلف میں سجانے کے لیے رکھا ہوتا ہے۔

مہرماہ مسکرا کر اپنی ماما کے گلے لگ گئی ۔یہ مہرماہ سرفراز کا اپنی ماما سے ملنے کا خاص انداز تھا۔

تھک گئی ہوگی، اتنی بار کہا ہے چھوڑ دو جاب ،پہلے اتنی مشکل کتابیں پڑھیں"
"اور اب ان کو پڑھا کے دماغ کھپا رہی ہو۔

ان کے الفاظ اور لہجے سے اپنی بیٹی کے سکون کی فکر عیاں ہو رہی تھی۔

ماما ،لاء میں نے اپنے شوق کے لیے پڑھا مگر ٹیچنگ میں نے سنت رسول صلی" اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر شروع کی۔ ماما میرے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو ایک معلم تھے ۔ ہر نبی ایک معلم تھا اس لیے مجھے یہ

بہت مبارک لگتا ہے ۔ ایک اچھا استاد آپ کو سنوار سکتا ہے، آپ کو اندھیروں سے نکال سکتا ہے، آپ کی زندگی کے مختلف معاملات میں آپ کی راہنمائی کر سکتا ہے۔ غرض وہ آپ کے لیے ایک سورج کی مانند ہوتا ہے جس کی روشنی سے آپ مستفید ہو سکتے ہیں ۔ اور اگر میں بھی کسی کے کام آجاؤں تو یہ "میری خوش نصیبی ہو گی۔

تم تو لاجواب کر دیتی ہو مہرماہ، الفاظ کے معاملے میں کوئی تم سے جیت نہیں" "سکتا۔

اس پہ مہرماہ مسکرا اٹھی اور ماما کو خدا حافظ کہہ کے چائے پینے کے لیے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

NOVEL HUT

اگلے دن

یہ منظر ہے لاء ڈیپارٹمنٹ کا جس میں دوسرے فلور پر موجود پہلی کلاس میں مہرماہ سرفراز ڈائس کے پاس سٹیج پہ کھڑی اپنے مخصوص حلیے میں برقع پہنے، حجاب اوڑھے کلاس سے مخاطب ہے۔

کریمینولوجی پڑھنے سے پہلے آپ سب کو کرائم کے بارے میں علم ہونا چاہیئے،"

"تو آپ سب اپنے الفاظ میں بتائیں واٹ از کرائم ؟

اس بات پر وہاں موجود سٹوڈنٹس میں سرگوشیاں شروع ہو گئی۔

آپ سب خود سوچیں نہ کہ ایک دوسرے سے پوچھ کربتائیں کیونکہ آپ کو خود"
اپنے دماغ سے سوچ کربتانا ہے ،یہی ایک کامیاب انسان کی نشانی ہوتی ہے۔یہ
مت سوچیں کہ آپ کا جواب غلط ہو جائے گا تو آپ کو شرمندہ ہونا پڑے گا بلکہ یہ
سوچ کرپر سکون ہونا ہے کہ آپ نے اپنے دماغ سے سوچا ہے نہ کہ کہی سنی
"بات پہ یقین کیا ہے۔

وہ ایسی ہی تھی ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائےپیار اور لاجک سے قائل کرنے والی
۔

NOVEL HUT

"میم کرائم اس جرم کو کہتے جو غلط ہوتا ہے اور اس پر مجرم کو سزا ملتی ہے۔"

تیسری رو میں بیٹھی ایک ماڈرن لڑکی نے اس بات کا جواب دیا۔

"ویل ڈن بیٹا ، یور گڈ نیم ؟"

" امل شہریار"

تو کلاس جیسا کہ امل نے بتایا کہ جرم کرنے والے کو مجرم کہتے ہیں اور وہ اس"
"لیے کیونکہ اس نے کوئی غلط کام کیا ہوتا ہے

اس بات پر کلاس میں موجود سب سٹوڈنٹس نے تائید میں اثبات میں سر ہلائے۔

لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ یہ کام غلط ہے۔ تو اس کو ہم دو طرح سے"
سمجھیں گے۔

سب سے پہلے تو آپ کا ضمیر اس بات کی نشاندہی کرے گا کہ آپ غلط کر رہے ہیں۔ آپ بے چینی محسوس کرتے ہیں، آپ کو خوف آتا ہے اور وہ خوف اللہ تعالٰی کا بھی ہو سکتا ہے اور سزا کا بھی۔

دوسرا 'قانون'، جو کہ ہر ملک میں موجود ہے جس کے بارے میں اگر بات کی جائے تو یہ اصولوں کے مجموعے کو کہتے ہیں جو کسی معاشرے کو منظم کرنے کے لیے رائج کیا جاتا ہے۔ انہی اصولوں اور قواعد و ضوابط کی بنا پر آپ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ کام درست ہے یا غلط۔ ۔ اور غلط کام کی نشاندہی پہ مجرم سزا کا حقدار ہوتا ہے۔

اب اگر اسلامک پوائنٹ آف ویو سے دیکھا جائے تو اس قانون کو شرعی حدود کہا جاتا ہے۔

اس میں اللہ پاک کے احکامات سے تجاوز پہ شرعی سزائیں نافذ ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ ہمارے ملک کے قانون میں شرعی سزائیں نہیں موجود لہذا مجرم کو ملکی قانون کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔

مگر ایک اسلامی ملک ہونے کے باوجود اگر اسلامی اصول رائج نہیں ہونگے تو یہ لمحہ فکریہ ہے۔"

"میم اگر شرعی حدود کے مطابق فیصلے ہوا کریں تو کیا معاشرے میں بہتری آسکتی ہے؟"

آخری رو میں بیٹھی ایک لڑکی نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سوال کیا۔

"جی بیٹا، جب ہم اللہ پاک کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں تو بہتری نہ آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں ایک مثال کے ذریعے اپنی بات جاری کرتی ہوں۔ اگر ایک انسان چوری کرے اور اس پہ چوری ثابت ہو جائے تو پاکستانی قانون کے مطابق چودہ سال سزا یا پھر چرائی گئی چیز کی قیمت سے دوگنی قیمت ادا

کرنا ہے ۔اور یہ بات آپ بخوبی جانتے ہیں کہ نہ تو اس کو چودہ سال کی سزا ہو گی اور نہ ہی جرمانہ۔

اور اگر چوری کی سزا شرعی حدود میں دیکھی جائے تو جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِؕ-وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۳۸)

اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تو اگر ایک انسان کو علم ہو گا کہ اگر گواہی ثابت ہو گئی تو اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے تو اول وہ اس جرم کی طرف راغب نہیں ہو گا اور اگر ہوا تو اس کا مطلب کہ وہ معاشرے کے مریض نفوس کی مانند ہے جن پر تربیت و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو ایسے لوگوں کو سخت سزا سے ہی سمجھایا جا سکتا ہے۔ہمارا رب بہت مہربان ہے وہ کبھی ہم پر ظلم نہیں کرتا اور جو لوگ ان شرعی حدود کو

'وحشیانہ ' عمل کہتے ہیں وہ اسلام دشمن ہے وہ اس معاشرے کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے۔

جو لوگ جرم کرتے ہیں وہ اس جرم سے بہت ساری زندگیاں برباد کرتے ہیں ،اگر چوری کی ہی بات کرلی جائے تو وہ ان لوگوں کی جمع پونجی جونہ جانے کتنا خون پسینہ بہا کر انہوں نے کمائی، کسی نے بیٹی کی شادی کرنا تھی، کسی نے اولاد کو پڑھانا تھا، کسی نے بوڑھی ماں کا علاج کروانا تھا تو کسی نے پوری عمر اللہ تعالیٰ کے گھر جانے کی خواہش رکھتے ہوئے وہ پیسے جمع کیے تھے، جب چور، ان سے ان کے خواب چھین لے، ان کی خوشیاں اور سکون داو پر لگا دے تو کیا ایسا انسان ایک بڑی سزا کا مستحق نہیں؟"

سب سٹوڈنٹس پوری توجہ سے اس کی بات سن رہے تھے اور آخری بات پر اثبات میں سرہلایا۔

"میرا اللہ بڑی حکمت والا ہے اس نے انسانوں کو تخلیق کیا ہے اور وہ ہی اس کی پروگرامنگ کو سب سے بہتر جانتا ہے۔ تو اگر اس نے چوری جیسے جرم پر ہاتھ

کاٹنے کی سزا تجویز کی تو اس پر سوال اٹھانے والے ہم عام سے انسان ہوتے "کون ہیں؟

اس بات میں کلاس میں سناٹا چھا گیا ۔ا اور وہ سب اس نقطے پر سوچنا شروع ہو گئے۔

مہرماہ کلاس کا وقت ختم ہو جانے پر اب خدا حافظ کہہ کر کلاس سے باہر چلی گئی۔

\-------------

دوسری جانب اورہان اپنے آفس میں راکنگ چئیر پر براجمان سامنے رکھے لیپ ٹاپ پہ اپنا کام کرنے میں مصروف تھا ۔ دفعتا کام روک کر ٹیبل پہ موجود فون اٹھایا اور کنٹیکٹ لسٹ کھول کر اے ایس پی کے نام سے موجود نمبر پر کال ملائی۔ دوسری بیل پہ ہی کال اٹھا لی گئی۔

"اے ایس پی، ٹھیک 11 بجے تو مجھے اپنے آفس میں چاہئیے۔"

اور یہ کہتے ہی کال پر موجود دوسرے شخص کی بات سنے بغیر ہی کھٹاک سے فون بند کر دیا۔

\-------------

مہرماہ کلاس لینے کے بعد سٹاف روم میں بیٹھی نیکسٹ لیکچر کے لیے اہم پوائنٹس دیکھ رہی تھی جب اس کے فون پہ مریم کی کال آئی۔

"مہرماہ کیا تم گھر آسکتی ہو ابھی؟"

" کیا ہوا آپی، سب خیریت تو ہے نہ ؟ آپ مجھے پریشان لگ رہی ہیں"

مہرماہ، ماما کا بی پی شوٹ کر گیا ہے، بابا آفس کے کام سے راولپنڈی گئے ہیں اور زاویار بھی کالج ہے"

"آپی ماما کیسی ہیں؟ میں بس ابھی نکلتی ہوں"

مہرماہ نے پریشانی میں فورا اپنا ہینڈ بیگ اور گاڑی کی چابی اٹھائی اور میم فاطمہ کو اطلاع دے کر فورا باہر کی جانب آئی۔

وہ عجلت میں کوریڈور کا راستہ عبور کر رہی تھی کہ فاریہ جو باہر کھڑی اگلی کلاس کا انتظار کر رہی تھی اس کو پریشانی میں آگے بڑھتا دیکھ کر اس کے پاس آئی۔

"مہرو آپی سب ٹھیک ہے؟ میرا مطلب آپ مجھے پریشان لگ رہی ہیں۔"

"ماما کا بی پی شوٹ کر گیا ہے، گھر میں بابا بھی نہیں ہیں اور آپی اکیلی سے ہینڈل نہیں ہو گا وہ پینک کر جاتی ہیں، ماما کو ہاسپٹل لے کر جانا ہو گا۔"

ساتھ ساتھ تیز قدموں سے یونیورسٹی پارکنگ ایریا کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"مہرو آپی میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں"

"نہیں فری تمہاری کلاس ہے تم جاو شاباش، ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا"

"ٹھیک ہے آپی، میں ماما کے ساتھ ملنے آوں گی، مجھے آنٹی کی خیریت بتا دیجیے گا۔"

"اوکے"

یہ کہتے وہ گاڑی زن سے بھگاتے ہوئے لے گئی۔

NOVEL HUT

اسی وقت اورہان کے آفس میں آیا جائے تو 11 بجنے میں صرف دو منٹ رہ گئے تھے اور اس کی نظریں وال کلاک پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

وہیں وقت برق رفتاری سے گزر رہا تھا اور رہ گئے صرف پانچ سیکنڈ۔۔

پانچ ۔۔"

چار۔۔

"تین۔۔

اور ساتھ ہی دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور وہ ہانپتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"مجھے پتا ہے میں وقت پہ آگیا ہوں"

وہیں اورہان کے چہرے پہ ایک جاندار مسکراہٹ آگئی۔

"ہاں نہ پورے دو سیکنڈ پہلے آگئے ہو ، آئی لائک اٹ"

تمھاری لائک کے چکروں میں سگنل توڑ کر آرہا ہوں ، شرم آرہی ہے کل میری"

" جوائینگ ہے اور میں خود قانون توڑ رہا ہوں

یہ کہتے ہی غٹاغت پانی کا گلاس پی گیا جو غالبا اس کے دوست نے اس کے آنے سے پہلے ہی ٹیبل پر حاضر رکھا تھا جیسے اسے پہلے ہی پتا تھا کہ آنے والے کو سب سے پہلے پانی کی ضرورت محسوس ہو گی۔

"چلو اٹھو فورا اب تم مجھے اپنی جوائیننگ کی خوشی میں ایک اچھا سا لنچ کروا رہے ہو۔"

"ہیں ہیں۔۔۔ تمہیں مجھے حفاظت کی دعائیں دینی چاہیے اور تم مجھ سے ٹریٹ لے رہے ہو۔"

"یہ لو گاڑی کی چابی، ڈرائیو تم کرو گے۔"

اس بات پہ وہ منہ بسور کے اس کے ساتھ ہی باہر چلا آیا۔

ایسے ہی تھے وہ دونوں، ایک دوسرے کی خوشی میں خوش ہونے والے، ملتے ہی سارے غم بھول جانے والے۔

مہرماہ گھر پہنچی اور جلدی سے مریم کے ہمراہ ماریہ بیگم کو لے کر ہاسپٹل آئی اور ساتھ میں سرفراز صاحب کو بھی وقتا فوقتا خیریت سے آگاہ کر رہی تھی۔

دوائی نہ لینے کی وجہ سے بی پی شوٹ کر گیا تھا۔ بی پی نارمل ہونے پر وہ ماریہ بیگم کے اصرار پر ڈاکٹر سے پوچھ کر ان کو گھر واپس لے آئی۔ اتنی دیر میں سرفراز صاحب بھی گھر آ گئے تھے۔ اور اب سب ان کی دیکھ بھال میں لگے تھے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اورہان، انس کے ہمراہ اس وقت ایک مناسب سے ہوٹل کی چئیر پہ بیٹھا ایک ہاتھ ٹیبل پر رکھے اور دوسرے کی مٹھی بنائے کنپٹی پہ رکھے سامنے بیٹھے انس کو دیکھ کم ،گھور زیادہ رہا تھا۔

اتنی جلدی میں یہ لنچ کرنے کے لیے بلایا؟ لوگ ناشتے سے فارغ ہوتے ہیں اس" "وقت اور ان جناب کو لنچ کرنا تھا

وہ اس وقت ناراضی سے اورہان کو دیکھ رہا تھا۔

جب تم جانتے ہو کہ میں صبح جلدی ناشتہ کرتا ہوں تو اس فضول سوال کی" "وجہ؟

ساتھ میں ابرو اچکائی۔

اور وہ تو اس کے خطرناک تیور دیکھتے ہی کسی انہونی کا خدشہ محسوس کر رہا تھا۔

"مجھے گھورنے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں نہ پوچھو۔"

اب تو پکا دال میں کچھ کالا تھا۔

"کیا ہوا ہے اورہان؟"

گھبراتے ہوئے سوال پوچھا جیسے کوئی چوری پکڑی جانے کا ڈر ہو۔

"کل صبح میں تمھارے گھر آیا تھا۔"

اور یہ ہوا دھماکہ۔۔۔۔ سچ میں اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔

"اورہان آئی کین ایکسپلین۔"

فورا مصالحتی انداز اپنایا گیا۔

نہیں نہیں۔۔۔ تم ایسے ہی نیند کی گولیاں کھا کر پڑے رہنا اور تمھارے حصہ کی"

"ڈیوٹی سر انجام دینے کے لیے یہ خادم ہے نہ۔

ساتھ ہی خود کی طرف اشارہ کیا۔

NOVEL HUT

"آئی ایم سوری"

سوری سے کام نہیں چلے گا اگر آئندہ میں نے تمہاری یہ حرکتیں دیکھی تو با خدا"

" مجھ سے پٹ جائے گا تو۔

تجھ سے تو مار کھانا بھی قبول ہے، تو ہمیشہ میرے ساتھ رہا، اچھے برے وقت کا" ساتھی ہے۔ تجھ سے تو کچھ بھی پوشیدہ نہیں، اور ویسے بھی مجھے پورا یقین ہے کہ "تو مار کے بھی خود ہی مرہم لگائے گا اور ساتھ میں خود کو بھی کوسے گا

گوکہ انس نے کھلے دل سے اظہار کیا۔

"اچھا بس کر اب زیادہ سینٹی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ انس کی بات میں صرف سچائی تھی۔

دونوں دوستوں کی بے مثال یاری۔۔۔

ہے مختصر سی اپنی دوستی کی داستاں

اک دوست کو چاہا ہے زندگی کی طرح

وہ انس کے ساتھ لنچ کر کے آفس میں آیا۔ انس تو اپنی گاڑی لے کر چلا گیا کیونکہ اسے کل جوائننگ سے پہلے تیاری کرنا تھی۔

اورہان نے ایک بزنس میٹنگ اٹینڈ کی اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ کوئی چار بجے کے قریب وہ گھر پہنچا اور گھر پہنچنے پہ اس کو فاریہ اور صوفیا بیگم بے چین نظر آئیں۔

"کیا ہوا ماما ؟ آپ مجھے پریشان لگ رہی ہیں۔"

اورہان ، فاریہ بتا رہی تھی کہ مہرماہ بہت عجلت میں یونیورسٹی سے گھر گئی ہے" ماریہ کا بی پی شوٹ کر گیا تھا ۔ تمہیں تو یاد ہی ہو گا کہ پہلے بھی ایک بار ان کی حالت کافی بگڑ گئی تھی اور اب تو سرفراز بھائی بھی گھر پر نہیں تھے بیچاری بچی نے نہ جانے کیسے سنبھالا ہو گا۔ فاریہ نے فون کیا تھا تو معلوم ہو کہ اب وہ گھر آ گئے ہیں۔ میں نے ملنے جانا ہے اور تمھارے بابا کہہ رہے تھے کہ تمھارے ساتھ چلی جاوں۔"

پہلے تو وہ پریشان ہوا پھر اس پرنور اور پاکیزہ لڑکی کو دیکھنے کا سوچتے ہی دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا۔

"ماما میں فریش ہو کر آتا ہوں ، پھر چلتے ہیں۔"

"بھائی میں بھی جاوں گی۔"

"ٹھیک ہے بیٹا آپ بھی ریڈی ہو جاو۔"

یہ کہتے وہ اپنے روم کی جانب بڑھ گیا۔

تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات

تری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

سرفراز ولا کے گیٹ پر پہنچ کر وائٹ اوڈی میں بیٹھے اورہان نے ہارن دیا اور گیٹ کھل گیا۔وہیں اس نے گیراج میں گاڑی کھڑی کی اور والدہ اور بہن کے ہمراہ اندر داخل ہوا۔

ملازم نے کمرے میں جا کر اطلاع دی تو سرفراز صاحب فورا باہر سٹنگ ایریا میں آئے۔

"بھائی صاحب، ماریہ کیسی ہے؟"

یہ سوال پوچھنے والی صوفیا بیگم تھیں۔

"جی بہت بہتر ہے اب ، میری فری کیسی ہے؟"

"انکل میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"برخوردار آپ کو راستہ مل گیا میرے گھر کا؟"

سوری انکل، بس مصروفیات اتنی تھیں نیا نیا بزنس سنبھالا تھا تو بابا کو شکایت کا"

"موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

"مذاق کر رہا تھا آو اندر تمہاری آنٹی تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہونگی۔"

وہ انہیں لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں سے ایک جانی پہچانی آواز سنتے ہی اس کے قدم تھم گئے تھے۔

" اسلام علیکم"

مشترکہ سلام کیا گیا۔

"بیگم دیکھیں، آپ کے بی پی نے تو معجزہ ہی کر دیا۔"

ساتھ ہی اورہان کو دیکھ رہے تھے۔

وہیں مہرماہ کی نظر اس پہ اٹھی ٹھیک اسی پل اس کی ہیزل آنکھیں اس کی لائٹ براون آنکھوں سے جا ملی۔ اور وقت وہیں تھم گیا اس نے فورا نگاہیں نیچی کر

لیں ان آنکھوں کو زیادہ دیر دیکھنے کی غلطی وہ نہیں کر سکتا تھا ، اس کو لگتا تھا ان آنکھوں کو زیادہ دیر دیکھا تو تاب نہیں لا سکے گا ۔ ابھی ان آنکھوں کی چمک پہ اس کا حق نہیں تھا۔

وہیں مہرماہ پہلی بار بے چینی کا شکار ہوئی ایک عجیب سی اپنائیت محسوس ہوئی۔ ایسا تو اس کے ساتھ کبھی نہیں ہوا تھا۔

"آو بیٹا، بہت وقت کے بعد دیکھا تمھیں۔"

"جی آنٹی ، بس بزنس کی مصروفیات"

"ماریہ تم کیا اپنی میڈیسن وقت پر نہیں لیتی۔"

لیتی ہوں بھابھی بس دو دن سے طبیعت بوجھل ہو رہی تھی ۔ اور دوائی میں" "بھی لاپرواہی ہو گئی ۔

مہرو بیٹا آپ کی یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے ، جب مجھے فاریہ نے بتایا کہ آپ اس" "کی ٹیچر بھی بن گئی ہیں تو مجھے بہت اطمینان ہوا۔

"جی آنٹی، اللہ کا کرم ہے۔"

مہرو اٹھ کر صوفیا بیگم کے پاس آئی اور انھوں نے اس کی پیشانی پہ پیار دیا، مہرو انہیں فاریہ کی طرح ہی عزیز تھی۔ اور پھر وہ فاریہ کے گلے لگی۔

"بھابھی اب آپ کو میں نے کھانا کھائے بغیر جانے نہیں دینا۔"

"نہیں ماریہ پھر کبھی سہی، ہاں مہرو کے ہاتھ کی چائے ضرور پئیں گے۔"

مہرماہ چائے بنانے کے لیے کچن کی جانب بڑھ گئی اور فاریہ بھی اس کے ساتھ ہی آگے بڑھی۔

---------۔

ان کے جانے کے بعد مہرماہ اپنے کمرے میں آگئی۔

وہ ایک عجیب سی کشمکش کا شکار ہو گئی تھی۔

اتنی دیر میں مریم اس کے کمرے میں آئی۔

"آپی ماما کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟"

نہیں مہرو ماما سو رہی ہیں، تم نے بتایا نہیں کہ فاریہ تمھاری سٹوڈنٹ بن گئی ہے۔"

NOVEL HUT

"ہاں آپی بس بتانا یاد نہیں رہا اور ویسے بھی آج ابھی دوسرا دن تھا اس کی کلاس لیتے ہوئے۔"

" سہی ، مہرو تم ڈسٹرب لگ رہی ہو"

وہ اس کی پریشانی بھانپ گئی تھی۔

" کوئی خاص بات نہیں"

"اچھا ٹھیک ہے ریسٹ کرو تھک گئی ہو گی، مجھے بھی عماد کی کال آرہی تھی ماما کی خیریت پوچھ رہے تھے۔"

"""آپی آپ تھوڑے عرصے بعد رخصت ہو جائیں گی، کیونکہ اب تو آپ کے نکاح کو چھ ماہ ہو چکے ہیں۔"

بات کرتے ہوئے وہ روہانسی ہو چکی تھی۔

"مہرو نہ خود جذباتی ہو نہ مجھے کرو، سچی میں نے رونے لگ جانا ہے۔"

" اچھا آپی نہیں ہو رہی جذباتی"

NOVEL HUT

"اچھا اب میں جا کر عماد سے بات کر لوں اور ماما کی خیریت سے بھی آگاہ کر دوں"

"ٹھیک ہے آپی"

اور مریم کمرے سے باہر چلی گئی اور وہ پھر سے ایک گہری سوچ میں مبتلا ہو چکی تھی۔

وہیں اورہان اپنے کمرے میں موجود اپنی ڈائری کو کھول کر بیٹھا تھا۔ قلم ہاتھ میں تھامے، اب ڈائری کے صفحات پہ اس کا قلم اپنی روشنائی پھیلا رہا تھا۔

تیری بھوری آنکھوں میں کھو جانے کا دل چاہتا ہے

کھو تو جاوں مگر پھر اپنا مقام یاد آجاتا ہے

ابھی حق نہیں ان آنکھوں کو تکنے کا اس کو

پورے حق کے ساتھ جو تیری آنکھوں کا گھائل ہونا چاہتا ہے

(عشاء افضل)

وہ ان نگاہوں کو کبھی بھول ہی نہیں پاتا تھا مگر آج تو ان آنکھوں میں کچھ انوکھا محسوس ہوا تھا۔

کام پڑ سکتا ہے

آدھے رشتے تو لوگ اسی لیے نبھا رہے ہیں۔

اگلی صبح مڈل کلاس طبقے میں بنے انس کے گھر پہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ داخل ہوئی۔

آج بہت عرصے بعد وہ خود کو پر سکون محسوس کر رہا تھا۔یہ سچ تھا کہ پولیس کے شعبہ میں جانا کبھی بھی اس کا خواب نہیں رہا تھا مگر کچھ چیزیں آپ اپنے لیے نہیں مگر اپنی فیملی اور ملک و قوم کے لیے بھی کرنا چاہتے ہیں۔

آج اس کے گھر میں بھی سکون کی فضا قائم تھی جو کم ہی دیکھنے کو ملتی تھی۔

سب بہت خوش تھے آخر کو ان کے بیٹے نے ان کا نام روشن کیا تھا جو کہ خاندان میں کوئی بھی نہیں کر پایا تھا۔

"انس آج مجھے تم پر بے حد فخر ہے۔"

وہ جو پولیس کی وردی پہنے کھڑا تھا اب مسکرا کر اپنے بابا کی جانب دیکھا۔

"شکریہ بابا"

اس کی ماں تو اس کے صدقے واری جا رہی تھی ۔ سعد بھی اس کے ساتھ ہی چپکا کھڑا تھا۔ اور اسے وردی پہنے دیکھ کر بہت پر جوش تھا۔وردی پہ موجود اس کا نام آج اس کے گھر والوں کے لیے اعزاز تھا۔

اتنی ہی دیر میں اس کے رشتہ دار اور محلے والے مبارک باد دینے کے لیے وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے ۔

یہ وہی رشتہ دار تھے جنھوں نے کبھی برے وقت میں ان کا ساتھ نہیں دیا تھا اور اب جب ان پہ اچھا وقت آیا تو سب چاپلوسی کرنے وہاں جمع ہو گئے تھے۔

اپنے گھر کی مشکلات کو اس نے اکیلے ہی دیکھا تھا وہ بہت چھوٹا تھا جب سے اپنے گھر میں ہوتے فسادات کو دیکھتا آ رہا تھا۔

اس وقت تو کوئی اس کے ساتھ نہیں کھڑا تھا کسی نے اس معصوم کی معصومیت کو بچانے کی کوشش نہ کی تھی۔

نہ جانے لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ آج کل کی ینگ جنریشن اپنے ساتھ ہوئی زیادتیوں کو معاف نہیں کرتی اور اگر کوئی دل بڑا کر کے معاف کر بھی دے تو اپنے ساتھ ہوا برا سلوک نہیں بھلاتی۔

اس کے دل میں بھی ان لوگوں کے لیے اب کوئی جگہ نہ تھی اور وہ بے جا مروت کا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لہذا ان کو ان کے حال پہ چھوڑ کہ وہ گھر سے باہر نکل آیا۔ وہ پیچھے سے اس کو پکارتے رہ گئے۔وہ جانتا تھا اب اس کے گھر والے اس کی صفائیاں دیں گے کہ وہ جلدی میں تھا اس لیے نہیں ملا وغیرہ وغیرہ مگر یہ بات وہ جانتا تھا کہ ان جیسے لوگوں کے ہونے نہ ہونے سے اب اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

وہ اب گیٹ سے باہر آگیا۔جہاں اس کا ساتھی، اس کی مشکل میں ہمیشہ اس کے ساتھ کھڑا رہنے والا ، اس کو حوصلہ دینے والا اس کا رازداں اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا فون استعمال کر رہا تھا۔

ہر لمحہ اس کے ساتھ رہنے والا آج اس کی خوشی کے موقع پہ کیسے پیچھے ہٹ سکتا تھا۔

وہ بھی آکر اورہان سے لپٹ گیا۔اور فرط جذبات میں تقریبا رونے والا ہو گیا۔

"شرم کر پولیس میں جا کہ بھی رو رہا ہے۔"

اورہان کو اس کے رونے نے تپ چڑھائی جو آج اس خوشی کے موقع پہ بھی جذباتی ہونے سے باز نہیں آ رہا تھا۔

"تیرے جیسے دوست کے ہوتے ہوئے کون کمبخت روئے گا۔"

چل شاباش ،اب تو نے اس عہدے کا حق نبھانا ہے ۔مجھے یقین ہے کہ تو کبھی" "غلط کام میں نہیں پڑے گا۔

یار یہ بہت مشکل ہے تو جانتا تو ہے ایمانداری سے اس پیشے کو نبھاتے ہوئے" "کتنے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تو نے بس یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا لینی ہے کہ تو نے عوام سے وفاداری نبھانی" ہے یہ عہدہ اللہ تعالٰی نے تجھے دیا ہے اور اگر اس میں بے ایمانی ہوئی تو اللہ کو جواب دہ ہونا پڑے گا۔ جو لوگ اس عہدے میں بے ایمانی سے کام لیتے ہیں بظاہر تو ان کو سب کچھ اپنے اختیار میں نظر آتا ہے پر حقیقتا ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

ان کی آزمائش اللہ ان کو نواز کے کرتا ہے جب وہ اس آزمائش میں ناکام ہوتے ہیں تو ان کا انجام لوگوں کے لیے عبرت بنتا ہے۔

"تو نے مثال بننا ہے، لوگوں کا مسیحا۔

یہ کہہ کہ وہ خاموش ہو گیا۔

"بہت شکریہ تیرا یار، ویسے تو موٹیویشنل سپیکر کیوں نہیں بن جاتا؟"

چہرے پہ سنجیدگی تھی وہ بالکل بھی شرارت کے موڈ میں نہیں تھا۔

اگر انسان دنیا جہان کو لیکچر دینے کی بجائے کسی ایک کی زندگی کو بہتر بنانے کی" کوشش کر لے اور اسے کرب سے نکال لے تو میرا نہیں خیال کہ اسے دنیا والوں "کی واہ واہ کی ضرورت ہو گی۔

کاش سب تیرے جیسے ہو جائیں اور دنیا کی نظر میں اچھا بننے کی بجائے حقیقت" میں کسی کی زندگی کو سنوارنے کی وجہ بنے۔ جیسے تو مجھے اذیت سے نکالنے والا ہے "۔

ایک تو یار جو تو ہر بات پہ سینٹی ہو جاتا ہے اس کا حل نکالنا پڑے گا۔ چل اب" ،اس سے پہلے کہ تجھے پہلے دن ہی لیٹ پہنچنے پر اچھی خاصی سننی پڑ جائے۔ اور

ہاں ماما بابا بھی تجھے مبارک باد کہہ رہے تھے اور ماما نے تو مجھے خاص تاکید کی ہے "کہ آج تو اپنے گھر والوں کے ہمراہ ہماری طرف ڈنر کرے گا۔

"انکل آنٹی کا بہت شکریہ، ٹھیک ہے میں آجاؤں گا گھر والوں کے ساتھ ۔"

"چل پھر نکل اپنی ڈیوٹی پہ، اللہ کی امان میں"

" اللہ حافظ"

اور انس نے اپنے فرض کی جانب پہلا قدم بڑھایا۔

جب سے فاریہ کو انس اور اس کی فیملی کے آنے کا پتا چلا تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اتنی خوشی کیوں محسوس کر رہی ہے۔

وہ اس کی کامیابی پہ خوش تھی یا آج اس کو دیکھنے کی خوشی حاوی تھی ۔

کچھ لوگ خاموش رہ کر بھی لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنا جاتے ہیں۔ وہ بھی انہی میں سے تھا ۔اس کے بچپن کے حالات اس کے سامنے تھے اور وہ حیران ہوتی تھی کہ اتنے ٹاکسک ماحول میں رہ کر بھی وہ اتنی عزت کرنے والا ہے اس

نے کبھی فاریہ کی طرف دوسری نظر اٹھا کر نہیں دیکھی تھی ۔ اور یہ صرف فاریہ کے ساتھ ہی نہیں ، وہ کسی بھی لڑکی کو نظر بھر کر نہیں دیکھا کرتا تھا۔

اور وہ تو نہ جانے کس خوشی فہمی کا شکار ہو چکی تھی۔

آج تو اس کا یونیورسٹی جانے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا مگر جب مہرماہ کی کلاس یاد آئی تو فورا جانے کی تیاری پکڑی۔

اورہان کو آج کنسٹرکشن سائٹ کا وزٹ کرنا تھا جو پروجیکٹ اس کو ملا تھا اس کے لیے بے حد محنت کی ضرورت تھی۔

اس وقت وہ کنسٹرکشن سائٹ پر موجود تھا اس کی کمپنی دوسری کمپنیوں سے سامان حاصل کر کے کسٹمر کے بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق عمارتیں تیار کیا کرتی تھی اور یہ حقیقت تھی کہ عمارتیں بنانا اس کا شوق اور جنون تھا۔

لیکن ایک مقصد بھی شامل تھا کیونکہ مقصد کے بغیر تو انسان کچھ بھی نہیں۔ انسان میں اور بھیڑ بکریوں میں کیا فرق رہ جائے اگر انسان کے پاس کوئی عظیم مقصد نہ ہو۔ ہر انسان کا شوق ہی اس کا مقصد ہو یہ ضروری نہیں ہوتا مگر شوق کو

مقصد بنایا جا سکتا ہے کیونکہ شوق صرف اپنی ذات سے منسلک ہوتا ہے جبکہ مقصد دوسروں کی ذات کو نفع پہنچانے سے منسلک ہوتا ہے۔

اس نے بھی اپنے شوق کو اپنا مقصد بنا لیا تھا۔

دوسری جانب مہرماہ کلاس لے رہی تھی۔پڑھانے کے بعد سوال جواب کا مرحلہ شروع ہوا۔

"میم جیسا کہ آپ نے کہا کہ کچھ مجرم سوسائٹی کی وجہ سے بنتے ہیں، تو کیا سوسائٹی قصوروار نہیں ہوتی؟"

چوتھی رو میں بیٹھی لڑکی نے استفسار کیا۔

"بالکل ہوتی ہے، کوئی بھی پیدائشی مجرم نہیں ہوتا، ہر مجرم کے پیچھے اس کے جرم کے پیچھے ایک کہانی ہوتی ہے۔ صرف مجرم کو قصوروار نہیں ٹھرایا جا سکتا۔آپ نے نیوٹن کا تیسرا لاء تو بچپن سے پڑھ رکھا ہے کہ ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے مگر اتنی ہی مقدار میں نہ زیادہ نہ کم۔ تو مجرم کے ساتھ بھی ایک عمل ہوتا ہے جس کا وہ رد عمل دیتا ہے مگر حد سے تجاوز کر کے اور غلط راستوں کے ذریعے۔

اللہ تعالیٰ نے بدلہ لینے سے منع نہیں کیا مگر صرف اتنا جتنا آپ نے برداشت کیا نہ زیادہ نہ کم۔

جیسا کہ اللہ پاک قرآن میں فرماتے ہیں۔

﴿ وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ‌ ۚ وَلَٮِٕنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ﴾ ١٢٦

اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی اور اگر تم صبر" "کرو تو بیشک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا۔

کچھ لوگ شورٹ۔ٹیمپرڈ ہوتے ہیں انہیں بہت جلد غصہ آ جاتا ہے وہ جذباتی قسم کے لوگ ہوتے ہیں انہیں اسی وقت اپنا بدلہ چاہیے ہوتا ہے اور جیسا کہ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے اور جب انسان غصہ میں ہوتا ہے تو شیطان اس پہ حاوی ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت وہ انسان بھی اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے اور ایکسٹریم قدم اٹھا لیتا ہے جو اسلام کے کرائیٹیریا سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے غصہ کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ انسان سے وہ کام بھی کروا جاتا ہے جو وہ کبھی ہوش و حواس میں نہ کرتا۔

لیکن اللہ نے صبر کا آپشن بھی دیا ہے ۔جو سب سے بہتر ہے۔اس کے کاموں میں ہمیشہ حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

مجرم بننے کی چند وجوہات اگر ہم دیکھیں تو ہو سکتا کہ اس کے گھر کے کسی فرد کے ساتھ ظلم ہوا ہو کسی کا قتل یا کسی کی عزت کی دھجیاں اڑائی گئی ہوں یا اور بھی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں ۔ وہ انصاف لینے کے لیے گیا مگر اس کو انصاف نہ ملا ، اس نے اپنی ساری جمع پونجی خرچ کر دی کبھی اس کو دھمکیوں سے چپ کروا لیا گیا تو کبھی مخالف پارٹی کا وکیل شاطر نکلا ،یا پھر جج بک گیا۔ تو اس سب کا انجام کیا ہوتا ہے یا تو وہ شخص خاموش ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جان جاتا ہے کہ انصاف نہیں ملے گا یا وہ انتقام لینے کا سوچتا ہے ۔ وہ ہر اس شخص کو برباد کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اور اس کے گھر والے یا عزیز اذیت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مگر اس سب کے لیے وہ غلط راستہ چنتے ہیں اور سب سے اہم بات وہ خود کو وکٹم کہتے ہیں جنھوں نے برداشت کیا اور یہاں سے شروع ہوتا ہے انتقام کا سائیکل۔"

"میم ہم اس سب کو کیسے بہتر کر سکتے ہیں کوئی تو طریقہ ہو گا ؟"

"ہر مشکل کا حل ہوتا ہے، ہر تکلیف کا ازالہ کیا جا سکتا ہے ہمیں اپنے فرائض ایمانداری سے سرانجام دینے ہوں گے۔ اگر ہم لوگوں کو اذیت دینا چھوڑ دیں تو کوئی تکلیف میں نہیں آئے گا، اگر وکیل ایماندار ہوں تو وہ کبھی غلط کام کے لیے دلائل نہیں دیں گے اور جج اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے حق کے ساتھ فیصلہ کرے تو کوئی انصاف سے محروم نہیں ہوگا۔ سب کو مل کر معاشرے کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا ہوگی ہاں یہ سچ ہے کہ اکیلے انسان کے لیے یہ کرنا بہت چیلنجنگ ہوتا ہے لیکن اگر وہ یہی سوچے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تو یہ اس کی بہت بڑی بھول ہے قطرہ قطرہ مل کر ہی دریا بنتا ہے ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض نبھانا ہے۔ یعنی نیکی کا حکم دینا ہے اور برائی سے منع کرنا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے فرائض بخوبی سرانجام دے تو یقیناً معاشرے میں سدھار آئے گا اور آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخرو ہونگے۔"

کلاس کا ٹائم ختم ہو چکا تھا اور وہ سٹوڈنٹس کو اس بارے میں سوچنے کے لیے اہم نظریہ دے گئی تھی۔

NOVEL HUT

گرے بنگلے میں آج ہلچل مچی ہوئی تھی۔ صوفیا بیگم کک کو کھانے کا مینیو سمجھا رہی تھیں اور ملازموں سے کہہ کہ ڈائننگ ٹیبل کو خوبصورتی سے سجوا رہی تھیں۔ ان کے ہر انداز سے نفاست جھلک رہی تھی۔

فاریہ گھر میں داخل ہوئی تو تیاریاں دیکھ کر خوش ہوئی۔ بچپن سے اب تک انس کی ہر خوشی کو اورہان کے ساتھ ساتھ اس کی فیملی بھی سیلیبریٹ کیا کرتی تھی۔ جب وہ پرائز جیتتے تھے تو اورہان، انس کو بھی اپنے ساتھ لایا کرتا تھا۔ اورہان کی خوشی ان کی خوشی تھی۔

"اسلام علیکم ماما"

"وعلیکم السلام بیٹا، فریش ہو جاو میں جوس بجھواتی ہوں۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے ماما، ویسے کافی تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

شرارت سے کہا گیا۔

"ہاں اور تم تو چھوٹی بچی ہو جس کو پتا نہیں کہ یہ کیوں ہو رہی ہیں۔"

"ماما اب چھوٹی ہی تو ہوں۔ ایک تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتا جب ہم کسی معاملے میں مشورہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں چھوٹی ہو چھوٹی بن کے رہو اور جب کسی ذمہ داری کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں اب چھوٹی بچی نہیں ہو۔"

"یہ دو دن نہیں ہوئے تمہیں لاء کالج میں جاتے ہوئے اور باتیں دیکھو اپنی۔ رکو ذرا کونسی ذمہ داریاں ڈالی ہیں تمھارے سر میں نے؟"

صوفیا بیگم نے اس کو بھاگنے کی تیاری کرتا دیکھ استفسار کیا۔

"ماما مذاق سمجھا کریں نہ سیریس کیوں ہو رہی ہیں۔"

" ایک تو تم نے سارے مذاق میرے ساتھ ہی کرنے ہوتے ہیں۔"

"اب اپنے دوستوں کے ساتھ ہی مذاق کرتے ہیں اور آپ تو میری بیسٹ فرینڈ ہیں۔"

NOVEL HUT

"اچھا جاو، اب زیادہ مکھن نہیں لگاو۔"

"ویسے سننے میں آیا ہے کہ مکھن کافی مہنگا ہو گیا ہے اور اب مجھ غریب کی جیب اتنا اجازت نہیں دیتی لیڈی۔"

وہ تو آج چہکتی پھر رہی تھی۔

"اچھا چلو جاو اب ریسٹ کرو لو شام کو مہمانوں نے بھی آنا ہے۔"

وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی اور ہر ماں کی طرح انہوں نے بھی اپنی اولاد کے لیے ڈھیروں خوشیوں کی دعا کی۔

مہرماہ اپنے کمرے میں موجود نماز پڑھنے میں مشغول تھی۔ جب مریم اس کے پاس آئی ۔جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو مریم نے بات شروع کی۔

"مہرو آنٹی آنا چاہ رہی ہیں"

"ہاں تو اس میں کیا مسئلہ ہے؟"

"عماد کہہ رہا تھا کہ انہوں نے جلدی مچائی ہوئی ہے۔"

کس چیز کی جلدی آپی ، سہی طرح بتائیں وللہ ایک تو آپ ہر چیز سے پینک کر جاتی "ہیں۔

اب ہر کوئی تمہاری طرح مضبوط اعصاب کا مالک نہیں ہوتا مہرو۔آنٹی باقاعدہ"
" شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کے لیے آنا چاہ رہی ہیں۔وہ بھی جلد از جلد۔

"تو آپی اس میں مسئلہ کیا ہے ایک نہ ایک دن تو آپ نے جانا ہی ہے۔"

اندر سے دکھی تو وہ بھی تھی مگر اپنے جذبات کو قابو کرنا اسے بخوبی آتا تھا۔

"جب تمھاری شادی ہو گی نہ تب پوچھوں گی۔"

اپنی طرف سے مریم نے دھمکی لگائی۔ مگر اس پہ اس کا خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔

شادی نہ ہو گئی آپی کوئی سی ایس ایس کا پرچہ ہو گیا۔ نہیں سیریسلی مطلب اب"
"ایسا بھی کونسا محاذ ہے بھئی۔

بات محاذ کی نہیں ہے، عماد بھی بہت اچھے اور سلجھے ہوئے ہیں مگر اپنے ماں"
باپ کے گھر کو چھوڑنا آسان کام نہیں ہوتا۔پوری عمر جن کے ساتھ گزاری
ایک لمحے میں ان کو چھوڑ کہ رخصت ہونا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ اور ویسے
بھی شادی کو بہت ذمہ داری سے نبھایا جاتا ہے۔ آپ کی غلطیاں آپ کو اور
"آپ سے جڑے لوگوں کو بہت نقصان پہنچا سکتی ہیں۔

بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ اور مجھے یقین ہے آپ ایک اچھی بیوی اور ایک" اچھی بہو ثابت ہوں گی۔ میری دعا ہے آپ اور عماد بھائی ماما بابا کی طرح آئیڈیل کپل ثابت ہوں۔"

"آمین مہرو۔ اب ماما بابا کو بھی بتا دیتی ہوں۔باقی جیسا بڑے طے کریں۔"

"سب بہتر ہو گا آپی فکر مند نہ ہوں۔"

مہرماہ نے اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کر یقین دہانی کروائی۔

" ان شاء اللہ"

دونوں نے بیک وقت بولا اور جس کام میں اللہ پاک کا نام شامل ہو جائے وہاں کسی ناممکن کی گنجائش باقی رہتی ہے کیا؟

NOVEL HUT

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زاویار گھر آیا تو اس کی حالت خراب تھی کیونکہ وہ اپنا ایکسیڈنٹ کروا کہ آرہا تھا۔ سب سے پہلے ماریہ بیگم نے اسے اس حالت میں دیکھا یونیفارم کچھ جگہوں سے پھٹا ، کہنیوں اور گھٹنوں پہ رگڑیں،ہاتھ پہ خون کی چند ننھی بوندیں نظر آرہی

تھیں ان کی تو جان پہ بن آئی ۔ اپنی اولاد کو اس حال میں کس ماں سے دیکھا جاتا ہے ۔

زاوی کیا ہوا تمھیں؟ یہ اتنی چوٹیں کہاں سے لگوائی؟ ایکسیڈنٹ ہوا ہے نہ" تمھارا؟ اسی دن کے لیے میں نے تمھارے بابا کو کہا تھا اسے بائک مت دیں مگر " تمھیں ہی شوق چڑھا تھا۔

گو کہ وہ ٹینشن کے مارے سوال پہ سوال کر رہی تھیں۔ اور وہ معصوم بنا کھڑا تھا کیونکہ چوٹ تو کوئی خاص نہیں لگی تھی مگر اب جو پریڈ اس کی ہونی تھی وہ سوچ کہ ہی پریشان ہو گیا۔ اتنی دیر میں آوازیں سن کر مہرماہ اور مریم لاونج میں آئیں۔زاوی کی حالت پہ پریشان تو وہ بھی ہو گئیں تھی ۔

"زاوی انجیکشن لگوا کہ آرہے ہو یا ویسے ہی آ گئے ہو۔"

یہ بولنے والی مریم تھی ۔

"آپی اتنا بھی مسئلہ نہیں ہے آپ لوگ ایویں پریشان ہو رہے ہو۔"

جانتے ہو ماحول میں کتنے بیکٹیریا پائے جاتے ہیں اور اگر وہ ٹیٹنس والے ہوئے تو" پہلے تو انفیکشن ہوتا ہے پھر نروس سسٹم افیکٹ ہوتا ہے اور پھر مسلز۔ بعد میں

تم جیسے کہتے ہیں ہمیں تو پتا ہی نہیں چلا کہ یہ کیسے ہوا۔ لاپرواہی کی بھی حد ہوتی

ہے۔"

"بس کریں آپی پتا ہے ہمیں کہ آپ کو بائیولوجی بہت آتی ہے مگر آپ تو بچے کو

حوصلہ دینے کی بجائے ڈرانے ہی بیٹھ گئی ہیں۔ ماما کا ہی خیال کر لیں اور ہاں

آپ کو بتاتا چلوں میں انجیکشن لگوا کر آیا ہوں کیونکہ میں بھی ایف - ایس- سی

پری میڈیکل کر رہا ہوں اور مجھے بھی یہ سب معلوم ہے میں آپ کو بیکٹیریا کا نام

بھی بتا سکتا ہوں۔"

پہلے اپنی ماما کی طرف اشارہ کیا جو مریم کی بات سن کہ ڈر گئی تھیں پھر شرارت

سے اپنی طرف اشارہ کر کے فخریہ بتایا۔

"بس بس آئے بڑے ، بابا کو آنے دو تمہاری شکایت لگاوں گی پھر دیکھتی ہوں

بابا کیسے تمہیں بائک دیں گے۔"

"نہ تنگ کرو میرے بچے کو وہ بیچارا پہلے ہی زخمی ہوا پڑا ہے۔"

ساتھ ساتھ وہ اس کے زخموں کا معائنہ بھی کر رہی تھیں۔ کیونکہ ہر ماں ڈاکٹر بھی ہوتی ہے اور ان کی ڈاکٹری کو نہ تو انڈر ایسٹیمیٹ کرنا چاہیے اور نہ ہی چیلنج۔ ورنہ ان کے ہاتھوں میں آپ کی سرجری کا سامان بھی آ سکتا ہے۔

"ہاں ہاں لے جائیں اسے، آیا بڑا ایف - ایس - سی پری میڈیکل، ہونہہ۔۔"

"ماما ویسے آپی نے آپ کو ایک بات بتانا تھی۔ کیوں آپی؟"

مہرماہ نے دانتوں تلے زبان دبا کہ بمشکل ہنسی روکی۔

" مہرماہ تم شروع ہو جاو اب"

ماما ان کی ساس محترمہ کو اپنی بہو یاد آرہی ہیں بہت، تو وہ کہہ رہی ہیں کہ"

"۔۔۔۔۔

وہ تیزی تیزی سے بتانا شروع ہو چکی تھی۔

"رک جاو مہرو"

مریم نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسے فضول بولنے سے روکا۔

"کیا کہہ رہی ہیں فہمیدہ بھابھی؟"

"ماما وہ شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کے لیے آنا چاہ رہی ہیں۔"

"ہاں تو یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔"

یہ کہنے والا زاویار تھا۔

"تمہاری تو میں ہڈیاں توڑتی ہوں، بچو اب میرے ہاتھوں سے۔"

وہ زاوی کو مارنے کی غرض سے آگے بڑھی کہ ماریہ بیگم نے اسے روکا۔

"لڑکی سسرال والی ہونے والی ہو۔ اب یہ حرکتیں چھوڑ دو۔"

"دیکھنا یاد کریں گے آپ سب مجھے۔"

ماں باپ اور بہن بھائی کو چھوڑنے کے خیال سے ہی وہ رونے لگ گئی۔

لو آپی، یہ کیا بات کہہ دی آپ نے آپ کو کیا لگتا ہم آپ کو بھول جائیں گے۔"

وہ الگ بات ہے کہ مجھے بڑی خوشی ہوگی یہ جو بالکونی والا کمرہ آپ نے ہتھیا رکھا

"تھا اب وہ میرا ہو جائے گا۔

وہ بہت پیار سے اسے دیکھ کہ کہہ رہا تھا اور آخر میں اپنے دل کی بات بھی کہہ

ڈالی۔

کیوں تمہیں کس خوشی میں ملے گا میرا کمرہ ہاں۔ ماما وہ کمرہ میرا ہی رہے گا ناں"
"میں جب آیا کروں گی تو اپنے کمرے میں ہی رہا کروں گی۔

گو کہ اپنی ماں سے تصدیق چاہی تھی۔

ہاں میری جان وہ کمرہ تمہارا ہی رہے گا ،بیٹیاں کبھی پرائی نہیں ہوتی وہ اپنے"
باپ کہ گھر پہ ہمیشہ حق رکھتی ہیں اور شوہر اور بیٹے کے گھر پر بھی۔ لوگ کہتے ہیں
بیٹیوں کا کوئی گھر نہیں ہوتا مگر سچ پوچھو تو بیٹیوں کے بغیر کوئی گھر نہیں ہوتا۔ ادھر
"آو میری مریم۔

اور مریم اپنی ماما کے گلے لگ گئی ۔ مہر ماہ اور زاویار بھی ان کے ساتھ ہی چپک گئے۔دنیا والے لاکھ کہیں کہ چھوٹا بچہ زیادہ پیار لیتا ہے مگر حقیقت یہی ہوتی ہے کہ ماں باپ کو پہلا بچہ بے حد عزیز ہوتا ہے کیونکہ اس نے ہی ان کو ممتا اور باپ کی شفقت محسوس کروائی ہوتی ہے اور وہ اس احساس کو کبھی بھول نہیں پاتے۔

NOVEL HUT

شام کے وقت انس اپنی فیملی کے ہمراہ گرے بنگلے میں داخل ہوا۔ سینٹرو کو گیراج میں پارک کیا اتنی دیر میں اوربان ان کو ریسیو کرنے دروازے تک آیا۔ اور ان کو لے کر اندر داخل ہوا جہاں حیدر صاحب اور ان کی اہلیہ ان کا ویلکم کرنے کے لیے موجود تھے وہیں سائیڈ پہ وہ بھی کھڑی تھی جو اس کی موجودگی محسوس کر کے اب نروس ہو رہی تھی ۔ ایسا نہیں تھا کہ انس کے کسی رویے نے اسے یہ محسوس کروایا تھا مگر شاید محبت بہت کچھ فرض بھی کر لیتی ہے۔ اسی لیے تو جو وہ خود محسوس کرتی تھی اسے لگتا تھا وہ بھی یہی محسوس کر رہا ہے۔

حیدر صاحب تو اپنے بیٹے کے دوست کی خوشی میں آگے بڑھ کر اس کے گلے لگے۔ وہ جو مطلب کے رشتے دیکھتا آیا تھا اس خلوص کا بہت احسان مند تھا۔

برخوردار تم بالکل مجھے اوربان کی طرح عزیز ہو جیسے اس کی کامیابی نے مجھے" "خوشی دی تھی آج بھی میں ویسی ہی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

انکل یہ آپ کی عنایت ہے ورنہ میں نے اپنے سگے رشتوں کو بھی بے وفا پایا" "ہے اور اپنوں کی وجہ سے بہت تکلیف سہی ہے۔

اس بات پہ انس کے والدین کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا وہ جانتے تھے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ ان کی وجہ سے اس نے بہت کچھ برداشت کیا تھا۔ وہ جس نے اپنے ہنسنے کھیلنے کے دنوں میں بھی اذیت کاٹی تھی۔ وہ اس سے زیادہ نیگیٹو ہو سکتا تھا اگر وقت پہ اورہان نے اسے سنبھالا نہ ہوتا۔

"بات سگے یا سوتیلے کی نہیں ہوتی بیٹا، اپنے وہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ آپ کے ساتھ کھڑے ہوں چاہے حالات جیسے بھی ہو، وہ جو درست کام میں آپ کا ساتھ دیں اور برے کام سے آپ کو روکیں اور ہر ایک کو ہر رشتے میں پرفیکشن نہیں ملتی، اللہ پاک نے آپ کے لیے کچھ رشتے بہت خوبصورت بنائے ہوتے ہیں جبکہ دوسروں لوگوں کے لیے وہی رشتے وبال جان بن جاتے ہیں، مگر جو آپ کو عطا ہوا اس پہ راضی رہنا سیکھ لیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو ان رشتوں سے بھی محروم ہوتے ہیں جن کو آپ بہت آسانی سے دھتکار دیتے ہیں۔ لہٰذا کبھی بھی یہ مت سوچیں کہ صرف آپ نے ہی رشتوں میں کمی دیکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمیں آزمانے کے لیے بھیجا ہے۔ ہر انسان کی آزمائش مختلف ہوتی ہے بچے، اس لیے اس کو اپنی محرومی نہیں کہنا چاہیے۔"

حیدر صاحب کو سمجھاتے دیکھ آج ان کا دل چاہ رہا تھا کہ کاش انہوں نے بھی اپنے بیٹے کو کبھی ایسے تسلی دی ہوتی، اس کے درد کو سنا ہوتا، اس کی پریشانی پہ اس کو حوصلہ دیا ہوتا۔ اپنے مسائل میں انہوں نے کبھی اپنے بیٹے پہ اتنی توجہ نہیں دی۔

اچھا اب چلو پہلے ڈنر کرتے ہیں آج ساری ڈشز تمہاری پسند کی بنوائی ہے میں"
"نے۔

صوفیا بیگم کے کہنے پہ وہ دھیمی مسکان لیے آگے بڑھا۔ ایک نظر اس کی فاریہ پہ بھی گئی جسے وہ فوری جھکا گیا اور فاریہ پھر اس کا غلط مطلب لے بیٹھی۔

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا اور باتوں کا دور بھی چلتا رہا۔ وقتا فوقتا فاریہ کی نگاہیں اس کی جانب
اٹھتی رہیں جسے وہ بھی محسوس کر رہا تھا مگر اندازہ نہیں لگا پایا۔

اس کے بعد وہ اجازت طلب کر کے گھر کو روانہ ہو گئے۔

NOVEL HUT

مریم کی شادی کی تاریخ اگلے ماہ طے پائی گئی اور اب تو تیاریاں زور پکڑ چکی تھیں ۔شادی کو لے کر ہر لڑکی کے بہت خواب ہوتے ہیں اور انہی خوبوں کو پورا کرنے کی غرض سے مریم اور مہرماہ اس وقت پاکستان کے چوتھے بڑے شاپنگ مال (سینٹارس)میں ہاتھوں میں بیگ تھامے مختلف شاپس پہ جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔

دفعتا ایک عبایا شاپ کے باہر مہرماہ جم کہ کھڑی ہو چکی تھی وہ جو بڑے مزے سے آگے جیولری شاپ کی جانب بڑھ رہی تھی جب اپنے ساتھ اس کو موجود نہ پایا تو پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں ابھی تک وہ عبایا کا جائزہ لے رہی تھی۔

مہرو ایک تو میں عاجز آچکی ہوں ،جہاں عبایا شاپ دیکھتی ہو وہیں جم جاتی ہو" "،ابھی شادی کی شاپنگ کرنی ہے میری بہن ، بعد میں لے لینا۔

آپی دیکھیں تو وہ براون کلر کا عبایہ کتناپیارا ہے اور میرے پاس یہ کلر بھی نہیں" "ہے۔

اس نے معصومیت سے کہا۔

"تمہارے پاس براون عبایا بھی ہے۔"

"آپی پر یہ والی شیڈ نہیں ہے اسکی۔"

مہرو اتنی تمہارے پاس کپڑوں کی کولیکشن نہیں ہے جتنی عبایا کی، چار سالوں"
سے عبایا جمع کر رہی ہو تم۔ ابھی چلو، اگلی دفعہ لے لینا ورنہ ماما کہیں گی اتنی دیر
"لگا کر بھی سامان نہیں لے کر آئیں۔

"ٹھیک ہے آپی مگر اگلی دفعہ میں نے لازمی لینا ہے۔"

"ہاں میری جان میں خود تمہیں لے کر دوں گی وہ میری طرف سے تحفہ ہو گا۔"

وہ ابھی آگے بڑھی ہی تھی کہ اپنے نام کی آواز سن کر رک گئی پلٹ کر دیکھا تو اس کی یونیورسٹی کی دوست وہاں موجود تھی۔ جینز کے ساتھ شارٹ شرٹ پہنے گلے میں مفلر ڈالے، سنہری بال جو یقینا ڈائی شدہ تھے ان کو پیچھے کی جانب کھلا چھوڑے اب عجیب نظروں سے مہرماہ کو دیکھ رہی تھی۔

او مائی گاڈ مہرماہ، یہ تم ہو۔ تم تو پہچان میں ہی نہیں آ رہی ہو۔ لگتا ہے تم نے"
"اس ٹیپیکل لڑکی کا کچھ زیادہ ہی اثر لے لیا ہے۔

وہ جو مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی اب چہرے پہ سنجیدگی اور غصہ در آیا۔

"مائنڈ یور لینگویج زویا"

"اچھا اچھا یار غصہ کیوں ہو رہی ہو، ویسے اس برقع میں بھی اچھی ہی لگ رہی ہو۔"

طنزیہ نگاہ برقع کی جانب ڈالی۔

"شکریہ تمہارا، ابھی میں بزی ہوں آپی کی شادی ہے تو شاپنگ کرنی ہے، پھر ملاقات ہو گی۔"

دل ہی دل میں آئندہ ملاقات نہیں ہونے کی دعا بھی کی۔

"مجھے شادی پہ انوائٹ نہیں کرو گی۔آخر کو تمہاری بیسٹ فرینڈ ہی تھی اگر وہ لڑکی نہ ہوتی تو۔"

اس لڑکی کے ذکر پر زویا کے چہرے پر عجیب بیزاریت جھلک رہی تھی۔

دل تو مہرماہ کا چاہ رہا تھا ابھی اس کے سر پر دو چار انڈے پھینک دے مگر ضبط کر گئی۔

"بیسٹ فرینڈ، ہونہہ۔۔۔" وہ منہ میں ہی بڑبڑائی۔

ہاں نہ ضرور، تمھارے بغیر تو شادی ادھوری رہ جائے گی۔ ساری بہار تمہارے"
دم سے ہی تو ہے۔" گویا حساب پورا کیا۔

"اچھا میرا نمبر تو نوٹ کر لو، آسانی رہے گی۔"

"ہاں کیوں نہیں"

دل مار کے اس کا نمبر نوٹ کیا اور آگے بڑھ گئی۔

شاپنگ کر کہ گھر آئی تو ساری شاپنگ دکھا دکھا کر ایکسائیٹڈ ہونے کی بجائے اپنے کمرے میں آگئی۔

عبایا اتارتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک پرانا منظر گھومنا شروع ہو گیا اپنا حلیہ یاد کرتے ہوئے آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے ہوئے رخسار کو بھگا چکے تھے۔ وہ فوراً آنسو صاف کر کے نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنے کی غرض سے واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

کبھی کبھی اپنا ماضی یاد کر کے انسان ایسے ہی رو پڑتا ہے جیسے آج وہ رو پڑی تھی۔ اب یہ ماضی انسان کو رلاتا ہے یا وہ اپنے ماضی میں کی گئی غلطیوں اور کوتاہیوں پہ روتا ہے یہ تو وہ انسان خود بھی نہیں جانتا۔

یہ منظر ہے لاء یونیورسٹی کا جہاں ہر طرح کے سٹوڈنٹس کے بیچ وہ خوبصورت لڑکی سب کی نگاہوں کا مرکز بنی اپنے گروپ کے ساتھ باتوں میں مشغول کلاس کی طرف جا رہی تھی ۔ جینز کے ساتھ لانگ شرٹ جو ٹخنوں سے تھوڑا اوپر آتی تھی ، دوپٹہ ایک کندھے پہ ڈالے اپنے سیاہ بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔ اس کے گروپ میں کوئی لڑکا موجود نہیں تھا کیونکہ وہ شروع سے ہی لڑکا لڑکی کی دوستی سے بیزار تھی ۔ اب تک کافی لڑکے اس کی طرف دوستی کے لیے ہاتھ بڑھا چکے تھے مگر اس نے کبھی کسی لڑکے سے دوستی نہیں کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ سراسر بیوقوفی ہے کہ لڑکوں کو خود کے ساتھ فری کر کے انہیں موقع دیا جائے۔ اس کی یہی بات اسے باقی لڑکیوں سے منفرد بناتی تھی۔

کلاس میں داخل ہو کر اپنے گروپ کے ساتھ ہی ایک کرسی پر براجمان ہوئی۔آج ان کا نواں سمیسٹر شروع ہوا تھا۔ اتنی دیر میں کلاس میں ایک لڑکی داخل ہوئی جس کو دیکھ کر اس کے گروپ نے ناک بھوں چڑھائی۔

"دیکھو تو سہی مہرو ، لاء پڑھنے کے لیے کیسے کیسے لوگ آئے ہیں۔"

مہرماہ جو اپنے سمیسٹر کا کورس کونٹینٹ دیکھ رہی تھیں زویا کی آواز پہ دروازہ کی جانب دیکھا جہاں ایک لڑکی سیاہ برقع پہنے ،سیاہ حجاب اور سیاہ ہی نقاب اوڑھے پریشان سی اندر کی جانب آرہی تھی۔ غالبا اس کا اس یونیورسٹی میں ٹرانسفر ہوا تھا مہرو نے غصے سے اب زویا کی طرف رخ کیا۔

"ہاں تو تمہیں کیا مسئلہ ہے ؟"

"لو بھلا اب یہ جھولا پہن کر اور نقاب ڈال کر کیس لڑے گی ۔"

"یہ اس کا اپنا مسئلہ ہے کہ وہ کیسے کیس لڑے گی تمہیں یا مجھے اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ اس کی مدد کرو تم لوگ اس پہ کومپلیمنٹ دے رہی ہو۔"

یہ کہتے ساتھ ہی وہ اٹھ کر اس لڑکی کی جانب آئی ۔ مسکرا کر اس کو دیکھا تو وہ جو پریشانی میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی غالبا یونیورسٹی کا کھلا ماحول اس سے ہضم نہیں ہو رہا تھا اب تھوڑی تسلی ہوئی۔

" اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ"

اس لڑکی نے سلام کرنے میں پہل کی تو وہ جو ہیلو کہنے والی تھی فورا سے ہیلو کا راستہ منہ میں ہی روکا اور جلدی سے اس پر بھی سلامتی بھیجی۔

"وعلیکم السلام ۔ کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی ہوں؟"

جی وہ آج میرا اس یونیورسٹی میں ٹرانسفر ہوا ہے تو مجھے بالکل ابھی یہاں کا علم" "نہیں ہے۔آپ مجھے آگاہ کر دیں گی؟

جی ضرور مجھے خوشی ہوگی ، ابھی آپ آئیں میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔ میں آپ کو" "بتا دیتی ہوں۔

"جزاک اللہ، ویسے آپ کا نام؟"

او میں نے اپنا نام نہیں بتایا، میں ہوں مہرماہ سرفراز سب مجھے پیار سے مہرو" "بلاتے ہیں ۔

"میں آپ کو کیا کہہ کر بلاو۔"

"بھئی اگر تو مجھے پیار سے بلانا ہے تو مہرو کہہ دو ، ورنہ مہرماہ بھی کہہ سکتی ہو۔"

"آپ اپنے نام کی طرح بہت پیاری ہیں، میں آپ کو مہرو ہی بلاو گی۔"

NOVEL HUT

"اینڈیور گڈ نیم؟"

اور انسان کی کچھ عادات کبھی نہیں بدلتی جیسے اس کی نام پوچھنے کی۔

" ام ہانی"

"واو یہ تو بہت خوبصورت نام ہے ، میں اپنی بیٹی کا نام رکھوں گی۔"

وہ تو اس شوخ اور پیاری سی لڑکی سے بہت متاثر ہوئی تھی اور یہی حال مہرماہ کا بھی تھا۔

وہ دونوں مسکراتے ہوئے کرسیوں کی جانب بڑھ گئیں اور اس مسکراہٹ کو زویا نے بہت غصے سے دیکھا تھا۔یہاں سے آغاز ہوا تھا ایک نئی کہانی کا، مہرماہ اور ام ہانی کی بے لوث دوستی کا، یار غار کا جو ہر ایک کو ملتا ہے مگر اس کی قدر ہر انسان نہیں کرپاتا اور سب کو یہ دوست کے روپ میں نہیں ملتا مگر اس کو ملا تھا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انس ڈیوٹی سے تھکا ہارا گھر واپس آیا مگر حسب معمول آج پھر اس کے گھر میں وہی سب کچھ ہو رہا تھا جو وہ بچپن سے دیکھتا آیا تھا۔ رشتہ دار جنھوں نے کبھی برے وقت میں ساتھ نہ دیا ان کی ہی وجہ سے ہر وقت اس نے اپنے گھر میں لڑائی دیکھی تھی۔

آج بھی وہی سب کچھ ہو رہا تھا تمہارے رشتہ دار، تمہاری غلطی، طنز، طعنے، چیخنا چلانا۔ مگر وہ چاہ کر بھی ان سے راہ فرار اختیار نہیں کر پاتا تھا۔ نہ تو وہ ان کو کبھی سمجھا پایا اور نہ ہی خود کبھی اس اذیت سے نکل پایا۔ بچپن میں اس نے کئی بار گھر چھوڑنے کا سوچا تھا مگر اورہان نے ہمیشہ اسے سمجھایا بجھایا اور دلاسہ دیا۔ وہ بچپن سے ہی ہمیشہ اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس کی ہر تکلیف کو اپنا جان کر اس کی ڈھارس بندھاتا تھا۔

NOVEL HUT

اس کو تو یار غار مل گیا تھا مگر سعد، ہاں وہ سعد کو اپنے جیسا بننے سے بچانا چاہتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بھائی اس کی طرح ہر ایک پر سے بھروسہ کھو دے نہ وہ اسے خود کی طرح اذیت کا شکار بنتے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ فورا سعد کے پاس آیا جو

اپنے ماں باپ کو لڑتا دیکھ صوفے پہ بیٹھا تھا۔ اردگرد کتابوں کی موجودگی واضح کر رہی تھی کہ وہ پڑھنے کے لیے بیٹھا تھا مگر اب یہ ناممکن دکھائی دیتا تھا۔

سعد چلو آو، آج تمہیں تمہاری پسندیدہ جگہ سے پیزا کھلاتا ہوں۔ پھر تمہارے" "پیپرز شروع ہو جانے ہیں اور اس دوران تمہیں کوئی بھی ایسی چیز نہیں کھانی۔

انس کو دیکھ کر سعد بھاگتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔ انس نے افسوس بھری نگاہ اپنے ماں باپ پر ڈالی جن کو اس بات سے بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا کہ کچھ دنوں بعد سعد کے ایگزامز ہیں اور اسے اس وقت سکون کی اشد ضرورت ہے۔ خود تو وہ اورہان کی طرف جا کر تیاری کر لیا کرتا تھا مگر سعد کا ایسا کوئی دوست نہ تھا۔

"ارے بیٹا تم آ گئے، میں کھانا نکالتی ہوں، تب تک فریش ہو جاو۔"

اس کی ماں نے فورا سنبھل کر پوچھا۔ اپنی طرف سے وہ یہ ظاہر کروا رہی تھیں کہ کچھ نہیں ہوا مگر اب وہ بچہ نہیں رہا تھا۔

نہ جانے ماں باپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اولاد کو بھی سب سمجھ میں آتا ہے۔ وہ کبھی نارمل نہیں ہو سکتا تھا اس کے لیے شادی محض ایک ڈراونا خواب بن کر رہ گیا تھا۔ وہ عمر جب لڑکے شادی کو لے کر خوبصورت خیالات

کے مالک ہوتے ہیں جن کو شادی فینٹسی لگتی ہے ہاں انس مجتبیٰ ان سب لڑکوں جیسا ہرگز نہیں تھا اور نہ ہی شاید کبھی بن سکتا تھا اس کی ذات میں ایک خلاء رہ گیا تھا۔

"میں سعد کو لے کر جا رہا ہوں ۔ آپ لوگ کنٹینیو کریں۔"

وہ سعد کو لے کر چلا گیا اور پیچھے اس کے ماں باپ آج حقیقتا اپنی اولاد کو خود سے دور ہوتا دیکھ رہے تھے۔

وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب سعد جو اس کے ساتھ ہی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا اس نے سوال پوچھا۔

"بھائی، جب آپ چھوٹے تھے کیا اس وقت بھی ماما بابا ایسے ہی لڑتے جھگڑتے تھے۔"

"ہاں میری جان مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

وہ ٹینشن میں تھا مگر اس سے نرمی سے بات کر رہا تھا کیونکہ اسے اپنے بھائی کا حوصلہ بننا تھا۔

"بھائی پھر آپ پیپرز کی تیاری کیسے کرتے تھے؟"

NOVEL HUT

ہائے رے بچوں کی معصوم سوچ جن کو پیپرز اور نمبرز سے زیادہ کچھ اہم نہیں لگتا۔

"میں اورہان کے گھر جا کر پڑھائی کیا کرتا تھا جب امتحانات ہوتے تھے۔"

ساتھ ہی اس کی آنکھوں کے پار ایک دھندلا سا منظر لہرایا۔ ایف-ایس-سی کے امتحانات شروع تھے اور اس وقت بھی اس کے گھر یہی ماحول تھا وہ اورہان کی طرف آگیا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر تیاری کرنے لگا۔ فاریہ جو اس وقت آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی وہ بھی وہیں موجود تھی شاید اورہان سے کچھ پوچھنے کے لیے آئی تھی۔

"بھائی، آپکے دوست کے بھی ایگزامز ہیں؟"

"ہاں گڑیا وہ میری ہی کلاس میں ہے۔"

ذہین ہونے کی وجہ سے انس اسکالرشپ پہ اورہان کے ساتھ ہی پرائیویٹ کالج میں پڑھ رہا تھا اورہان کے پاس وسائل کی کمی نہیں تھی مگر اس کالج میں وہ بھی اپنی ذہانت کے بل بوتے پر اسکالرشپ پہ ہی پڑھ رہا تھا۔

"بھائی یہ ہر وقت اتنے سیریس کیوں ہوتے ہیں؟"

اپنی طرف سے اس نے اورہان کے کان میں سرگوشی کی تھی مگر اس کی یہ سرگوشی چونکہ کافی اونچی تھی لہذا انس سن چکا تھا۔ مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"بری بات فری، بڑا ہے وہ آپ سے اور ہمارے ایگزامز ہیں نہ اسی لیے وہ ٹینشن میں ہے۔"

"پر بھائی آپ کے بھی تو ایگزامز ہیں آپ تو ایسے غصے میں نہیں بیٹھے۔"

"فری ہر انسان کی اپنی نیچر ہوتی ہے کچھ سیریس رہنا پسند کرتے ہیں تو کچھ سے بالکل بھی سیریس نہیں رہا جاتا۔ یہ اس انسان کی ذاتی صفت ہوتی ہے۔ اس پہ اس کو جج نہیں کیا کرتے ۔ ٹھیک ہے؟"

"جی بھائی، مگر ان سے کہا کریں یہ تھوڑا سا ہنس بھی لیا کریں، اچھے لگیں گے۔"

NOVEL HUT

منہ بسور کر پہلے بھائی کی نصیحت پہ حامی بھری پھر مفت کا مشورہ جو کہ شاید ہر پاکستانی اپنا فرض سمجھتا ہے وہ دے کر بھاگ گئی۔ وہ جو ان بھائی بہن کی باتیں سن رہا تھا اس بات پہ کتاب پر سے سر اٹھا کر اس کو دیکھا اور اس کے دیکھنے پہ

وہ فوری طور پر کمرے سے واک آوٹ کر گئی۔ اور انس کے چہرے پہ ایک خوبصورت مسکان آگئی۔

شاید پہلی بار کسی نے اس کو اس مفید مشورے سے نوازا تھا۔

"میری فری دل کی بات فورا کر دیتی ہے ،مائینڈ نہیں کرنا یار"

"اب تو مجھے شرمندہ کر رہا ہے۔"

وہ جو خیالوں میں کھویا ہوا تھا سعد کی آواز پر ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔

"بھائی میرا تو ایسا کوئی دوست نہیں ہے۔"

سعد ہر انسان کو اچھے اور نیک دوست نہیں ملتے ، کچھ لوگوں کو تو اتنے ٹاکسک" دوست ملتے ہیں جو ان میں منفی سوچیں بھر دیتے ہیں یا ان کو کسی غلط کام پہ لگا دیتے ہیں اور ایسے لوگ دوست کے معاملے میں ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں مگر یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے ایسا دوست نصیب ہوا جس نے مجھے اذیت سے نکال کر ہمیشہ مثبت سوچیں ہی میرے اندر ڈالی۔ دوست بناتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے آپ اپنی صحبت چن رہے ہوتے ہیں اور اس میں ناکامی آپ کو یقینا بہت بھاری پڑتی ہے۔ اس لیے مجھے ہمیشہ اپنا دوست سمجھنا،

ہر مسئلہ میرے پاس لے کر آنا ہم مل کر اس کو حل کریں گے، کبھی جھوٹ بول کر بچنے کی کوشش مت کرنا کیونکہ سچ ایک نہ ایک دن سامنے آجاتا ہے مگر پھر جھوٹ بولنے والا اپنا بھروسہ کھو دیتا ہے۔"

"آج سے آپ میرے بیسٹ والے دوست ہیں۔"

"ہاں چیمپ، ضرور۔"

اورہان نے جب سے سعد کو چیمپ کہنا شروع کیا تھا تب سے وہ بھی اس کو چیمپ ہی کہتا تھا۔پیزا شاپ آچکی تھی اور وہ دونوں بھائی پیزا کھانے کے لیے شاپ کے اندر داخل ہو گئے۔

آج مریم کی مہندی کی رسم تھی رسم ہی کہا جائے تو مناسب ہوگا کیونکہ اس کا دین سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔۔

سارا ارینجمنٹ لان میں کیا گیا تھا لائٹنگ لگا کر لان کی شان و شوکت بڑھائی گئی تھی اور سوئمنگ پول کے اردگرد پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی لان میں اب

مہمان جمع ہونا شروع ہو چکے تھے اور وہ ان سب سے بیزار اپنے کمرے میں بے دلی سے بیٹھی تھی۔ایک منظر اس کی نگاہوں کے سامنے آنا شروع ہوا۔

"ہانی تمہیں شادی کا کونسا فنکشن سب سے زیادہ پسند ہے ؟"

"ولیمہ"

مگر ولیمہ تو بہت بورنگ ہوتا ہے نہ بینڈ نہ باجا، بس آو کھانا کھاو اور اپنے گھروں کو" جاو، لو بھئی یہ بھی کوئی فنکشن ہوا۔مجھے تو مہندی کا فنکشن سب سے زیادہ پسند ہے جس میں جی بھر کر ہلا گلا ہوتا ہے۔"

وہ ام ہانی کی پسند جان کر جی بھر کر بدمزہ ہوئی۔

مہرو ولیمہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہ نہایت پرسکون" ماحول میں ہوتا ہے اس روز ہلچل نہیں مچی ہوتی تو مجھے تو ولیمہ سب سے زیادہ پسند ہے۔مہندی میں فضول رسمیں ہوتی ہیں ،ناچ گانا بھی آج کل معمول بن چکا ہے ، فائرنگ جو بہت سے گھروں کے چراغ بجھا چکی ہے اور سراسر خطرہ ہے لوگ مہندی کے روز اپنا حق جان کر کرتے ہیں ، اگر تم مڈل کلاس طبقے میں دیکھو تو مہندی کی رات سے لے کر صبح فجر تک گانے بجتے ہیں جن کی وجہ سے نہ جانے

کتنے لوگ سکون کی نیند سے محروم ہو جاتے ہیں مگر وہ محلہ داری کی وجہ سے خاموش ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی ان کو روکے تو وہ صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ خوشی کا موقع ہے، مگر مہرو یہی بات تو سوچنے والی ہے کہ خوشی کے موقع پر ہم اس رب کی ذات کو کتنی آسانی سے فراموش کر دیتے ہیں حالانکہ اپنی خوشی اور اپنے غم میں سب سے پہلے تو ہمیں اپنے رب کو یاد کرنا ہوتا ہے ، مگر چونکہ آج کل یہ رسومات ٹرینڈ بن چکی ہیں اس لیے لوگوں کو غلط نہیں لگتی۔ مگر ہمیں صحیح اور غلط میں فرق کرنا آنا چاہیے۔ شادی ایک بہت اہم فریضہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہی سر انجام دینا چاہیے، اس سے اس پاک رشتے میں برکت نصیب ہوتی ہے۔"

آج اسے سچ میں اندازہ ہو رہا تھا کہ مہندی کی رسم ایک انتہائی فضول رسم ہے جس سے ہم اللہ کو ناراض کر بیٹھتے ہیں۔

وہ اپنے گھر والوں کو تو روک نہیں سکی مگر خود اس رسم میں شامل ہونا اب اسے انتہائی کٹھن محسوس ہو رہا تھا ۔

اتنی دیر میں ماریہ بیگم اس کے کمرے میں آئی تو اس کو ویسے ہی بیٹھا دیکھ انہیں شدید غصے نے آن گھیرا۔

"یہ کیا حرکت ہے مہرو، باہر مہمان جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں، بہن ہو تم اور ابھی تک گھر والے حلیے میں بیٹھی ہو۔"

"ماما میرا دل نہیں کر رہا اگر میں فنکشن نہ اٹینڈ کروں تو؟"

لان میں دھیمے دھیمے گانے کی آواز کمرے تک بمشکل پہنچ رہی تھی اور وہ اب کمرے سے باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔

"یہ کیا بچپنا ہے مہرو، میں کیا بتاوگی سب مہمانوں کو کہ دلہن کی چھوٹی بہن کیوں فنکشن میں شرکت نہیں کر رہی اور تمہاری بہن کی خوشی کا دن ہے تمہیں اس کے ساتھ ہونا چاہیے۔"

"ماما میں آپی کے ساتھ ہی ہوں اس کے لیے مجھے فنکشن میں شمولیت اختیار کرنا ضروری تو نہیں۔ لیکن صرف آپ کی اور آپی کی خوشی کے لیے میں صرف تھوڑی دیر کے لیے نیچے آوگی۔ اس سے زیادہ نہیں ماما۔"

NOVEL HUT

ٹھیک ہے چلو اٹھو اب جلدی ،مریم بھی پارلر سے آنے والی ہے زاوی لینے گیا"
"ہے اتنی بار کہا تم بھی پارلر چلی جاو مگر مجال ہے جو بات مان لو۔

ماما مجھے نہیں پسند اتنا ہیوی میک اپ، عجیب شکل بگاڑ دیتی ہیں پارلر والیاں ،"
"مجھے تو دور ہی رکھیں ان سب سے۔

"اچھا میری ماں اب اٹھ کہ تیار ہو جاو جلدی۔"

وہ خود تو چلی گئیں مگر مہرماہ اب زبردستی اٹھ کر کپڑے چینج کرنے کے لیے چلی گئی۔

جب اس نے لان میں قدم رکھا تو مہمانوں کو جھلمل کپڑوں میں اونچی اونچی آوازوں میں قہقہے لگاتے دیکھا بچے گانے کے بول پر ڈانس کرتے دکھائی دیے اور ان کے بڑے ان کو سراہتے نظر آئے۔ کبھی وہ بھی ان سب کا حصہ تھی مگر آج یہ سب اجنبی محسوس ہو رہا تھا۔ جب انسان اللہ کے راستے پر قدم رکھتا ہے اور جاہلیت سے باہر آتا ہے تو ماضی میں خود کو اس غفلت میں یاد کر کے انسان اپنے آنسوؤں پر اختیار کھو دیتا ہے جیسے اس وقت اس کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے سورج جیسے روشن چہرے تک آیا تو اس نے

فورا اسے صاف کیا اور چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ سجا کر آگے بڑھی ۔ دنیا داری نبھانا کتنا مشکل ہے یہ اسے آج محسوس ہو رہا تھا کیونکہ اللہ کے راستے پہ چلنے کی کوشش میں دنیا والے بہت روڑے اٹکاتے ہیں۔

اورہان جو کسی سے بات کر رہا تھا جب اس کی نگاہ مہرماہ پر اٹھی تو وقت جیسے وہیں تھم گیا اسے کسی کی آواز محسوس نہیں ہو رہی تھی فل بلیک ٹیل فراک پہنے جس پہ بلیک ہی موتیوں کا کام ہوا تھا، بلیک حجاب اوڑھے مہرون شال کندھوں پر ڈالے مہرون ہیلز کے ساتھ وہ سب میں منفرد اور بے حد حسین لگ رہی تھی ۔ ہلکی بھوری آنکھوں میں کاجل کی ڈور اس کی آنکھوں کو مزید پر کشش بنا رہی تھی۔

اورہان نے فورا نظر پھیر لی نہ جانے کیوں وہ اس لڑکی کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں پاتا تھا۔پتا نہیں وہ کون لوگ ہوتے ہیں جو اپنے محبوب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو ڈھیروں تکتے ہیں کم ازکم وہ ان لوگوں میں شامل نہیں ہو پاتا تھا اور وہ شامل ہونا بھی نہیں چاہتا تھا ابھی اس لڑکی کو تکنے کا حق اس کو میسر نہیں تھا۔ وہ کسی کی نظروں میں اس کو اور خود کو مشکوک بھی نہیں کرنا چاہتا

تھا کیونکہ محبت کی پہلی سیڑھی عزت ہوتی ہے اور وہ اس کی عزت پہ آنچ آنے نہیں دے سکتا تھا۔

لوگوں کی عجیب نگاہیں خود پر محسوس کرتے ہوئے بھی وہ پر اعتماد تھی ۔ اس کے سب رشتہ دار ماڈرن تھے اور کبھی وہ بھی ان جیسی ہی تھی مگر اب ایسا کچھ نہیں تھا۔ اس نے اللہ کے راستے کو چنا تھا اور اب اس پہ ثابت قدم رہنا تھا اور وہ بھی پوری شان سے۔

"ارے دیکھو تو سہی آئی بڑی پردہ کرنے والی، پہلے تو سب سے آگے ہوتی تھی پھر کبھی شادیوں میں نظر ہی نہیں آئی اور اب بہن کی مہندی پہ ایسے آئی ہے جیسے مہمان ہو۔"

یہ بات سننے کی دیر تھی کہ مہرماہ بات کرنے والی کے سر پر کھڑی تھی۔

"آنٹی اگر کوئی غلط کام چھوڑ کر درست کام کی طرف قدم بڑھائے تو اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں نہ کہ اس کو پچھلی زندگی کے طعنے دیں اور رہی بات بہن کی شادی میں شرکت کرنے کی تو میری بہن کو اس پہ کوئی اعتراض نہیں ہے کہ میں

کیسے کپڑے پہنوں اور کتنی دیر شرکت کروں اور آپ کو اپنے معاملات میں بولنے کی میں قطعا اجازت نہیں دوں گی۔"

کہنے کے بعد جب وہ مڑی تو اس کی نگاہ اورہان پر گئی جو بلیک شلوار قمیض پہنے اپنے مخصوص حلیے سے یکسر مختلف اس کو اپنے حق میں بولتا دیکھ اب مسکرا رہا تھا اور اس کو مسکراتے دیکھ اس کو مزید حوصلہ ملا اور اب اسے اپنی اس دن والی بے چینی کی وجہ سمجھ آگئی تھی اور اب وہ پر سکون تھی کیونکہ اس کے دل نے جس انسان پہ مہر ثبت کی تھی وہ اس قابل تھا۔ ہاں اسے وہ اشخص مل گیا تھا جس کو دیکھ کر اس کے دل نے یہ گواہی دے دی تھی کہ یہ وہی ہے جسے عالم ارواح میں اس کے رب نے اس کی قسمت میں درج کر دیا تھا۔

اگلی صبح سرفراز ولا میں ہلچل مچی ہوئی تھی کیونکہ وقت پر شادی ہال میں پہنچنا تھا۔ مہمانوں کی آمد سے پہلے وہاں پہنچنا تھا تاکہ ان کو خوش آمدید کہا جا سکے۔ جلدی جلدی سارے کام نمٹا کر وہ شادی ہال کی طرف روانہ ہوئے۔

وہیں اورہان کے کمرے میں آیا جائے تو وہ آج اپنے بابا کے اصرار پر تھری پیس پہنے اپنے منہ کے زاویے بگاڑ کر کھڑا تھا۔

"بابا میں نے آپ سے کتنی دفعہ کہا ہے کہ مجھ سے یہ گلے کا پھندا نہیں پہنا جاتا۔"

"کوئی پھندا نہیں ہے یہ جینٹل میں لگو گے اسے پہن کر۔"

"مجھے تو باندھنی بھی نہیں آتی ہے۔"

"ہاں تو میں باندھ رہا ہوں ناں اب خاموش ہو کر کھڑے ہو ورنہ میں نے اسے ہی تمہارے گلے میں کس دینا ہے۔"

وہ جو اپنے بیٹے کو آج جینٹل مین دیکھنے کے خواہشمند تھے اس کی ٹائی باندھتے ہوئے ٹائی کی ناٹ کس کر ڈھیلی کرتے ہوئے دھمکی دی۔

"اچھا ناں اب چپ ہوں میں مگر آپ اچھا نہیں کر رہے میرے ساتھ ۔آپکو پتا بھی ہے کہ میں کمفرٹیبل نہیں ہوتا ہوں ٹائی کے ساتھ ۔"

"برخوردار کوشش کرو گے تو ہو جائے گا اور اتنی سوٹ کرتی ہے تم پہ ٹائی ۔مجھے تو لگتا ہے نظر نہ لگ جائے اسی لیے احتیاط کے طور پر نہیں پہنتے۔"

"یہ سراسر الزام ہے مجھ پہ۔"

"چلو بندھ گئی ٹائی، اب باہر آو فورا ورنہ لیٹ ہو جائیں گے۔"

"آپ چلیں میں بس ابھی آیا۔"

حیدر صاحب چلے گئے اور اس نے شیشے میں خود کو دیکھا گرے تھری پیس سوٹ جس کی واسکٹ بلیک کلر کی تھی ساتھ بلیک ٹائی باندھے براون لوفرز پہنے، گھنگھریالے بھورے بالوں کو آج جیل سے سیٹ کیا گیا تھا۔ بائیں ہاتھ میں قیمتی رسٹ واچ پہنے آج وہ سچ میں بہت منفرد لگ رہا تھا اور ایسا مسحور کن کہ دیکھنے والے اس کو بغیر تھکے دیکھتے ہی جائیں۔ آخر میں پرفیوم سپرے کیے باہر کی جانب بڑھا۔

گاڑی شادی حال کی پارکنگ میں کھڑی کر کے اپنی فیملی کے ساتھ وہ مطلوبہ حال کی جانب بڑھا چونکہ مریم کی خواہش پہ اوپن ایئر میں دن کے وقت کا فنکشن تھا اس لیے ابھی دوپہر کا وقت تھا ویسے بھی نومبر کے آخری ایام تھے اس لیے موسم خاصا خوشگوار تھا۔

مطلوبہ ہال پہنچے تو سرفراز صاحب اور ان کی اہلیہ آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے ، زاویار مردوں کو ٹیبلز تک لے کر جا رہا تھا اور مہرماہ عورتوں کو۔ مہرماہ کے اصرار پہ مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام کیا گیا تھا درمیان میں ایک باؤنڈری لگائی گئی تھی۔

مہرماہ صوفیا بیگم اور فاریہ کو ریسیو کرنے ان کی طرف آرہی تھی جب اورہان کی نگاہیں اس کی جانب اٹھیں۔ سفید رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے جس پہ ہلکا اور نفیس گولڈن کام ہوا تھا، سفید حجاب کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ جو گولڈن رنگ کی شال جو اس نے کندھے پہ ڈال رکھی تھی جس پہ گولڈن کام کی وجہ سے وہ دھوپ کی روشنی میں جلمگا رہی تھی اس کے عکس کی وجہ سے اس کا چہرہ بھی جلمگا رہا تھا، گولڈن ہیلز پہنے سہج سہج کر چلتی آرہی تھی ۔ اس کی بھوری آنکھیں جو دھوپ کی وجہ سے اپنا رنگ مزید نمایاں کر رہی تھیں انہوں نے گویا اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے۔

آج اس کو اس رنگ میں دیکھ کر اسے وہ وقت یاد آیا جب پہلی بار اس لڑکی نے اس کے دل پہ دستک دے ڈالی تھی یہ اس وقت کی بات تھی جب مہرماہ نے لاء

کی ڈگری مکمل کی تھی اس کی کامیابی پہ سرفراز صاحب نے ایک چھوٹی سی سیلیبریشن پارٹی کا انعقاد کیا تھا۔

سفید رنگ کی لمبی قمیض کے ساتھ سفید کیپری پہنے ہوئے سلیقے سے بالوں پہ دوپٹہ ٹکائے وہ مسکرا کر سب سے مل رہی تھی۔ آج تک اس نے اسے سر پہ دوپٹہ رکھے نہیں دیکھا تھا مگر آج اس حلیے میں وہ اسے مکمل لگی تھی۔ وہ اس کے پاس سے گزر کر آگے بڑھنے لگی تھی جب اس کا سفید آنچل اس کے بازو کو چھو کر گزرا اور اس لمحے اس کے دل کو کچھ ہوا۔ پہلے تو وہ سمجھ نہیں سکا تھا مگر جلد ہی اسے اپنے جذبے کا احساس ہو گیا تھا۔

"اسلام علیکم آنٹی، کیسی ہیں آپ؟ فری اور آنٹی آپ آئیں میرے ساتھ۔"

اس ساحرہ کی آواز سے وہ اپنے ہوش میں لوٹا۔ وہ ان کو لے کر عورتوں والے حصے کی جانب چلی گئی۔ اور وہ اب سب سے مل رہا تھا۔

بارات آچکی تھی اور اب ان کا استقبال کیا جا رہا تھا۔ دلہے کے ساتھ ایک خوبرو نوجوان لمبے قد کاٹھ پہ سفید کلف والا سوٹ اور براون واسکٹ زیب تن

کیے ، براون کھیڑی چپل پہنے، ہلکی بڑھی شیو ، کالی سیاہ آنکھیں، اٹھی مغرور ناک اور چہرے پہ ایک رعب نظر آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ہی دو گارڈ ہاتھوں میں جدید گن تھامے آ رہے تھے۔

اس کو وہاں دیکھ کر گویا سب لوگ حیران تھے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں تھا کیونکہ وہ عریش سلطان تھا ، مشہور اور منجھا ہوا ایم-ان-اے، جس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ اپنی شخصیت کا سحر بکھیرتا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ لوگ تو اس کے ساتھ ایک تصویر لینے کے لیے ترستے تھے اور وہ کسی کو اجازت نہ دیتا تھا مگر یہاں بات مختلف تھی وہ اپنے دوست کی شادی میں شرکت کرنے آیا تھا اس لیے اسے مروت کا مظاہرہ کرنا تھا ۔ ایک لڑکے کے ساتھ سیلفی لیتے ہوئے اس کی نظر موبائل فون سے پیچھے ایک لڑکی پہ گئی اس کو دیکھ کر شناسائی کی رمق اس کے چہرے پر عود آئی۔

اسے کچھ دن پرانا ایک منظر یاد آیا۔ وہ ایک اہم سیاسی میٹنگ کے لیے جا رہا تھا جب اس کی بلیک پراڈو ایک گاڑی سے ٹکرائی، ٹکر زیادہ نہیں ہوئی تھی اس کی گاڑی کو بھی کچھ نہیں ہوا تھا مگر مقابل کی گاڑی کو تھوڑا نقصان ضرور پہنچا تھا

غلطی بھی اس کے ڈرائیور کی ہی تھی اس لیے گاڑی روک دی گئی مقابل گاڑی سے ایک لڑکی باہر آئی سبز عبایا پہنے کالے حجاب کو اپنے چہرے کے گرد اوڑھے وہ غصے سے اب ڈرائیور سے کچھ کہہ رہی تھی ۔بیک ویو مرر سے وہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا وہ عورتوں کی عزت کرتا تھا اسی لیے ابھی تک یہاں موجود تھا ورنہ اسے بالکل بھی پرواہ نہ ہوتی۔

دیکھیں میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ ہرجانہ بھریں ، ایسے میں آپ کو جانے" "نہیں دوں گی۔

"بی بی کونسا ہرجانہ، تمہاری بھی غلطی تھی۔"

پہلی بات تو یہ کہ مجھے تم کہہ کر مخاطب نہیں کرنا اور دوسری بات میں ایک وکیل" ہوں ،ایف -آئی-آر درج کرواوں گی اور تھانے میں نظر آو گے مجھے آپ بھی اور آپ کی گاڑی کا مالک بھی ۔ اس لیے شرافت سے نقصان کی بھرپائی کریں "کیونکہ غلطی سراسر آپ کی ہے۔

غصے سے تمتماتے چہرے کے ساتھ اب گاڑی کی طرف اشارہ کیا ، گاڑی میں بیٹھا ہوا شخص تو نظر نہیں آیا پر خیر اس کو دیکھنے میں کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔

اسے صرف اپنی گاڑی کے نقصان کا ہرجانہ چاہیے تھا وہ کسی کو اپنا نقصان کرتے کیسے برداشت کرتی۔

اس کی بات سن کر بلیک پراڈو میں بیٹھے عریش سلطان کے چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ آئی ۔ مطلب ایک سیاست دان کو تھانے کی دھمکی، سیریسلی۔۔وہ بہت کم مسکراتا تھا اور جب مسکراتا تھا تو ایسا سحر بکھیرتا تھا کہ شاید ہی کوئی اس سحر سے بچ پائے۔اس نے اندر بیٹھے ہی اپنے ڈرائیور کو اشارہ کیا جو مودب سا ہو کر اس کے پاس آیا۔ اس کا ادب دیکھ کہ اس کو مزید تپ چڑھی۔ مطلب مالک کے سامنے ایسا ادب اور لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں۔

"اصغر اس لڑکی کو نقصان کے پیسے دو اور فورا آو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"جی سر"

وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کو نقصان کے پیسے دیتا واپس آیا اور گاڑی سٹارٹ کر دی ۔پیچھے وہ اپنی گاڑی کے پاس کھڑی اس کی بلیک پراڈو کو گھوری سے نوازنا نہیں بھولی تھی۔

NOVEL HUT

اصغر تم نے اس لڑکی سے بد تمیزی کیوں کی؟ میں نے ہزار مرتبہ کہا ہے مجھے وہ"
"لوگ بالکل نہیں پسند جو عورتوں کی عزت نہیں کرتے۔

غصے میں اپنی گرج دار آواز میں اس سے استفسار کیا۔

"آئندہ نہیں ہو گا سر۔"

"ہونا بھی نہیں چاہیے۔"

منظر تو غائب ہو چکا تھا مگر اس لڑکی کو آج یہاں دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت کا شکار تھا۔ معلوم ہونے پرپتا چلا کہ وہ دلہن کی بہن ہے اور دلہن کی بہن کی تعلیم سے تو وہ اس دن ہی آگاہ ہو گیا تھا۔ عبایا کی بجائے اس کو سفید رنگ کے خوبصورت فراک میں دیکھ کر وہ یقیناً یہ کہہ سکتا تھا کہ سفید رنگ اس پہ بہت جچتا تھا۔

وہیں زویا کی نظریں اورہان کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ وہ تو اس کو دیکھ کر دیوانی سی ہو گئی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ اس نے خوبصورت لڑکے نہیں دیکھے تھے مگر اس مغرور بادشاہ کو دیکھ کر وہ سب کچھ بھول بیٹھی تھی۔

وہیں وہ دونوں ، لوگوں کی سوچوں سے بے خبر آج ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت پرسکون تھے ۔شاید وہ دونوں ایک دوسرے کی کیفیت کو سمجھ چلے تھے۔

اورہان نے جب عریش کو دیکھا تو حیران ہوا ۔آج کل وہ جس پراجیکٹ پہ کام کر رہا تھا وہ عریش کا ہی تھا جو اسے حکومت کی طرف سے ملا تھا۔ ایک ایسی فیکٹری جہاں عام لوگوں کو کام مل سکے وہ چاہتا تو پراجیکٹ کے پیسے کھا کر آرام کرتا مگر وہ ایسے لوگوں میں شامل نہیں تھا جو اپنے فرائض سے لاپرواہی برتیں۔

"مسٹر عریش سلطان"

اس نے پلٹ کر دیکھا تو اورہان کھڑا تھا۔

او واو واٹ آ سرپرائز مسٹر اورہان آپ یہاں، مجھے تو لگتا ہے آج کا میرا دن"

"سرپرائزز سے بھرپور ہے۔

اس بات پہ وہ دونوں مسکرا اٹھے۔ وہ دونوں خوبصورتی اور رعب میں ایسے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ خوبصورت اور رعب دار ہے یہ فیصلہ نہایت کٹھن ثابت ہوتا۔

"پراجیکٹ کہاں تک پہنچا ؟ میں مصروفیات کی وجہ سے پوچھ نہیں سکا۔"

کام جاری ہے جیسا آپ نے کہا ہے ویسا ہی بنے گا، آپ فکر مند نہ ہوں ۔"
"شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔

آپ پہ یقین کر کے ہی یہ پراجیکٹ آپ کو دیا ہے کیونکہ یہ میری ریپوٹیشن کا"
"سوال ہے۔

"شکریہ، اور آپ یہاں کیسے؟"

وہ حقیقتا جاننا چاہتا تھا۔

عماد میرا دوست ہے اس کے ہی اصرار پر آیا ہوں ورنہ مجھے تو یہ شادی کے"
"فنکشنز سے بہت الرجی ہے۔ بائے دا وے آپ یہاں کیسے؟

"دلہن کے والد اور میرے والد بہت پرانے دوست ہیں۔"

"او آئی سی ، چلو کسی دن کنسٹرکشن سائٹ کا وزٹ کروں گا۔"

"شیور، پھر ملاقات ہو گی۔"

NOVEL HUT

حیدر صاحب کی آواز پر وہ ان کے پاس چلا گیا اور پیچھے وہ اس سفید رنگ کے جوڑے میں ملبوس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا اور یہ پہلی بار تھا کہ عریش سلطان کسی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اتنی دیر میں وہاں سے مہرماہ کا گزر ہوا تو وہ فورا اس کو روک بیٹھا۔

" ایکسکیوز می محترمہ"

وہ جو سرفراز صاحب کو بلانے کے لیے یہاں پر آئی تھی مڑ کر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ جانا پہچانا لگ رہا تھا غالبا وہ اس کو ٹی وی پر دیکھ چکی تھی۔

"جی؟"

"میں عماد کا دوست ہوں عریش سلطان، آپ عماد کو بلا دیں گی؟"

عماد کا اس وقت برائیڈل روم میں مریم کے ساتھ فوٹو شوٹ ہو رہا تھا ۔ اس لیے اس نے مہرماہ کے ذریعے اس کو بلانا مناسب سمجھا ویسے بھی وہ اس لڑکی سے بات کرنا چاہتا تھا۔

"اگر میں غلط نہیں ہوں تو آپ ایم ان اے عریش سلطان ہیں۔"

وہ اس کو پہچان چکی تھی۔

"مائی پلیئر کہ آپ کو میرا علم ہے۔"

اس کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ آگئی ۔

آف کورس آپ اس قابل ہیں کہ آپ کو یاد رکھا جائے ورنہ سیاست دانوں سے" مجھے تو سخت الجھن ہے مگر چونکہ آپ ایک عزت دار اور دیانت دار سیاست دان ہیں اس لیے آپ کو میں کیسے بھلا سکتی ہوں آپ نے عوام کے لیے بہت "اچھے اور نیک کام کیے ہیں اور میرا خیال ہے آگے بھی کریں گے۔

وہ پروفیشنل انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔

"جی ضرور ویسے آپ وکیل ہیں غالبا۔"

ہنسی روک کر اپنا اندازہ پیش کیا۔ جو کہ بالکل بھی اندازہ نہیں تھا۔

"مجھے حیرت نہیں ہوئی سیاست دان کافی شاطر ہوتے ہیں۔"

"مگر ہر سیاست دان شاطر ہو یہ بھی تو ضروری نہیں ہوتا۔"

وہ جان بوجھ کر بات کو طول دے رہا تھا۔

اس کے بر عکس اگر آپ مجھے یہ کہتے کہ ہر سیاست دان برا ہو یہ ضروری نہیں"
"ہوتا تو میں مان بھی جاتی مگر یہ بات میں مان نہیں سکتی۔

"ہینڈز اپ، ویسے وکیل سے بھی باتوں میں کوئی نہیں جیت سکتا۔"

"ہاں یہ تو آپ نے بالکل درست فرمایا۔"

اتنی دیر میں عماد کی والدہ وہاں آئیں۔

مہرماہ، مریم تمہیں بلا رہی ہے میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔ ارے"
"عریش بیٹا آپ کی کہاں جانے کی تیاری ہے؟

"جی آنٹی بس میں ابھی جا رہی ہوں۔"

وہ فورا وہاں سے چلی گئی۔

آنٹی میں عماد کو خدا حافظ کہنے کے لیے انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے ایک سیاسی"
"کمپین پر جانا ہے۔

بیٹا بہت شکریہ آپ کا آنے کے لیے، عماد کو میں بتا دوں گی آپ خیریت سے"
"جاو۔

ان کے لیے اتنا ہی بہت تھا کہ وہ ان کے لیے وقت نکال کر آیا ہے وہ اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"شکریہ آنٹی اب میں چلتا ہوں۔"

وہ اپنی گاڑی کی جانب آرہا تھا پیچھے اس کے گارڈ چلے آرہے تھے اس کی سوچوں میں اب ایک ہی نام تھا۔ دھیرے سے لبوں کو جنبش دی اور اس نام کو اپنی زبان سے ادا کیا۔

وہیں زویا جو کافی دیر سے اورہان کو دیکھ رہی تھی اب اسے اکیلا دیکھ اس کے پاس چلی ائی۔ وہ ایک ماڈرن اور کھلے ماحول کی لڑکی تھی جسے لڑکوں سے بات کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

"ہائے مسٹر؟۔۔۔"

یہ صاف صاف نام جاننے کی کوشش تھی جس میں وہ کامیاب بھی رہی۔

" اورہان۔۔۔ اورہان حیدر عظیم"

واو آپ کا نام تو بالکل آپ کی پرسنیلٹی جیسا ہے۔ ویسے میں ہوں زویا ابراہیم"

"

ساتھ ہی اس کے آگے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

وہ چڑ چکا تھا کیونکہ اسے لڑکیوں کی یہ بے باکی سخت ناپسند تھی۔

"آپ کو مجھ سے کوئی کام تھا؟"

اب تو سارے کام تمہاری طرف ہی نکلتے ہیں۔۔۔" منہ میں بڑبڑائی کیونکہ اس" کو کہنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

"محترمہ آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

دوبارہ پوچھا گیا اور ساتھ ساتھ وہ اب اردگرد بھی دیکھ رہا تھا کیونکہ کسی انجان لڑکی کے ساتھ کھڑے ہو کر بات کرنا اس کو اور اس لڑکی کو مشکوک کر سکتا تھا۔

"جی وہ آپ مجھے اپنا نمبر دے سکتے ہیں؟"

گڑبڑا کر جواب دیا اور اورہان کو اس لڑکی کی ذہنی کیفیت پہ شک ہوا۔

"واٹ۔۔۔"

وہ انتہائی طیش اور افسوس سے بولا۔

"نہیں کچھ نہیں وہ میں چلتی ہوں۔"

وہ تیز تیز قدموں سے وہاں سے چلی گئی اور اورہان کا سارا موڈ خراب کر گئی۔

شادی کی تقریبات کے بعد آج وہ یونیورسٹی آئی تھی اور یونیورسٹی میں آج ایک تقریب کی تیاریاں جاری تھیں۔ معلوم کرنے پر پتا چلا آج موٹیویشنل سیشن ہونا ہے جس پہ ایک مشہور موٹیویشنل سپیکر کو مدعو کیا گیا ہے اور ایک سیاسی شخصیت کو بھی چیف گیسٹ کے طور پر بلایا گیا ہے۔ مگر عین وقت پہ موٹیویشنل سپیکر نے کسی قریبی رشتہ دار کی ڈیتھ کی وجہ سے آنے سے انکار کر دیا اور اب سب کی نگاہیں مہرماہ پر تھیں کیونکہ وہ اپنے کالج میں بھی ایک اچھی موٹیویشنل سپیکر رہ چکی تھی۔ اور لوگ اس کی بات پسند بھی کرتے تھے۔

آج سالوں بعد وہ دوبارہ سٹیج پہ کھڑی موٹیویشنل لیکچر دینے لگی تھی۔ کانفیڈنس کی کمی اس میں پہلے بھی نہیں تھی اور اب تو وہ باقاعدہ ٹیچر تھی۔ گہرا سرمئی عبایا پہنے جس کے کف پہ سفید موتی جڑے تھے، سفید حجاب اوڑھے وہ اب بولنا شروع ہو چکی تھی۔

دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو سیلف - موٹیویٹڈ ہوتے ہیں" اور دوسرے وہ جنھیں باقاعدہ موٹیویشن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب محرکات کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ انسان کبھی کوئی بھی چیز مسلسل نہیں کر پاتا، کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جنہیں کسی چیز کو کرنے کا جنون چڑھتا ہے تو دو چار دن بہت لگن سے وہ کام کرتے بھی ہیں مگر پھر جلد ہی ان کا سارا جنون اتر بھی جاتا ہے اب ایک مثال کے ذریعے اپنی بات سمجھاوں گی ایک ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں ایک ماں جس کے پاس چھوٹا سا بچہ موجود ہے وہ مر جاتی ہے آپ کا گزر وہاں سے ہوا آپ نے اس روتے بلکتے بچے کو اٹھا لیا، معلوم کرنے پر بھی آپ کو اس کے گھر والوں کا پتا نہیں چل سکا آپ کو اس بچے پہ رحم آگیا آپ اس کو اپنے گھر لے آئے، اس کی کفالت کی ذمہ داری آپ نے اپنے سر لے لی۔ پھر کیا ہو گا؟ لوگ آپ سے اس بچے کے متعلق استفسار کریں گے کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ تمہارے پاس کیا کر رہا ہے؟ کہیں یہ تمہارا بیٹا تو نہیں؟ یا پھر یہ کسی کی ناجائز اولاد تو نہیں؟ آپ پہلے جوش میں اس کو لے تو آتے ہیں مگر پھر آپ کو احساس ہوتا ہے کہ شاید آپ نے غلط کر دیا، یہ آپ کا جذباتی فیصلہ تھا اور آپ کو پچھتاوا آن گھیرتا ہے۔ یہی لوگ جو مختلف باتیں بنا رہے اگر یہ آپ کے اس قدم پہ آپ

کی حوصلہ افزائی کرتے تو یقینا آپ بھی اچھا محسوس کرتے اور اس طرح آپ بھی نیکی کر لیتے اور اس بچے کا بھی بھلا ہو جاتا۔ جبکہ سیلف موٹیویشن وہ قوت ہے جو ہمیں آگے بڑھنے پر مجبور کرتی رہتی ہے-یہ حاصل کرنے،پیدا کرنے، ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے لیے ہماری داخلی مہم ہے۔ جب آپ سوچتے ہیں کہ آپ کسی چیز کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں، یا آپ صرف یہ نہیں جانتے کہ کیسے شروع کیا جائے، تو آپ کی خود کی حوصلہ افزائی ہی آپ کو آگے بڑھنے پر مجبور کرتی ہے۔"

چیف گیسٹ آچکے تھے اور اب سب سے مل کر اپنی مخصوص نشست پر بیٹھ گئے۔ اس کی نظریں سٹیج پر کھڑی لڑکی پہ گئی تو اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولی کہ کہیں یہ اس کا وہم تو نہیں مگر یہ اس کا وہم نہیں تھا وہ سچ میں وہاں موجود تھی۔

ماہر نفسیات نے محرک کے مختلف نظریات تجویز کیے ہیں، جن میں ڈرائیو " تھیوری، انسٹنٹ تھیوری، اور ہیومنسٹ تھیوری (جیسے مسلو کی ضروریات کی

درجہ بندی) شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی مختلف قوتیں ہیں جو ہمارے محرکات کی رہنمائی کرتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بول رہی تھی اور وہ یک ٹک اسے دیکھی جا رہا تھا وہ سفید رنگ کے حجاب میں، بولتے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی اس کی تو نگاہیں ہی ہٹ نہیں رہی تھیں۔ اتنی دیر میں مہرماہ کی نظر بھی اس پر گئی اور وہ اس کو پہچان بھی چکی تھی وہ مشہور ایم این اے اور عماد بھائی کا دوست تھا۔

اس کو اپنی جانب دیکھتا پا کر عریش مسکرایا تو اس نے فورا نگاہیں پھیر لیں غالبا وہ بھی اس کو پہچان چکا تھا۔

اس نے لیکچر ختم کیا تو سارا آڈیٹوریم تالیوں سے گونج اٹھا۔ وہ شکریہ کہہ کر نیچے آئی۔ اور اس سے دو کرسیاں چھوڑ کر بیٹھ گئی۔ کچھ سٹوڈنٹس نے ٹیبلوز پیش کیے اور کچھ نے ملی نغمے پڑھے۔ سب سٹوڈنٹس میں انعامات تقسیم کئے گئے اور اس کو بھی شیلڈ سے نوازا گیا۔ شیلڈ وصول کرنے جب وہ سٹیج پہ گئی تو عریش جو چیف گیسٹ کی حیثیت سے انعامات دے رہا تھا مسکرا کر اس کی طرف شیلڈ بڑھائی۔

"ویل ڈن مس مہرماہ"

"تھینک یو سر"

تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔ اب اس کا رخ پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف تھا جب ہجوم میں سے نکل کر وہ اس کے پاس آیا۔ پیچھے سیکیورٹی گارڈز سب کو ہینڈل کر رہے تھے۔

"مس مہرماہ"

وہ جو گاڑی میں بیٹھنے ہی والی تھی اس کو وہاں پا کر حیران ہوئی۔

"آپ یہاں؟"

جی ،ویسے وکیل اتنے اچھے موٹیویشنل سپیکر بھی ہوتے ہیں آج معلوم ہوا۔"
"آپ تو مجرم کو بھی اچھے کاموں پر لگا سکتی ہیں۔

"اب آپ مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔"

ویسے کیا مجھے آپ کا نمبر مل سکتا ہے الیکشن کمپین میں مجھے آپ کی بہت"
"ضرورت پڑے گی۔

"آپ مجھ پر طنز کر رہے ہیں؟"

میری یہ مجال محترمہ، آپ ایک وکیل ہیں اور اچھا بول بھی لیتی ہیں بس اسی"
"لیے اور اگر آپ کو میرا نمبر مانگنا اچھا نہیں لگا تو میں معذرت خواہ ہوں۔

وہ جو کسی سے معذرت نہیں کرتا تھا نہ جانے کیسے اس لڑکی کے برا مان جانے پر معافی مانگ گیا۔

اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ میرا نمبر نوٹ کیجئے اور ہاں میری فیس بہت"
"بھاری ہو گی۔

اس کی معذرت کا اثر زائل کرنے کے لیے آخر میں مسکرا کر اپنی فیس کی دھمکی بھی دے ڈالی۔

"آپ کی فیس کم ہونی بھی نہیں چاہیے محترمہ۔"

نمبر نوٹ کرنے کے بعد خدا حافظ کہہ دونوں اپنی منزل کی جانب گامزن ہو گئے۔

سعد کے امتحانات ہو رہے تھے اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ وقت پر گھر آجایا کرے تاکہ اگر سعد کو کسی چیز میں مسئلہ آرہا ہے تو وہ اس کی مدد کر دے۔ وہ گھر میں داخل ہوا تو اس کا سامنا ماہ رخ سے ہوا دو سال بعد اسے دیکھ کر وہ خوش ہوا تھا وہ اس کی اچھی کزن اور دوست تھی پورے خاندان میں اسے صرف اس لڑکی اور اس کی ماں سے ہی لگاو تھا جو کہ اس کی خالہ تھی۔ ماں کی بہنیں واقعی بہت اچھی ہوتی ہیں اور وہ تحمینہ خالہ کی صورت میں دیکھ چکا تھا۔

ہے کزن، کیسے ہو بھئی اب تو بڑے عہدے پہ پہنچ گئے ہو اب ہم غریب" "کہاں تمہیں یاد آئیں گے۔

وہ بیچاری شکل سے شرارتا بول رہی تھی۔

"ہاں کہہ تو بالکل ٹھیک رہی ہو ویسے آپ کو پہچانا نہیں میں نے؟"

"انس مجتبیٰ تم میرے ساتھ یہ سب کیسے کر سکتے ہو؟"

وہ ڈرامائی انداز میں بول رہی تھی۔ ماہ رخ اس کی ہم عمر تھی اور شروع سے ہی دونوں میں اچھی دوستی تھی مگر کیا کہتے ہیں ناں دوستی میں کسی ایک کو محبت بھی ہو جاتی ہے اور ماہ رخ اسی محبت کا شکار ہو چکی تھی۔

"اچھا اب زیادہ ڈرامے نہیں کرو، خالہ بھی آئیں ہوگی مجھے ان سے بھی ملنا ہے۔"

وہ اندر خالہ کے پاس آیا جو اپنے بھانجے کو پولیس وردی میں ملبوس دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ کچھ عرصہ پہلے ہی خالہ ماہ رخ کو لے کر خالو کے پاس دبئی شفٹ ہوگئیں تھی۔ اسی لیے انس کے پولیس میں بھرتی ہونے کے بعد آج جا کر وہ ان سے ملنے آئی تھیں۔

"میرا انس کتنا بڑا ہو گیا ہے، اب ملک کی خدمت کرے گا، اللہ تجھے سلامت رکھے بچے، تیری خالہ کی دعائیں ہمیشہ تیرے ساتھ ہیں۔"

وہ اس کے سر پہ پیار دیتے ہوئے کہہ رہیں تھی۔

"جانتا ہوں خالہ کہ آپ ہمیشہ میرے ساتھ ہیں۔"

اس کی ماں اپنے بیٹے کی خالہ سے محبت دیکھ کر بہت خوش تھی۔ خاندان میں کوئی ایک رشتہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو ہمیشہ آپ کے ساتھ مخلص ہوتا ہے اور انس کے لیے وہ رشتہ اس کی خالہ تھی۔ اورہان کے بعد اس کی خالہ ہی تھی

جنھوں نے ہمیشہ اس کی ہمت بندھائی تھی اور خالہ کی بیٹی بھی اپنی ماں کی طرح ہمیشہ ان کے ساتھ مخلص رہی تھی۔

"خالہ، خالو نہیں آئے پاکستان؟"

اب وہ اسے کیا بتاتی کہ ان کو اس کے گھر آنا پسند نہیں تھا ہمیشہ کے لڑائی جھگڑوں سے وہ اکتا چکے تھے کیونکہ ان کی موجودگی میں بھی گھر میں کوئی نہ کوئی بات ہو ہی جاتی تھی۔

"بیٹا وہ اپنے بھائی کی طرف گئے ہیں، اس کے بعد ان کو ضروری کام کے لیے بھی جانا تھا اس لیے ہم پہلے ہی ادھر آ گئے ورنہ ضرور ان کے ساتھ ہی آتے۔"

"جی ٹھیک ہے خالہ آپ بیٹھیں میں فریش ہو کر آتا ہوں اور سعد کو بھی دیکھ لوں اس کے امتحانات ہیں۔"

ہر ذمہ داری کو نبھاتے دیکھ ان کے دل میں پھر سے وہی خواہش جاگی مگر وہ اس پر عمل نہیں کر سکتی تھی۔ بعض اوقات انسان چاہ کر بھی اپنی خواہشات پوری نہیں کر پاتا اور ان کا بھی یہی حال تھا۔

وہ واپس آیا تو اپنی امی اور خالہ کو کسی کے رشتے کے متعلق باتیں کرتے پایا۔ ماہ رخ بھی وہیں موجود تھی۔

"ارے بھئی کس کے رشتے کے بارے میں بات ہو رہی ہے؟"

خوشگوار موڈ میں استفسار کیا۔ ساتھ ہی پیسٹری اٹھانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے۔

وہ تمہارے خالو ماہ رخ کی شادی اپنے بھائی کے بیٹے کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔"

"بس اسی بارے میں بات کر رہی تھی۔

یہ بات سن کر پیسٹری کی طرف جاتے انس کے ہاتھ تھم گئے تھے۔ وہ جو اس کی ہر حرکت نوٹ کر رہی تھی اس بات پہ دل میں ایک امید سی جاگی۔

"کیا سچ میں خالہ آپ اس کی شادی کروا رہی ہیں؟"

وہ شاکڈ تھا اسی لیے پوچھ بیٹھا۔

ہاں بچے اس بار اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ لڑکیوں کی"

"شادی ویسے بھی جلدی کر دی جاتی ہے۔ اس کی عمر بھی بڑھتی جا رہی ہے۔

وہ خاموش ہو چکا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا۔

اگلی صبح فجر کے وقت کے پر نور ماحول میں لان میں مہرماہ پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ ہیزل آنکھوں کو سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں کے پار ایک منظر لہرایا۔

"ہانی تمہارے نزدیک محبت کیا ہے۔؟"

"محبت ایک بہت خوبصورت جذبہ ہے مہرو، مجازی محبت کی بات کی جائے تو اس میں آپ اپنے محبوب کو دیکھنے کی چاہ کرتے ہیں اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خواہش کرتے ہیں، اس کے خواب بنتے ہیں، اس کی آنکھوں میں اپنے لیے انوکھے رنگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ محبت الہام کی طرح ہوتی ہے یہ دلوں پہ اترتی ہے آپ کے چاہنے نہ چاہنے سے فرق نہیں پڑتا، بعض اوقات آپ کو کسی ایسے انسان سے محبت ہو جاتی ہے جس سے محبت کے بارے میں آپ سوچ بھی نہیں پاتے۔"

"ہمیں کیسے کسی کی آنکھوں کو دیکھ کر اس کے دل کا حال محسوس ہو گا؟"

وہ کھوئی کھوئی اس سے پوچھ بیٹھی۔

"یہ بھی ایک مخصوص کیفیت ہوتی ہے جس میں آپ مقابل کی آنکھوں کو دیکھ کر اس کے دل کا حال جان جاتے ہیں اس کے لیے آپ کو محبت کا علم ہونا ضروری ہوتا ہے مگر بعض اوقات آپ کا اندازہ غلط بھی ہو جاتا ہے ، مثلا آپ کسی کو پسند کرتے ہیں تو آپ کو یہ محسوس ہو جیسے وہ بھی آپ کو پسند کرتا ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا کچھ نہ ہو، تو یہ کیفیت اس لیے ہوتی ہے کیونکہ آپ تصور کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ انسان بھی آپ کو ہی پسند کرے گا آپ اس کی نگاہوں کا مفہوم غلط سمجھ جاتے ہیں۔"

"اور اگر ہم کسی کی نگاہوں کا مفہوم غلط سمجھ جائیں تو کیا کرنا چاہیے؟"

"وہی جو ایک عزت دار اور باوقار انسان کو کرنا چاہیے ہمیں اس کے انکار کو قبول کر کے اس کی زندگی سے نکل جانا چاہیے ۔ اور کبھی اس سے بدلہ لینے کا نہیں سوچنا کیونکہ اس میں نہ اس کی غلطی ہوتی ہے اور نہ ہی آپ کی۔ اس لیے اس کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔"

"ہانی جانتی ہو جب کبھی مجھے کسی کو دیکھ کر محسوس ہو گا کہ یہ وہی ہے جسے عالم ارواح میں اللہ پاک نے میرا ساتھی لکھ دیا تھا تو میں فورا اس کو بتا دوں گی۔"

"وہ کیوں؟"

کیونکہ اگر وہ کسی اور سے محبت کر بیٹھا تو میں بہت پچھتاوں گی۔ اس لیے دیر"
"نہیں کروں گی۔

وہ صاف صاف اپنے ارادے سے آگاہ کر گئی۔

مہرو جو قسمت میں ہوتا ہے وہ مل ہی جاتا ہے کوئی آپ سے اس کو چھین نہیں"
سکتا۔ ہاں لیکن دل کی تسلی کے لیے ایک بار مقابل کو اپنی کیفیت سے آگاہ کر
دینے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ آپ کا ارادہ اور نیت صاف ہو اور ہاں اگر وہ
انکار کر دے تو پیچھے ہٹ جانا لیکن اگر مثبت جواب دے تب بھی اس سے کسی
قسم کا رابطہ نہیں رکھنا اس کو کہنا کہ اگر وہ سیریس ہے تو رشتہ بھیجے۔ اس کی
محبت میں اللہ پاک کی محبت کو پیچھے مت ڈالنا۔ محبت بری چیز نہیں ہے اگر
"اسے حدود میں رہ کر کیا جائے۔

منظر تو غائب ہو چکا تھا مگر وہ اب اس سوچ میں تھی کہ کیا اورہان واقعی اس
سے محبت کرتا ہے۔ کہیں وہ اس کی نگاہوں کا غلط مفہوم تو نہیں سمجھ گئی۔ اور

کیا اسے اورہان سے بات کرنی چاہیے کیونکہ کچھ چیزیں کہنا تو بہت آسان لگتی ہیں مگر جب وقت آتا ہے تو انسان کو اس سے مشکل کچھ نہیں لگتا۔

انس کو ایک کیس کے متعلق اورہان سے بات کرنا تھی وہ اس کیس کو لے کر خاصا پریشان تھا چونکہ اورہان خاص تفتیشی ذہن رکھنے والا تھا، لوگوں کی پرکھ کرنا اس کو بخوبی آتا تھا۔ سی ایس ایس کا امتحان دیتے وقت بھی اس نے اورہان سے کہا تھا کہ میری بجائے تمہیں اس فیلڈ میں جانا چاہئے مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا بس عمارتیں بنانے کا شوق سر پر سوار تھا تو کسی دوسری چیز کے بارے میں سوچنا ترک کر دیا۔ وہ اپنا سو فیصد اسی کام میں دینا چاہتا تھا مگر وہ دوسرے کاموں میں بھی بہت اچھا تھا۔

"اورہان تم سے ایک ضروری بات ڈسکس کرنی ہے؟"

"کس بارے میں، سب خیریت تو ہے ناں؟"

وہ متفکر ہوا تھا۔

"مل کر بتاوں گا۔"

"اچھا چل گھر ہی آجا۔ ابھی میں آفس نہیں گیا۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی نکلتا ہوں۔"

یہ کہتے اس نے فون رکھ دیا شاید اورہان اس مسئلے کا حل نکال سکے کیونکہ یہ مسئلہ اس کی سوچ سے باہر تھا۔

وہ اورہان کے گھر داخل ہوا۔ گیراج میں گاڑی پارک کرتے ہوئے اس کی نظر ایک گاڑی پر گئی جس سے اسے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں۔ اس نے داخلی دروازہ عبور کیا تو اس کی سماعت میں ایک ایسی آواز پڑی جس سے اس کا دل مٹھی میں آگیا۔ دل کو مضبوط کر کے وہ اندر داخل ہوا۔ سب نے اس کو خوشامدید کہا اور اورہان نے مہمانوں سے معذرت کی کیونکہ اس کے لیے اس کا دوست اور اس کی پریشانی زیادہ اہم تھی۔

وہ دونوں اورہان کے کمرے کی جانب آ گئے۔

کیس کے بارے میں ڈسکشن کر کے وہ گھر روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ خالہ اور ماہ رخ اپنے گھر چلے گئے ہیں انہوں نے اپنا پاکستان والا گھر بیچا نہیں تھا۔

وہیں اور ہاں آفس روانہ ہوا کیونکہ عریش کے پراجیکٹ میں وہ کوئی کمی نہیں چاہتا تھا وہ ایک اچھا سیاست دان تھا وہ اس کی اور اپنی ساخت خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مہرماہ نے آج یونیورسٹی سے چھٹی لی تھی کیونکہ آج مریم نے آنا تھا وہ اپنی آپی کو بہت یاد کرتی رہی تھی اس لیے یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھی۔مریم گھر آچکی تھی اور اس کے ساتھ ہی عماد بھائی بھی آئے تھے وہ ان سے گپ شپ کرتی رہی پھر مریم کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی آئی کیونکہ سرفراز صاحب اپنے داماد سے بزنس کے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔

"آپی مجھے آپ کی بہت یاد آتی ہے۔"

وہ مریم کا ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی۔

میری جان میں نے بھی بہت یاد کیا تم سب کو۔ سسرال جتنا بھی اچھا ہو میکے" والی بات نہیں ہوتی۔ مہرو بہت سی لڑکیاں وہ ہوتی ہیں جن کو میکہ اچھا ملتا ہے مگر سسرال کے معاملے میں وہ مار کھا جاتی ہیں اور بہت سی ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو سسرال زیادہ اچھا ملتا ہے مگر ابھی تک میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی ہوں کہ

مجھے زیادہ اچھا میکہ ملا ہے یا سسرال یا پھر شاید مجھے دونوں ہی بہت اچھے ملے

ہیں۔"

وہ الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔ لیکن خود کو خوش قسمت بھی سمجھ رہی تھی۔

آپی ہم لڑکیوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ہم میکے اور سسرال کا مقابلہ" کرنے لگ جاتی ہیں ۔ دونوں کی اپنی جگہ ہوتی ہے اور دونوں کو مختلف طرح سے ہینڈل کرنا ہوتا ہے ۔ جب آپ میکے میں ہوتی ہیں تو نا سمجھ ہوتی ہیں آپ میں ذمہ داری کی کمی ہوتی ہے مگر سسرال جانے سے پہلے آپ کو میچور اور ذمہ دار ہونا چاہیے۔ بہت لوگ چاہے لڑکے ہو یا لڑکیاں وہ بہت لا ابالی ہوتے ہیں ان کو معاملات کو ہینڈل کرنا نہیں آتا اور افسوس کی بات یہ ہے کہ جب کوئی لڑکا غیر ذمہ دار ہو تو کہتے ہیں اس کی شادی کروا دو خود ہی ذمہ دار ہو جائے گا مطلب یار آپ کسی کی بہن ،بیٹی کی زندگی کیوں داو پر لگا رہے ہو۔ اور لڑکیوں کو تو باقاعدہ شادی سے ڈرایا جاتا ہے مثلا وہ کوئی کام صحیح سے نہیں کر پا رہی تو یہ کہہ دینا کہ تم سسرال جا کر مجھے بے عزت کرواو گی یا پھر یہ کہہ دینا کہ سسرال والوں نے کوئی تمہارے نخرے نہیں اٹھانے۔"

"پر مہرو ہر ایک کو تو شادی سے نہیں ڈرایا جاتا؟"

آپی جن کو ڈرایا نہیں جاتا ان کو ضرورت سے زیادہ خواب دکھا دیے جاتے ہیں،" ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی شہزادہ آئے گا وہ آپ کے سارے مسائل حل کر دے گا وہ اپنے ہمسفر کو لے کر بہت اونچے خواب دیکھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور پھر خواب پورے نہ ہونے کی صورت میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ کوئی بھی رشتہ پرفیکٹ نہیں ہوتا مگر پھر وہ اس میں پرفیکشن تلاش کرتے ہیں۔ اور پرفیکشن نہیں ملنے کی صورت وہی سب کچھ ہوتا ہے جو تقریبا ہر گھر میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ کیونکہ ہم ضرورت سے زیادہ امیدیں وابستہ کرلیتے ہیں۔ اسی لیے رشتوں میں پرفیکشن نہیں ڈھونڈنی چاہیئے کیونکہ کوئی بھی دنیاوی رشتہ پرفیکٹ نہیں ہوتا۔"

مگر لڑکیوں کی عمر زیادہ ہو جائے تب بھی ان کو اچھے رشتے ملنے مشکل ہو جاتے ہیں۔"

یہ سچ ہے آپی کہ عمر زیادہ ہو جائے تو لڑکیوں کو اچھے رشتے نہیں ملتے۔ کچھ" لڑکیوں کی تو کسی مسئلے کے پیش نظر شادی لیٹ ہوتی ہے جبکہ آج کل کی بہت

ساری لڑکیاں اپنے کیریئر کو لے کر اتنا ٹچی ہو جاتی ہیں کہ ان کو شادی ہی نہیں کرنی ہوتی ، وہ جب خودمختار ہوتی ہیں تو ان کو مرد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اور یہ سب سے بڑی غلطی ہے۔ مرد اور عورت کے رشتے میں مرد کو محافظ بنایا گیا ہے مگر چند ایک کام خود کر لینے کی وجہ سے وہ خود کو اس پاکیزہ اور محفوظ رشتے سے محروم کر لیتی ہیں۔"

"کہاں سے لاتی ہو ایسی باتیں مہرو۔ پہلے تو اتنی سمجھ دار نہیں تھی تم؟"

وہ اپنی چھوٹی بہن سے اتنی سنجیدگی اور حقائق پہ بنی باتیں سن کر حیران ہو رہی تھی۔

"اب ایسا بھی کوئی فلسفہ نہیں پیش کیا میں نے، بس جن چیزوں کا مشاہدہ کیا وہی بتائیں۔"

"مہرو لوگوں کہتے ہیں ٹھوکر کھائے بغیر انسان کبھی نہیں سمجھتا ، اور کچھ لوگ تو ٹھوکر کھا کر بھی نہیں سنبھلتے۔"

"میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتی آپی ، سعادت مند وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے سبق لے۔ ہر چیز کا خود پہ تجربہ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ ہمیں صرف اپنی ہی نہیں بلکہ دوسروں کی غلطیوں سے بھی سیکھنا چاہیے۔"

"ہاں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم مگر لوگ تو اپنی غلطیوں سے بھی سبق نہیں لیتے۔"

وہ افسوس بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"بس آپی اللہ پاک سب کو اپنی غلطیاں سدھارنے کی توفیق دے۔"

"آمین میری جان۔ اب نیچے چلتے ہیں ورنہ ماما نے کہنا کہ اکیلی ہی بیٹھی ہوئی ہیں اور میں نے ماما سے بھی بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔"

وہ دونوں مسکراتے ہوئے نیچے کی جانب بڑھ گئیں۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

انس کئی دنوں سے کشمکش کا شکار تھا اس لیے اس نے ماہ رخ سے بات کرنے کا سوچا۔ وہ خالہ کے گھر چلا آیا۔ لاؤنج میں ہی اس کے خالو براجمان تھے اس

نے انہیں سلام کیا۔ وہ مسکرا کو صوفے سے آٹھ کھڑے ہوئے۔ انس آگے بڑھ کر ان کے گلے لگا۔

"کیسے ہو انس؟ ڈیوٹی کیسی جا رہی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں خالو اور ڈیوٹی بھی ٹھیک جا رہی ہے بس ابھی نیا ہوں ناں اس لیے ذرا مشکل پیش آتی ہے۔"

خالو کو انس سے کوئی مسئلہ نہیں تھا انہیں بس اپنی بیٹی اس گھر نہیں دینی تھی جہاں اس کو سکون نصیب نہ ہو۔ وہ جانتے تھے کہ انس اپنی بیوی کو خوش رکھے گا مگر ایک بیٹی کے باپ ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی بیٹی کے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتے تھے۔

"تم مینج کر لو گے مجھے یقین ہے۔"

انہوں نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

خالہ سے ملنے کے بعد وہ ماہ رخ کے پاس چلا آیا سب جانتے تھے کہ وہ اچھے کزنز اور دوست ہیں اس لیے کوئی غلط مطلب نہیں لیتا تھا۔ دروازہ نوک کیا تو اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ وہ جو کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھی جب

کھنکھارنے کی آواز سنی تو نظر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ وہ کم از کم انس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

"او مائی گاڈ کزن تم یہاں، کب ،کیسے؟"

بس کرو اتنے سوال ، ویسے کتابوں سے فرصت نہیں ملتی تمہیں، ڈگری لے کر" "بھی کتابیں پڑھتی رہتی ہو۔

تم نہیں سمجھو گے ، کتابیں انسان کی بہترین ساتھی ہوتی ہیں یہ آپ کو تنہا" محسوس نہیں کرواتی ، اس کی کہانیوں میں کھو کر آپ دنیا کی تلخ حقیقتوں کو "فراموش کر جاتے ہیں۔

وہ اس کی کتابوں سے محبت دیکھتا رہ گیا ۔

ویسے خیریت تو ہے نا اے ایس پی صاحب آج ہمارے غریب خانے میں" "تشریف لائے ہیں آپ ، کیا مدارت کروں میں آپ کی؟

بس کریں دیا کرو غریب کی بچی ، اتنے بڑے گھر میں رہتی ہو، دبئی میں گھومتی" "ہو ،برانڈڈ کپڑے پہنتی ہو۔۔۔

وہ آگے بول ہی رہا تھا کہ اس نے ٹوک دیا ۔

"اچھا بھئی، میں نے سرینڈر کیا۔"

گڈ گرل، مجھے ایک پریشانی ہے سوچا تم سے پوچھ لوں شاید تم اس کا حل بتا دو"

"آخر کو اتنی کتابیں پڑھتی ہو۔

اس کی کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں پوچھو۔"

فراخ دلی سے جواب دیا گیا۔

وہ سٹڈی ٹیبل کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

اگر آپ کو کسی کو کھو دینے کا احساس ہو اور یوں لگے جیسے وہ چاہ کر بھی دوبارہ"

"مل نہیں پائے گا اور اس احساس سے دل ڈوبنے لگے تو اس کی کیا وجہ ہے۔

NOVEL HUT

ہائے انس اور اس کے معصوم سوالات۔ اور وہ جو پوری دلجمعی سے اس کی بات سن رہی تھی انس کی بات پہ اس کی ساری امیدیں جو وہ کھو چکی تھی وہ واپس آگئی۔

"کزن یہ صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جس کو کھو دینے کا احساس بھی آپ کو بے چین کر دے وہ آپ کے دل و دماغ پر قابض ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب اس بات کا؟"

سی ایس ایس پاس کرنے والا محبت کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس انسان سے محبت ہو چکی ہے۔"

دل کو سنبھال کر جواب دیا۔ وہ تو اس کا جواب سن کر گویا برف کا مجسمہ بن گیا۔ وہ جس کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ انس کو اس کی شادی کا سننے کے بعد اس جذبے کا احساس ہوا ہے وہ اس آواز سے بے خبر تھی جو انس مجتبیٰ نے سنی تھی۔

"بھائی صاحب فاریہ کو میں اپنے بیٹے کے لیے چاہتی ہوں، جانتی ہوں کہ ابھی وہ چھوٹی ہے مگر آپ بس منگنی کر دیں تاکہ مجھے تسلی ہو جائے۔"

فاریہ کی پھوپھو جو اپنے بیٹے کے لیے اس کا رشتہ مانگ رہی تھی یہ سننے کے بعد گویا انس کا دل اس حد تک بھاری ہو چکا تھا۔ یہ سوچنا بھی کہ وہ اب اس کو دیکھ نہیں پائے گا اس کی آواز نہیں سن سکے گا، اس کے نام کو کسی اور کے نام کے ساتھ سوچنا بھی انس کے لیے آگ کے برابر تھا۔ اور وہ جو اس کی آنکھوں میں

موجود جذبات کو کبھی سمجھ نہیں سکا تھا آج بھی اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ تو کب سے اس کی منتظر ہے۔ شاید اس نے ہی دیر کر دی ہے۔

"کہاں گم ہو گئے ہو؟"

"کچھ نہیں وہ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے میں ابھی نکلتا ہوں۔"

ماہ رخ کی آواز سے وہ ہوش میں آیا۔ اور فورا باہر کی جانب رخ کیا۔ پیچھے سے خالہ آوازیں دیتی رہ گئی مگر اس کے کانوں میں صرف ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔ "فاریہ کو میں اپنے بیٹے کے لیے چاہتی ہوں۔۔"

اس بات کا ذکر تو وہ اور ہاں سے بھی نہیں کر سکتا تھا یہ وہ کس مشکل میں پھنس گیا۔

"یا اللہ رحم کر۔"

وہ لگاتار یہی الفاظ بول رہا تھا۔

\---------------------

امل جو کہ مہرماہ کے لیکچرز کی بہت عادی ہو چکی تھی آج اس کی عدم موجودگی میں اسے بہت یاد کر رہی تھی۔ وہ ایک اچھی استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھی دوست بھی تھی اور اسے اس دوست سے اپنا مسئلہ شئیر کرنا تھا۔

وہ ایک ماڈرن گھرانے سے تعلق رکھنے والی ایک ماڈرن لڑکی تھی جس کو کبھی آسائشوں کی کمی نہیں رہی تھی ۔ اس کے والد ایک کامیاب بزنس مین تھے مگر والدہ کی ناگہانی موت نے اسے سہما کر رکھ دیا تھا ۔ وہ اکلوتی اولاد تھی اس کے بابا نے اپنی بیٹی کے لیے دوسری شادی نہیں کی تھی۔ وہ اس کے سر پر سوتیلی ماں مسلط نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کی پھوپھو نے اس پہ پوری توجہ دی تھی وہ انہیں بہت عزیز تھی کم از کم امل کو یہی محسوس ہوتا تھا۔ وہ بھی اپنی پھوپھو کے بہت قریب تھی ماں کی طرح ہر بات ان سے شئیر کرتی تھی مگر یہ بات وہ ان سے شئیر نہیں کر سکتی تھی اور اس کی کوئی ایسی دوست بھی نہ تھی جس سے وہ یہ بات کہہ سکے اور وہ اسے کوئی اچھا اور مفید مشورہ دے لہٰذا مہرماہ اچھی چوائس تھی۔ مگر آج وہ نہیں آئی تھی اس لیے وہ آج کافی خاموش تھی۔

اورہان اپنے آفس میں بیٹھا سوچ بچار میں مصروف تھا اس نے انٹرکام اٹھایا اور چند الفاظ بولے اور دیوار گیر شیشے کی کھڑکیوں سے پار باہر چلتی ٹریفک کو دیکھ رہا تھا کچھ تھا جو اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"مے آئی کم ان سر؟"

دفعتا دروازہ کھلنے پر ایک آواز آئی۔

"یس"

مختصر جواب دیا گیا۔ آنے والے کو اس کی پیٹھ نظر آ رہی تھی۔

"فہد ہماری کمپنی کے علاوہ کتنی کمپنیز کے لیے کام کرتا ہے؟"

وہی ٹو دی پوائنٹ بات کرنے والا انداز۔ رخ موڑ بغیر سوال کیا گیا۔

"سر خیریت تو ہے نا؟"

"جتنا پوچھا گیا ہو اتنا بتایا کرو ایاز۔"

سوری سر، میری اطلاعات کے مطابق وہ زیادہ تر سیاست دانوں کے پراجیکٹس" کے لیے کام کرتا ہے۔ ان کو ایک کمپنی سے ملوانا، پراجیکٹ کلائنٹ سے لے کر "کمپنی کو دلوانا اور دونوں طرف سے کمیشن لینا یہی اس کا کام ہے۔

"ہوں ۔۔۔ اب جاو اور عریش سلطان کے پراجیکٹ کی ڈیٹیلز لا کر دو۔"

"اوکے سر۔"

ایاز جا چکا تھا اور وہ اب کسی غیر مرئی نقطے پر سوچ رہا تھا۔ کچھ تھا جو مسنگ تھا۔

انس گھر آیا تو گھر میں ایک نیا مسئلہ کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اس کے تایا اس کے گھر موجود تھے اور یقینا وہ کسی اچھی نیت سے تو بالکل بھی نہیں آئے تھے اس کے گزشتہ تجربات اس بات کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ خیر اس نے ان سے سلام لیا اور آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے اس کے تایا پکار اٹھے۔

"بیٹا تھوڑی دیر بیٹھو تو سہی۔ خاص تم سے ہی تو ملنے آیا ہوں۔"

اور وہ اپنے تایا کی اتنی میٹھی زبان پہ تلخ سا مسکرایا۔ وہ جان چکا تھا کہ اب ان کی زبان میں وہ زہر کیوں نہیں ہے۔

کیوں نہیں تایا جان، مگر وہ کیا ہے نا میں نے وردی غلط کاموں کے لیے نہیں" پہنی۔"

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟"

مجتبیٰ صاحب نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"کچھ نہیں آپ باتیں کریں مجھے ضروری کام ہے۔"

اپنے باپ اور تایا پہ ایک بھی نظر ڈالے بغیر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس کی زندگی میں پہلے کم مسائل تھے جو اب یہ بھی یہاں موجود تھے۔ شدید ڈپریشن کے باعث اس کا رخ اب اس کی الماری کے خفیہ خانے کی جانب تھا اور اس میں سے ایک ڈبی برآمد کی۔ ابھی وہ ڈبی کو کھولتا کہ اسے اورہان کی دھمکی یاد آئی اور شش و پنج کا شکار ہونے پر اس نے ڈبی واپس اسی جگہ پہ رکھ دی۔ اگر اب اورہان کو اس کی اس حرکت کا علم ہوا تو وہ سچ میں اس کو پیٹنے سے دریغ نہیں

کرنے والا تھا۔ اور ویسے بھی اس کے سر اب بھاری ذمہ داری تھی تو ایسی لاپرواہی کا مظاہرہ وہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے فون پہ اپنی اور اورہان کی تصویریں دیکھنا شروع کر دی۔ انسان کی زندگی میں کچھ لوگ اتنی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ گزرا وقت یاد کر کے بھی انسان پرسکون ہو جاتا ہے اور وہ اب ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ یہ ان کے کالج کے ٹور کی تصویریں تھی۔تصویریں آگے کرتے ایک تصویر پہ وہ رک گیا یہ اورہان کے گھر میں لی گئی ایک سیلفی تھی جس کے پس منظر میں وہ بھی موجود تھی شاید وہ وہاں سے گزر رہی تھی اس کے چہرے کا رخ بائیں جانب تھا۔یہ ان کی ایف ایس سی کے بعد کی تصویر تھی۔

اس نے یہ وقت یاد کرنا چاہا اور یاد کرنے پر ایک منظر اس کی کالی سیاہ آنکھوں کے پار چمکا۔

وہ اس وقت غالبا میٹرک میں تھی جب اس کو کوکنگ کا شوق چڑھا تھا۔ مگر کوکنگ اس کے بس کی بات ہی نہیں تھی شاید۔۔آہ!

اس وقت بھی اس نے دوپٹہ ایک شانے سے گزار کر کمر پر باندھا ہوا تھا نیلی قمیض کے بازووں کو اوپر چڑھا رکھا تھا اور وہ کچن میں ایسے کام کر رہی تھی جیسے جنگ لڑ رہی ہو نازک ہاتھوں میں چمچہ پکڑے وہ ہانڈی میں پھیر رہی تھی کہ اس کی چیخ برآمد ہوئی ۔ وہ اور اورہان جو بیٹھے اپنے کیریئر کے لیے پلان کر رہے تھے۔ اس کی چیخ ان تک پہنچی اور وہ دونوں ہڑبڑا کر کچن کی جانب بھاگے۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ کبھی ایسے نہیں جاتا مگر چیخ کی آواز سن کر بے اختیار ہی وہ بھی بھاگا تھا۔ کچن جا کر معلوم ہوا کہ وہ اپنا ہاتھ جلا بیٹھی تھی۔ اس وقت گھر میں حیدر صاحب اور صوفیا بیگم بھی موجود نہیں تھے۔ اورہان اب اس کے ہاتھ کو پانی کے نیچے لے کر کھڑا تھا اور ایک ہاتھ سے اس کی پیٹھ بھی سہلا رہا تھا گویا تسلی دے رہا ہو اور وہ نازک سی لڑکی اپنی خوبصورت آنکھوں سے بے شمار آنسو بہا رہی تھی ۔ اس نے جب اس کی جانب دیکھا تو اس کے بالوں پہ نظر گئی جو کیچر میں مقید تھے اورہان ہی کی طرح بھورے گھنگھریالے بال جن کی چند لٹیں اس کے رخساروں کو چھو رہی تھی۔

اسی لمحے فاریہ کی نظر بھی اس کی جانب اٹھیں تھی اور یہ پہلی بار تھا کہ اس کو خود کو دیکھتا پا کر وہ نروس ہو گئی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ انس کے ساتھ فرینک تھی

بلکہ ان دونوں نے آج تک براہ راست ایک دوسرے سے کبھی بات بھی نہیں کی تھی مگر اس نے کبھی یہ بھی محسوس نہیں کیا تھا جو وہ اب محسوس کر رہی تھی۔

فاریہ کی نظریں خود پر محسوس کر کے اس نے فوراً نگاہیں جھکا لیں اور اس کا یہ عمل اس لڑکی کے دل کو بہت بھلا محسوس ہوا۔

وہ ان جھکی نظروں سے مسحور ہو چکی تھی۔اورہان اس کو لے کر اب لاؤنج کی طرف جا رہا تھا اور وہ شرم کے مارے نگاہیں نہیں اٹھا پا رہا تھا۔

منظر ختم ہو چکا تھا اور جہاں تک اسے یاد پڑتا تھا اس دن کے بعد اس نے فاریہ کو دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی اگرچہ کبھی بے اختیار ہی نگاہ پڑ جائے مگر چاہ کر کبھی اس نازک لڑکی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ شاید ڈر تھا مگر اب تو ڈر حقیقت کا روپ دھار چکا تھا اب وہ کہاں جائے گا۔یہ سب نہیں ہونا چاہیئے تھا وہ اس سب کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا۔ مگر کیا کہتے ہیں محبت جب دل پہ دستک دیتی ہے تو دروازے بھی اپنے آپ ہی وا ہو جاتے ہیں۔

مریم واپس اپنے سسرال جا چکی تھی، مہرماہ ابھی لاؤنج میں ہی موجود تھی جب زویا جینز پر ٹاپ پہنے گلے میں مفلر ڈالے، بالوں کو کھلا چھوڑے اندر داخل ہوئی۔ وہ ایسے گھر میں آئی تھی جیسے اپنے گھر آئی ہو اسے بالکل برا نہ لگتا اگر وہ پرانی والی بات ہوتی مگر وہی بات تو اب نہیں تھی۔ جب ام ہانی کے ساتھ اس کی دوستی ہوئی تو وہ چاہتی تھی کہ زویا بھی ام ہانی کے ساتھ دوستی کرلے مگر اسے ہمیشہ ہانی سے چڑ رہی اور جب وہ یہ کہتی تھی کہ وہ لڑکی اس کی دوستی کے سٹینڈرڈ پہ پورا نہیں اترتی تو مہرماہ کو شدید افسوس ہوتا۔ صرف اس لیے کہ وہ ایک مڈل کلاس طبقے سے تعلق رکھنے والی ایک پردہ کرنے والی لڑکی تھی وہ زویا کے مطابق اس قابل نہیں تھی کہ وہ اس سے دوستی کرے۔ دوستی کے رشتے میں بھی اگر سٹیٹس، خوبصورتی اور خاندانی بیک گراؤنڈ دیکھا جائے تو یہ تو اس مخلص رشتے کی توہین ہے اور مہرماہ کے نزدیک زویا نے ہانی اور دوستی دونوں کی توہین کی تھی۔ وہ جب بھی اسے سمجھاتی تو وہ اس سے بھی بدتمیزی کرتی اور مہرماہ سرفراز کسی کی بھی بدتمیزی برداشت نہیں کرتی تھی لہٰذا وہ زویا سے دور ہو گئی۔ کسی رشتے ناطے کو دھتکارنے کی بجائے اگر ہم خاموشی سے اس سے دستبردار ہو جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہوتا ہے اور مہرماہ نے یہی کیا تھا۔

"ہیلو مہرماہ، ویلکم نہیں کرو گی؟"

مہرماہ صوفے سے آٹھ کھڑی ہوئی۔ اور مسکرا کر آگے بڑھی۔

"شیور، خوشامدید زویا آو بیٹھو۔"

مہمان نوازی کو بخوبی نبھایا گیا۔

" نہیں یار تمہارے کمرے میں چلتے ہیں۔"

وہ اس کی بے تکلفی پہ حیران ہوئی۔

"ٹھیک ہے چلو آو۔"

وہ پہلے بھی اس کے گھر آتی رہتی تھی مگر کبھی ایسی بے تکلفی نہیں دکھاتی تھی۔
ثمرین بوا کو چائے کا بول کر اس کا رخ اب اپنے کمرے کی جانب تھا۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ دونوں معمول کی باتیں کرتی رہیں اتنی دیر میں چائے بھی آگئی ساتھ میں کباب، نگٹس وغیرہ بھی تھے۔ زویا موضوع پر آئی جس کے لیے وہ باقاعدہ تشریف فرما ہوئی تھی۔

"یار مہرو وہ اس دن گرے تھری پیس میں جو ہینڈسم تھا کیا نام تھا اسکا۔۔؟"

وہ نام یاد کرنے لگی اسے غالبا یہ نام ذرا مشکل لگا تھا۔ اور مہرماہ یہ سوچ رہی تھی کہ یہ کسی لڑکے کے متعلق اس سے کیوں پوچھ رہی ہے۔ اور کس دن کی بات ہو رہی ہے۔

"ہاں کچھ اورہان ،بھئی آگے یاد نہیں آرہا۔"

اورہان کے نام پہ اسے دھچکا لگا کیونکہ یہ نام سچ میں عام نہیں تھا جو کسی اور کا ہوتا اور گرے تھری پیس سوٹ میں تو مریم کی بارات والے دن وہی تھا۔ تو کیا یہ اورہان حیدر عظیم کی بات کر رہی ہے۔

"تمہیں کیا مطلب ہے اس سے؟"

نہ چاہتے ہوئے بھی مہرماہ کو غصہ آرہا تھا۔

"یار وہ اتنا ہینڈسم ہے کہ میں کیا بتاؤں میں نے آج تک بہت حسین چہرے دیکھے ہیں اور بہت سو سے دوستی بھی تھی مگر اس میں بہت کشش ہے اور رعب تو ایسا ہے کہ چاہ کر بھی اس کے سامنے میری زبان بولنے سے انکاری ہو گئی ۔"

اورہان کے بارے میں اس کے منہ سے یہ الفاظ سننا مہرماہ کو طیش دلا رہا تھا ۔ وہ زویا کی نیچر سے واقف تھی اس لیے اورہان میں اس کا انٹرسٹ لینا اسے سب سمجھا رہا تھا۔

"تم جانتی ہو اس کو؟"

مہرماہ سے سوال پوچھا گیا۔

"ہاں"

یک لفظی جواب آیا۔ آہ !۔۔۔۔ کاش وہ جھوٹ بول پاتی۔

"یار کیا تم مجھے اس کا نمبر دے سکتی ہو یا پھر اس کے آفس کا ایڈریس؟"

تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا زویا میرے پاس کیوں آئے گا اس کا نمبر یا " ایڈریس؟

ہوتا بھی تو تمہیں تو کبھی بھی نہ دیتی " ساتھ ہی دل ہی دل میں یہ بات بھی کہہ ڈالی۔

"یار تمہارے تو جاننے والے ہیں مجھے کسی سے لے کر دے دو اس کا نمبر۔"

NOVEL HUT

وہ منت پر آچکی تھی اور مہرماہ اس کو کسی کے لیے اتنا سیریس دیکھ کر حیران تھی۔ اندر ہی اندر غصے کا آتش فشاں تھا جو اس کے اندر ابل رہا تھا جس کی نگاہوں میں اس نے اپنے لیے محبت کے جذبات دیکھے، جس کو وہ اپنا دل دے بیٹھی مگر کبھی اس سے بات نہ کی، زویا ابراہیم اس سے گپیں لڑانا چاہتی تھی۔

"زویا میں تمہیں آخری بار کہہ رہی ہوں کیونکہ کالج کے زمانے سے میں یہ بات کئی بار تمہارے گوش گزار کر چکی ہوں کہ مجھ سے کسی لڑکے کے متعلق کوئی بات مت کیا کرو۔ اور تم مجھ سے ہی کسی لڑکے کا نمبر مانگ رہی ہو۔ میں نے تمہیں بہت دفعہ سمجھایا ہے کہ لڑکوں سے دوستی مت کیا کرو مگر تمہیں میری بات ویسے بھی سمجھ میں نہیں آتی۔۔۔۔۔"

"بس کریں دیا کرو مہرماہ کس زمانے میں جی رہی ہو؟ مجھے تو یقین ہی نہیں آتا کہ اتنا پڑھ لکھ کر بھی تم یہ سب سوچتی ہو۔ "

وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ زویا نے درمیان میں ہی اسے ٹوک دیا۔

"کیا مطلب ہے اتنا پڑھ لکھنے کے بعد ایسی سوچ ؟ اگر میں برے کاموں کی طرف راغب ہو جاوں کیا تب مجھے سرٹیفکیٹ دیا جائے گا کہ میری پڑھائی کامیاب

ٹھری ؟ کیا تعلیم یہ سکھاتی ہے کہ ہم ہر وہ کام کریں جو اسلام کے خلاف ہو؟ میں کوشش کر رہی ہوں زویا کہ میں سیدھے راستے پر رہوں مگر جانتی ہو تم جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں جو کسی کو اسلام پہ چلنے میں اتنی دشواریاں پیدا کر دیتے ہیں کہ اگر وہ مضبوطی سے کھڑا نہ ہو تو یقینا لڑکھڑا جائے اور زویا ابراہیم ! مجھے کسی کی باتوں سے فرق نہیں پڑتا ، چاہے لوگ جو مرضی کہیں ۔ میں جس بھی زمانے میں جیوں یہ میری چوائس ہے ۔ انڈرسٹنڈ؟"

"تم رہو اپنی اس پرانی اور دقیانوسی سوچ کے ساتھ ۔"

غصے میں کہہ کر وہ واک آوٹ کر گئی ۔ اور مہرماہ اسلام کے احکامات کے بارے میں لوگوں کی سوچ جان کر بہت پریشان تھی ۔

امل گھر آئی تو اپنی پھوپھو سے اس کا سامنا ہوا ۔ جینز پہ لانگ کرتا پہنے گلے میں دوپٹہ ڈالے وہ یونیورسٹی سے واپس آئی تھی ۔ اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو یقینا اس کو دین کی طرف لگاتی مگر ماں کی ناگہانی موت کے بعد پھوپھو نے کبھی دین میں اس کی راہنمائی نہیں کی تھی اس کی ماں ایک دین دار ، پڑھی لکھی ، سلجھی ہوئی

اور باوقار خاتون تھی مگر امل ابھی صرف بارہ سال کی تھی جب اس کی والدہ اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئی۔ بہت عرصہ وہ اس ٹراما سے گزری تھی اپنی ماں سے وہ بہت زیادہ اٹیچ تھی ، اس کی ماں اکلوتی بیٹی تھی اسی لیے ننھیال کے نام پہ اس کے پاس کوئی خاص رشتے نہ تھے اور ددھیال میں ایک پھوپھو اور ایک چچا ہی تھے ۔ وہ پہلے نمازیں پڑھا کرتی تھی ، اس کی ماں خود اس کو قرآن پڑھایا کرتی تھی مگر ماں کی موت نے اسے دین سے متنفر کر دیا تھا اور کسی نے اس کو واپس دین کی طرف لانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی اس کے والد ایک کاروباری آدمی تھے۔ وہ تو کاروبار میں مصروف ہو گئے تھے مگر کوئی اس کے دل کی کیفیت کبھی سمجھ نہیں پایا۔

وہ دین سے دور ہوتی گئی ، نمازیں چھوٹ گئیں، اللہ پاک سے امید لگانی چھوڑ دی اس نے ، اس وقت اس کو کسی نے سہی سے نہیں سنبھالا تھا جس کا خلا آج بھی اس کے اندر باقی تھا۔

NOVELHUT

اس کی پھوپھو نے باقی سب کی نسبت اس پہ توجہ دی تھی اور اس کے لیے یہی بہت تھا کہ کوئی تو ہے جس کو اس کا خیال بھی ہے ۔چچا سے کسی بنا پر اس کے بابا کی لڑائی تھی لہٰذا اسے رشتوں کے نام پہ بس پھوپھو ہی ملی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ اس کی پھوپھو اس سے محبت نہیں کرتی تھی مگر جو بات اس کو پریشان کر رہی تھی اسے پھوپھو سے شئیر کر کے وہ ان کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسی لیے اس نے یہ مسئلہ مہرماہ سے ڈسکس کرنے کا سوچا۔ اسے یقین تھا کہ مہرماہ اسے بہتر سمجھے گی اور صحیح مشورہ بھی دے گی۔

"آگئی میری جان"

انہوں نے اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کہا۔

"جی پھوپھو"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنی بانہیں پھوپھو کے گرد پھیلائی۔

پھوپھو بیوہ ہو چکی تھیں اسی لیے وہ اپنے بیٹے کے ساتھ شہریار صاحب کے گھر ہی شفٹ ہو گئیں تھی۔

"کتنی کمزور ہوتی جا رہی ہو امل، کیوں خیال نہیں رکھتی اپنا۔"

"ایسی بات نہیں ہے پھوپھو، آج کل کی لڑکیاں سمارٹ ہی اچھی لگتی ہیں۔"

وہ جو میک اپ سے خود کو فریش ظاہر کرواتی تھی پھوپھو کے پہچان لینے پر گھبراہٹ کے مارے فورا بولی۔

سمارٹ اور کمزور ہونے میں فرق ہوتا ہے میری جان، کوئی بھی پہلی نظر میں" "دیکھ کے ہی بتا سکتا ہے کہ تم سمارٹ نہیں بلکہ کمزور ہو۔

یہی تو مسئلہ تھا کہ کوئی کیوں اس پہ توجہ کرے گا۔ وہ بلاشبہ خوبصورت تھی بڑی بڑی آنکھیں، کھڑی ناک، لئیرڈ بال جو بہت سٹائلش انداز میں اس کے کندھوں تک آتے تھے، گندمی رنگت جو چمکتی تھی مگر اب ماند پڑ چکی تھی۔ شاید اس کی قسمت میں رشتوں کی کمی تھی اور وہ ہر وقت اسی بارے میں سوچتی رہتی تھی۔ اس کی صحت دن بہ دن گرتی جا رہی تھی اس کے بابا اس سے بہت محبت کرتے تھے مگر انہوں نے اس کی ماں کی وفات کے بعد خود کو کاروبار میں اتنا مصروف کر لیا تھا کہ اس نے ماں کے رشتے کو تو کھو ہی دیا تھا ساتھ ساتھ باپ کے رشتے میں بھی وہ بات نہیں رہ گئی تھی۔

"پھوپھو آپ ویسے ہی ٹینشن لے رہی ہیں ایسی ویسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بالکل فٹ ہوں۔ کہتی ہیں تو دو چار قلابازیاں لگا کر دکھاوں؟"

ہلکے پھلکے انداز میں کہا گیا۔

"ہاں ہاں اب لڑکی ہو کر یہ حرکتیں کرو گی؟"

"لو پھوپھو میں کونسا لوگوں کے سامنے کہہ رہی ہوں میں تو آپ کے سامنے قلابازیاں لگانے کی بات کر رہی ہوں۔"

"اچھا میں مان لیتی ہوں مگر تم بھی میری بات مانو۔"

"کہیں کیا حکم ہے؟"

اور اس سے اس طرح کہنے پر پھوپھو تو اس کے صدقے واری جا رہی تھی۔

"میں دودھ کا گلاس بجھوا رہی ہوں اور تم پیو گی۔"

"ٹھیک ہے پر تھوڑا سا، پورا گلاس نہیں۔"

اور اب پھوپھو حیران نگاہوں سے اس کو دیکھ رہی تھی اسے بالکل بھی دودھ پسند نہیں تھا مگر صرف اپنی پھوپھو کا دل رکھنے کے لیے وہ یہ بھی پینے کے لیے تیار تھی۔

"پھوپھو قربان ہو جائے تم پہ میری جان، اللہ تمہیں ہر بری نظر سے بچائے۔"

اب وہ ان کو کیا بتاتی کہ بری نظر ہی اس کو کھا رہی ہے۔

"اچھا پھوپھو میں اب چینج کر لوں۔"

"ٹھیک ہے بچے جاو۔ خوش رہو ہمیشہ۔"

اور وہ بری نظر کے بارے میں سوچتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

NOVEL HUT

عریش آج اورہان سے ملنے اور اپنے پراجیکٹ کے بارے میں ڈسکشن کرنے کے لیے کنسٹرکشن سائٹ پہ چلا آیا تھا۔ وہ اطلاع دیے بغیر آیا تھا یہ اس کی عادت تھی کیونکہ اس کا ماننا تھا کہ اطلاع دے کر جاو گے تو آپ کو تقریبا ہر شے پرفیکٹ دکھائی جائے گی جو حقیقتا نہیں ہوتی ۔ اس لیے وہ زیادہ تر اچانک ہی آتا تھا۔ اب

بھی وہ سیکیورٹی کے ساتھ داخل ہوا تو اورہان جو ایاز سے کام کے متعلق بات کر رہا تھا اس کو یہاں موجود پا کر حیران ہوا تھا۔

"مسٹر عریش !آپ اچانک۔"

"ہاں بھئی میں تو ایسا ہی ہوں عادت ڈال لو۔"

اس نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"ویلکم آئیں، میں آپ کو فیکٹری کا اندرونی حصہ دکھاتا ہوں۔"

وہ عریش کو لیے فیکٹری کے اندر بڑھ گیا۔ مگر جاتے جاتے ایاز کو اشارہ کرنا نہیں بھولا تھا جو اس کے اشارے کا مطلب سمجھتے فورا باہر کی جانب لپکا کیونکہ اورہان کو اپنے کام میں دیری ہرگز منظور نہیں تھی۔

ویل ڈن مسٹر اورہان ، بالکل میری سوچ کے عین مطابق بن رہا ہے ۔ اس" بلڈنگ کا نقشہ سچ میں کمال تھا میں حیران ہوں اتنے ٹیلنٹڈ لوگ بھی پاکستان میں "موجود ہیں۔

یہ آپ کا وہم ہے مسٹر عریش کہ پاکستان میں ٹیلنٹ کی کمی ہے یہاں بے شمار" صلاحیتوں سے بھرپور لوگ موجود ہیں مگر یا تو ان کو مواقع یسر نہیں آتے یا وہ

موقع سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے ۔یہاں بہت سے لوگ مجبور ہوتے ہیں ، ذمہ
"داریوں کے بوجھ کی وجہ سے وہ اپنے خوابوں کی تکمیل نہیں کر پاتے ۔

میں متفق ہوں آپ کی بات سے مگر کیا آپ کا نہیں خیال کہ اگر انسان کرنے کی"
"ٹھانے تو کر ہی جاتا ہے بس پانے کا جنون ہونا چاہیے۔

وہ پورے وثوق سے کہہ رہا تھا۔

آپ اور مجھ جیسے لوگ یہ کہہ بھی دیں کیونکہ آسائشوں میں آنکھیں کھولنے والے"
کو یہی لگتا ہے کہ ہر چیز پہ اس کا حق ہے وہ جس پہ بھی نگاہ ڈالے وہ اسی کو ملنی
چاہیے مگر بعض اوقات آپ جتنی بھی کوشش کر لیں وہ چیز آپ کی نہیں ہو پاتی
"کیونکہ وہ آپ کی ہوتی ہی نہیں ہے۔

وہ اطمینان سے جواب دے رہا تھا۔

مگر میرا ماننا ہے کہ جو چیز آپ کو اچھی لگتی ہے اس کو حاصل کرنے کی پوری"
"کوشش کرنی چاہیے پھر چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔

آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں کچھ چمکا تھا جو اورہان کی آنکھوں
سے پوشیدہ نہیں رہ سکا۔

NOVELHUT

"ہر ایک کی اپنی منطق ہوتی ہے خیر میں اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

وہ اب عریش کو فیکٹری کے متعلق تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

ویسے میں نے جب آپ سے مشورہ کیا کہ کونسا رنگ بہتر رہے گا تو آپ نے"
"سفید رنگ کا انتخاب ہی کیوں کیا۔ کوئی خاص وجہ؟

آہ ! یہ کیا پوچھ بیٹھا تھا وہ۔ اس کی یاداشت کے پار سفید رنگ کا دوپٹہ سر پہ اوڑھے ایک چہرہ لہرایا۔ معصوم اور پاکیزہ۔۔۔۔

کیونکہ سفید ایک نہایت پاکیزہ اور معصومیت سے بھرپور رنگ ہے ،یہ اپنے آپ" میں ایک سکینت اختیار کیے ہوئے ہے، اسے بزرگی کی علامت سمجھا جاتا ہے ، یہ رنگ آپ کو امید دلاتا ہے ،یہ رنگ خوبصورتی کی علامت ہے مگر اس رنگ کا ایک "بہت بڑا نقصان بھی ہے۔

وہ خاموش ہو چکا تھا۔

"وہ کیا؟"

وہ اس کا جواب جاننا چاہتا تھا۔

"اس پہ ہلکا سا داغ بھی لگ جائے تو یہ اپنی اہمیت کھو بیٹھتا ہے۔"

نہ جانے وہ کیا سمجھانا چاہتا تھا۔

"آپ تو بہت گہری باتیں کرتے ہیں۔"

وہ اس کے گہرے مشاہدے سے کافی متاثر ہوا تھا۔

"میرا نہیں خیال۔"

"خیر آپ کے ساتھ کام کر کے مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"کرم نوازی ہے آپ کی۔"

وہ فیکٹری کا جائزہ لے کر واپس چلا گیا پیچھے اورہان ہاں یا ناں کی کشمکش میں مبتلا ہو چکا تھا۔

فاریہ کو جب رشتے کی بابت علم ہوا تو اس کو لگا کہ وہ کبھی اپنی محبت نہیں پا سکے گی وہ جانتی تھی کہ پھوپھو کو انکار بہت مشکل کام ہے اور وہ کیا کہہ کر انکار کرے گی۔ انس نے تو کبھی اسے کوئی امید نہیں دلائی، ہاں وہ اس کی جھکی

نظروں کو رضامندی سمجھتی رہی تھی مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ اس کے باقاعدہ اظہار کے بغیر ہی وہ امید باندھ لے۔

جب دل زیادہ گھبرانے لگا تو فوراً وضو کیا اور جائے نماز بچھا کر نوافل ادا کیے۔ نماز تو وہ پڑھتی ہی تھی لیکن اگر دل گھبراہٹ کا شکار ہوتا یا کوئی حاجت ہوتی تو وہ نوافل ضرور پڑھا کرتی تھی۔ نوافل پڑھ کر فارغ ہوئی تو وہیں جائے نماز پہ بیٹھی انگلی سے لکیریں کھینچنی شروع کر دی۔ ساتھ میں وہ اپنے اللہ سے بھی مخاطب تھی۔

میرے پیارے اللہ جی! آپ تو جانتے ہیں نا میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا" یہ تو بے اختیاری میں ہی ہو گیا ہے۔ میں نے تو کبھی ان کے بارے میں ایسا نہیں سوچا تھا مگر نہ جانے یہ سب کیسے ہو گیا۔ یا اللہ! میرے لیے آسانیاں پیدا فرما۔ مجھے اس تکلیف سے نجات دے جو ان کو کھونے کا سوچ کر میرے اندر جنم لے رہی ہے۔ جب تک رشتے کی بات نہیں تھی میں پرسکون تھی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ ضرور میرا رشتہ مانگیں گے۔ مجھے خود علم نہیں کہ یہ امید میرے اندر کہاں سے جاگی حالانکہ انہوں نے کبھی مجھ سے اظہار

نہیں کیا۔ مگر میں نے نہ جانے کیوں لیکن اپنی زندگی کو ان ہی کے ساتھ سوچنا شروع کر دیا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میری غلطی ہے میں ایک نامحرم کے خواب بن رہی ہوں لیکن میں کیا کروں میں بے بس ہوں۔"

اس کی خوبصورت آنکھوں سے اشک اپنا راستہ بنا کر نکلتے ہی جا رہے تھے۔ رونا آپ کو سکون بھی دلاتا ہے اور آپ کو بے عزت بھی کرواتا ہے۔ اگر آنسو اللہ پاک کے سامنے بہائے جائیں تو آپ اپنے اندر سکون اترتا محسوس کرتے ہیں اور اللہ کے سامنے رونے میں کوئی شرم نہیں، بلکہ یہ آپ کو بہادر بناتا ہے۔ لیکن اگر یہی آنسو لوگوں کے سامنے بہائے جائیں تو آپ اپنی ہی عزت خراب کرتے ہیں، آپ لوگوں کو خود کا مذاق بنانے کا موقع دیتے ہیں اور یہ آپ کو کمزور بناتا ہے۔ اس لیے اگر رونے کا دل چاہے تو صرف اللہ ہی کی ذات کے آگے اپنے اشک بہائیں اسی سے اپنی حاجت بیان کریں کیونکہ وہ ہی ان کی قیمت جانتا ہے۔ اور آپ کی ہر مشکل کو آسانی میں بدلنے والی ذات بھی صرف اسی کی ہے۔

اس وقت اس کا رونا اس کو سکون دلا رہا تھا کیونکہ وہ اپنے اللہ سے مخاطب تھی۔ اسی طرح وہ جائے نماز پر لیٹ چکی تھی اور سکون مل جانے پر اس کی آنکھ لگ گئی۔

صوفیا بیگم اس کو دوپہر کے کھانے پہ بلانے آئیں تو اس کو جائے نماز پر سوتے پایا۔ وہ مسکرا کر آگے آئیں اور اس کے پاس زمین پر ہی بیٹھ گئیں وہ سوتے ہوئے سر پہ حجاب اوڑھے جو اب ڈھیلا ہو چکا تھا اتنی معصوم لگ رہی تھی کہ ان کا تو اپنی دختر کو جگانے کا ارادہ ہی بدل گیا۔ انکوں نے بیڈ سے ایک تکیہ اٹھا کر اس کے سر کے نیچے رکھا کیونکہ وہ بازو اپنے سر کے نیچے لیے سو رہی تھی اور وہ جانتی تھی اگر ابھی بازو اس کے سر کے نیچے سے نہیں نکالا تو تھوڑی دیر بعد اس نے بھاگتی ہوئی ان کے پاس آکر کہنا ہے ماما میرا بازو، ماما اس پہ چیونٹیاں چل رہی ہیں، کچھ کریں ناں، مجھے الجھن ہو رہی ہے، ماما یہ اور ماما وہ۔۔۔۔

فاریہ اور اس کی بچکانہ حرکتیں۔

اور کیا اب وہ اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ اس کو خود سے دور کر دیا جائے؟ کیا وہ اس قابل ہو گئی ہے کہ اپنا گھر سنبھال سکے؟

"نہیں میری گڑیا ابھی چھوٹی ہے یہ تو خود کو ہی نہیں سنبھال پاتی ،ذمہ داریاں کیسے نبھائے گی؟"

خود ہی اپنی بات کی نفی کی۔ اور اس کے کمرے سے چلی گئیں۔

وہیں ڈیوٹی پر موجود انس اتنے مسائل کو لے کر فکر مند تھا۔ فاریہ کی شادی کی بات نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا کیا وہ اس قابل ہو پائے گا کہ اس نازک لڑکی کو اپنا ہمسفر بنا سکے؟ اگر اورہان کے بابا نے اپنی بہن کو ہاں کہہ دیا تو وہ کیا کر لے گا ؟کیا اس کے پاس کوئی راستہ، کوئی آپشن ہے؟۔۔۔ نہیں ،یقینا نہیں

کیا اسے اورہان سے اس بارے میں بات کرنی چاہیے وہ اس کا دوست ہے اس کا یار غار وہ تو اس کو سمجھے گا۔

مگر وہ ایک بھائی بھی تو ہے۔ کیا وہ اپنے دوست کے منہ سے اپنی بہن کے متعلق کوئی بات برداشت کرے گا؟ وہ اورہان کو نہیں کھونا چاہتا تھا پھر چاہے اس کے لیے اسے اپنی محبت دل میں ہی دفنانی کیوں نہ پڑے۔

اور وہ اب بے چینی کا شکار ہو چکا تھا۔

ایک نمبر سے کال ریسیو کرنے کے بعد کان سے فون لگایا گیا ۔ کال پر موجود دوسرے انسان سے ایک پیغام موصول ہوا اور فون بند کر دیا گیا۔

وہیں ایک کال کی گئی جس پہ حکم صادر کیا گیا اور مثبت جواب ملنے پر اس نے سکون سے آنکھیں موند لیں۔ ہاں یہ کام آسان نہ تھا مگر وہ کیا کہتے ہیں ناں محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔

مہرماہ یونیورسٹی گئی تو امل آج اس کو دیکھ کر موقع کی تلاش میں تھی وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ کلاس لینے کے بعد جب وہ باہر کی جانب گئی تو وہ فورا اس کے پیچھے لپکی۔

"میم مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"جی کہیں۔"

وہ کشمکش کا شکار ہو چکی تھی کہ کیسے شروع کرے اور یہ بات راستے میں کرنے والی تو نہیں تھی۔ مہرماہ کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پڑھائی کے علاوہ کوئی اور بات کرنا چاہتی ہے تو اس کی مشکل آسان کر دی۔

"امل شہریار یہی نام ہے نا آپ کا؟"

نام یاد رکھنے کے معاملے میں مہرماہ کی یاداشت کافی اچھی تھی۔

"یس میم۔"

"آئیں میرے ساتھ امل۔"

وہ اس کو لیے اپنے آفس کی جانب بڑھ گئی۔ اور وہ اس کے پیچھے چل دی۔ آفس پہنچنے پر اس نے امل کو صوفہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"بتائیں امل کیا بات آپ کو پریشان کر رہی ہے؟"

امل کے چہرے پہ رقم پریشانی بھانپتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔

میم میں آپ سے پرسنل اشو ڈسکس کرنا چاہتی ہوں۔ آپ سب کو بہتر گائیڈ"

"کرتی ہیں اسی لیے آپ سے شئیر کرنا چاہتی ہوں۔

"جی امل میں کوشش کروں گی کہ آپ کی مدد کر سکوں۔"

حوصلہ افزائی کے لیے اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ بھی رکھا۔

میم میری ماما جب میں بہت چھوٹی تھی تو ان کا انتقال ہو گیا تھا ، میرے بابا" نے دوسری شادی نہیں کی مجھے ہمیشہ رشتوں کی کمی رہی ہے ۔ بابا کے علاوہ صرف ایک پھوپھو نے ہی مجھے پیار دیا ہے ان کے شوہر کی ڈیتھ کے بعد وہ ہمارے گھر شفٹ ہو گئی۔ ان کا ایک ہی بیٹا ہے ، بابا نے ہمیشہ ان پہ ہاتھ رکھا تھا ۔ میں بھی ان سے اٹیچ تھی مگر ایک دن کچھ ایسا ہوا جو ایک لڑکی ہونے کے "ناطے مجھے بہت برا لگا۔

ساتھ ہی کچھ ماہ پرانے ایک منظر نے اس کو وقت میں پیچھے کی جانب دھکیلا ۔

"بھائی آپ آج مجھے آئسکریم لا دیں گے؟"

استفسار اور منت کی بجائے ایک لاڈ تھا ۔ وہی مان جو ایک بہن کو اپنے بھائی پہ ہوتا ہے کہ اسے انکار سننے کو نہیں ملے گا۔

"کتنی بار کہا ہے بھائی تو مت بولا کرو امل ۔"

وہ چڑ گیا تھا اتنی بار کہنے کے بعد بھی وہ اس کو بھائی ہی بولتی تھی۔

"پھر کیا کہہ کر پکارا کروں؟"

NOVEL HUT

معصومیت سے سوال کیا گیا۔ اور اس نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فورا اپنی طرف سے بازی کھیلی۔

"تم مجھے میرے نام سے پکارا کرو ڈئیر۔"

ساتھ ہی اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ امل کو اچھا محسوس نہیں ہو رہا تھا وہ اس کو اپنا بھائی مانتی تھی پھر بھی ایک لڑکی ہونے کی حیثیت سے وہ اپنے اوپر اٹھنے والی نگاہ کو بخوبی پہچان رہی تھی۔ مگر اپنا وہم سمجھ کر اس نے نظر انداز کیا۔

"مگر کیوں، آپ مجھ سے بڑے ہیں اور بڑوں کو تو عزت سے بلاتے ہیں۔"

ساتھ ہی اس کا ہاتھ پرے کیا۔

"تم مجھے میرا نام لے کر بلاو گی تو مجھے زیادہ اچھا لگے گا۔"

وہ لاکھ ماڈرن سہی مگر ان حالات کا سامنا پہلی بار کر رہی تھی۔ پہلے بھی اس کی نظریں امل کو ڈسٹرب کرتی تھی مگر اب یہ الفاظ، پھوپھو اور بابا کی غیر موجودگی میں اس کا ہاتھ تھامنا یہ سب خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی۔

"لیکن۔۔۔"

وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ اس نے اس کی بات ٹوکی۔

لیکن ویکن کچھ نہیں امل آئیندہ مجھے بھائی بلایا تو اچھا نہیں ہو گا، مجھے غصہ مت" دلاو، میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ سمجھ آئی؟"

غصے سے اس کی طرف بڑھا تو وہ فورا بولی۔

"جی، جی آگئی سمجھ ۔"

" گڈ گرل، مجھے یقین تھا کہ تم جلد ہی سمجھ جاوگی۔"

وہ استہزائیہ مسکراتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ پیچھے وہ آج اس کا یہ روپ دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ آج اسے پھر شدت سے اپنی ماں یاد آئی تھی وہ ہوتی تو وہ ان سے اپنا مسئلہ بیان کرتی۔

منظر فضا میں تحلیل ہو چکا تھا۔

"اس نے بالکل درست کہا تھا امل۔"

مہرماہ کے اس جواب پر امل نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا ۔ اسے مہرماہ سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس کا ساتھ دینے کی بجائے اس لڑکے کی بات کو سچا کہے گی۔

"لیکن میم ، وہ میرے بھائی ہی ہیں۔ میں شروع سے ہی ان کو بھائی کہتی تھی۔"

"تو کیا بھائی کہہ دینے سے کوئی بھی بھائی بن جاتا ہے؟"

"نہیں میم مگر۔۔۔"

امل دیکھو وہ آپ کا کزن ہے ، سب نے آپ کو یہی کہا ہو گا کہ وہ آپ کا بھائی" ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ نہ آپ کا بھائی تھا اور نہ ہی کبھی بن سکے گا ۔ جو رشتے اللہ نے جیسے بنائے ہیں وہ ویسے ہی رہتے ہیں آپ کے یا میرے کہہ دینے "سے ان میں بدلاو نہیں آتا۔ وہ آپ کے لیے نامحرم ہے ۔نامحرم سمجھتی ہو؟ اس کے چہرے پہ سوال دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں میم۔"

محرم کا لغوی معنی حرام کیا گیا ہے یعنی وہ رشتہ جن سے نکاح جائز نہیں جن" میں باپ، بھائی ،چچا، ماموں، شوہر، سسر، بیٹا، پوتا، نواسہ، شوہر

کا بیٹا، داماد، بھتیجا، بھانجا، مسلمان عورتیں، کافر باندی، ایسے افراد جن کو عورتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ (مثلاً: چھوٹے بچے جن کو ابھی یہ سمجھ نہیں کہ عورت کیا ہے، جیسے مرد اور عورت میں فرق ہی نہ معلوم ہو) آتے ہیں، باقی سب نامحرم ہوتے ہیں اور نامحرم سے نکاح جائز ہوتا ہے اور اس سے پردہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لہذا ان سے آپ کا ایسا رشتہ نہیں ہوتا کہ آپ ان کے ساتھ محفوظ ہوں ۔اب بتاو وہ آپ کے لیے کیسے ایک مفید اور محفوظ رشتہ ہے؟"

"میم لیکن میں تو ان کو اپنا بھائی ہی سمجھتی تھی میں اکیلی تھی مجھے بھائی کی بہت کمی محسوس ہوتی تھی اسی لیے میں نے سوچا کہ وہ بھی میرے ہی بھائی ہیں۔"

"آپ ایسا سوچتی ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ دوسرا بھی یہی سوچے گا، آپ ان کو بھائی سمجھتی رہی لیکن اس کے لیے آپ ایک کزن ہی رہی۔"

"میم اب میں کیا کروں؟ اس دن کے بعد انہوں نے میرے ساتھ بدتمیزی بھی کی تھی۔"

"اور آپ نے جواباً کیا کیا؟"

وہ اس کو پرکھنا چاہ رہی تھی۔

"میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں سمجھ رہے۔"

تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شرافت کی زبان نہیں سمجھے گا تو اس کو اسی کے" طریقے میں سمجھائیں گے۔ اصل یہ ہراسمنٹ ہے جو شاید ہر گھر کی ہی لڑکی ہی برداشت کر رہی ہے کوئی اپنے رشتے داروں کی طرف سے تو کوئی باہر والے لوگوں کی طرف سے اور اس کو بڑھاوا آپ کا ڈر دیتا ہے۔ آپ جتنا ڈریں گے مقابل اتنا ہی آپ کا استعمال کرے گا۔ اگر آپ پہلی ہی بار ان کو بہادر بن کر دکھا دیں تو ان کی مجال نہیں ہوگی کہ وہ دوبارہ آپ کو ہراس کریں۔ کسی اپنے کو اعتماد میں لیں اسے سارے حالات سے آگاہ کریں تاکہ آپ استعمال نہ ہو سکیں۔ کیا آپ "اپنے بابا سے بھی یہ بات شئیر نہیں کر سکتی؟

میرے بابا مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہیں کہ وہ میرے لیے" سٹینڈ لیں گے مگر میرے اور ان کے درمیان ایک ایسا فاصلہ ہے جسے میں چاہ کر "بھی عبور نہیں کر پاتی اور میں نہیں چاہتی کہ وہ میری وجہ سے پریشان ہوں۔

NOVEL HUT

لیکن امل اپنے اسی لیے تو ہوتے ہیں تاکہ آپ کو سرد و گرم سے محفوظ رکھ سکیں"
اور وہ تو آپ کے بابا ہیں ان کو تو اس بات کا حق بھی ہے کہ وہ آپ کی
پریشانیاں دور کریں وہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کی زندگی کے بارے میں ان کو علم
ہو۔"

لیکن اگر آپ کو لگے کہ آپ کسی کو بھی اپنے لیے آواز اٹھانے کا نہیں کہہ سکتے تو"
کیا کیا جائے؟"

امل نے بات بدلی تو مہرماہ بھی خاموش ہو گئی وہ اس پر زور زبردستی نہیں کر
سکتی تھی۔

سمپل، اپنے لیے اکیلے لڑیں لیکن ہمت نہیں ہارنی۔ جس نے آپ کو استعمال"
کرنے کی کوشش کی اسے یہ دکھا دیں کہ آپ اس کو کامیاب نہیں ہونے دیں گی۔"
لیکن اگر اکیلے لڑنے کی ہمت نہ ہو تو کیا کیا جائے؟"

تو ہمت پیدا کرنے کے لیے اللہ پاک سے دعا کی جائے اور پھر یہ سوچ کر"
کھڑے ہوں کہ اگر آپ ہارے تو ہر وہ لڑکی ہار جائے گی جو ہراسمنٹ برداشت

کرتی ہے مگر اس انسان یا اپنوں کی وجہ سے سٹینڈ نہیں لے پاتی۔ آپ نے ان
"کے لیے بھی امید بننا ہے۔

"میں کوشش کروں گی میم۔"

میں دعا کروں گی کہ آپ اس معاملے کو اکیلے ہینڈل کر سکے۔ جب بھی میری"
"ضرورت محسوس ہوئی بلا جھجھک میرے پاس آجانا۔

"شکریہ میم، میں نے آپ کا کافی ٹائم برباد کر دیا۔"

وہ شرمندہ تھی اس کی بڑی بڑی آنکھیں نمی کے باعث چمک رہی تھی۔

مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا کہ مجھ سے اپنا مسئلہ"
شئیر کیا۔ خوش رہیں اور اپنی آنکھوں کی نمی کو لوگوں پر عیاں مت ہونے
"دیں۔

اس کی کلاس کا ٹائم تھا وہ جا چکی تھی مگر امل تو ادھر ہی منجمند ہو گئی تھی۔ کیا وہ اس کی آنکھوں کو بھی پڑھ چکی تھی۔ اس کے دل میں مہر ماہ کے لیے مزید عزت کا اضافہ ہوا تھا۔

NOVEL HUT

،یہاں میرے دل میں

تمہاری محبت نے محل بنایا ہے

اور اپنے گلاب کے پھول لگائے

میں پھولوں کو پانی دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔

اور محل کی دیکھ بھال کروں

تو میرا انعام آپ کا تحفہ ہو گا۔

مہرماہ کا فون گر کے ٹوٹ گیا تھا وہ نیا فون لینے کی غرض سے موبائل شاپ پہ گئی تھی۔ اس کا ماننا تھا کہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے باپ، بھائی کو کہنے کی بجائے خود ہی کر لینے چاہیے۔ وہاں سے ایک نیا فون لے کر جب وہ واپس گاڑی میں آئی اور کار سٹارٹ کرنے لگی تو وہ سٹارٹ ہی نہیں ہو رہی تھی کافی دیر کوشش کرنے پر بھی جب کوئی فائدہ نہیں ہوا تو وہ باہر نکلی، گاڑی کا بونٹ اٹھا کر چیک کیا مگر مسئلہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اوپر سے اس کا پرانا فون ٹوٹ چکا تھا تو اس نے اس میں سے سم نکال لی ہوئی تھی اور سم اس وقت گھر تھی

اب نئے فون میں سم بھی نہیں تھی وہ ادھر ادھر دیکھ کہ سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کرے کہ ایک گاڑی اس کے پاس آکر رکی۔

گاڑی دیکھ کر ہی اسے علم ہو گیا تھا کہ آنے والا کون ہے۔ وائٹ اوڈی سے اورہان باہر نکلا جو یہاں سے گزر رہا تھا کہ مہرماہ کو سرمئی سڑک پر گاڑی کا بونٹ کھولے دیکھ کر رک گیا۔ وہ اس کو پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا اور اتنا اندازہ تو اسے ہو ہی گیا تھا کہ اس کی گاڑی کے ساتھ کوئی مسئلہ ہوا ہے۔

"آپ یہاں پریشان کھڑی ہیں۔ کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟"

گویا اجازت طلب کی گئی اور یہ پہلی بار تھا کہ

اورہان، مہرماہ سے مخاطب ہوا تھا۔

"جی پلیز، میرا فون بھی اس وقت کام نہیں کر رہا ورنہ میں ڈرائیور کو ہی بلا لیتی۔"

آج مہرماہ سرفراز اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر بات کر رہی تھی۔ ہاں اس ہیزل آنکھوں والے کے چہرے پہ۔۔۔۔

مگر اورہان کی نگاہیں جھکی ہوئی تھی۔

وہ اب اس کی گاڑی دیکھ رہا تھا اور دور کھڑی زویا کی تیز نظریہ سب دیکھ رہی تھی۔

"آئی بڑی، مجھے تو بڑے درس دیتی ہے خود ایک انجان شخص سے باتیں کر رہی ہے۔یہ تم نے اچھا نہیں کیا مہرماہ، اورہان میرا ہے میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔تم نے میری چیزپہ نظر ڈال کے بہت غلط کیا ہے۔"

وہ ایک جیتے جاگتے انسان کو چیز کہہ رہی تھی۔جن لوگوں کو انسان اور چیز میں فرق ہی معلوم نہ ہو وہ کیا جانے محبت ہوتی کیا ہے۔

گاڑی کا مسئلہ بڑا تھا لہذا اس نے مہرماہ کی جانب رخ کیا جو اسی کو دیکھ رہی تھی ۔ ایک لمحے کے لیے ہیزل آنکھوں نے بھوری آنکھوں میں جھانکنے کی گستاخی کی اگلے ہی لمحے وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں اس کی گاڑی کی چابی تھی۔

"آپ کی گاڑی مکینک کو دکھانی پڑے گی، آپ میری گاڑی لے جائیں۔ میں ٹھیک کروا کر دے جاوں گا۔"

ساتھ ہی اپنی گاڑی کی چابی اس کی جانب کی۔

نہیں آپ کو مسئلہ ہو گا۔آپ یقیناً یہاں کسی کام کے لیے ہی آئیں ہوں گے۔"
"میری وجہ سے پہلے ہی آپ کا وقت ضائع ہو گیا۔

وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔ اور وہ اسے کیسے بتاتا کہ یہ وقت اسے اس وقت کتنا حسین لگ رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ یہ لمحے روک دیتا جس میں مہرماہ سرفراز اس کے روبرو ہوتی۔

"نہیں مجھے کوئی ضروری کام نہیں ہے۔ آپ پلیز مجھے مدد کا موقع دیں۔"

وہ اس کی شرمندگی کہاں دیکھ سکتا تھا فوراً اجازت مانگی۔

وہ شش و پنج میں بتلا تھی کہ اورہان نے پھر چابی اس کے آگے بڑھائی۔ آخر کار مہرماہ نے اس کے ہاتھ سے چابی لے لی اور وائٹ اوڈی میں آکر بیٹھی۔ اس کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا دیکھ اورہان کے لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

وہ گاڑی تو کیا اس کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا تھا۔ وہ ہمیشہ اسے اپنے ساتھ دیکھنے کا خواہش مند تھا اور آج اس کو اپنی گاڑی میں بیٹھا دیکھ وہ ہلکا سا مسکرایا۔

وہ گاڑی میں بیٹھی تو مردانہ پرفیوم کی خوشبو نے اس کے اردگرد احاطہ کیا ۔ اتنی مسحورکن خوشبو تھی کہ اس نے بے اختیار ہی ایک گہرا سانس بھر کر خوشبو کو اندر اتارا۔ وہ پرفیومز کے معاملے میں اس کی چوائس پہ عش عش کر اٹھی۔ پھر اگنیشن میں چابی گھمائی اور گاڑی سٹارٹ کر کے چلی گئی مگر وہ ابھی تک اسی راستے کو دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ گئی تھی۔ پھر سر جھٹک کر مہرماہ کی گاڑی کے پاس آیا۔

وہیں زویا جو کافی دیر سے اس انتظار میں تھی کہ مہرماہ جائے تو وہ اوربان سے بات کر سکے۔ اس کو اکیلا دیکھ فورا اس کی طرف آئی۔

"ہائے مسٹر اوربان ۔ امید ہے مجھے پہچان لیا ہو گا کیونکہ میں ویسے بھی بھولنے والی چیز نہیں ہوں۔"

اک ادا سے اپنے ڈائی شدہ بالوں کو جھٹکا۔ اس بار ہاتھ آگے کرنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

"جی نہیں محترمہ۔"

وہ اس کو پہچان چکا تھا مگر اس سے بات کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا ۔ اس لیے سوچا کہ یہ کہے گا تو وہ آئندہ اس کے پاس نہیں آئے گی۔ مگر اس پر تو جیسے کسی چیز کا اثر نہیں ہوا۔

"میں زویا ، ہم مہرماہ کی آپی کی شادی میں ملے تھے۔"

"نہیں مجھے سچ میں یاد نہیں آرہا۔ شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

وہ بھی اپنی بات پہ ڈٹ چکا تھا ۔ وہ زویا سے نہیں ملا تو نہیں ملا بس۔۔۔بات ختم

"چلیں چھوڑیں، ویسے آپ مہرماہ کو تو جانتے ہیں۔"

طنزیہ مسکرا کر کہا گیا۔

"آپ کو اس بات سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"

اس نے غصے سے جواب دیا۔

مائنڈ تو نہیں کریں ، نمبر تو آپ نے دیا نہیں تھا اب اپنے آفس کا ایڈریس ہی بتا"

"دیں ۔

NOVEL HUT

"آپ کو کیا لینا ہے میرے آفس آ کر؟"

تفتیشی انداز اپنایا گیا۔

وہ ایکچوئلی میری ایک جاننے والی کو جاب کی اشد ضرورت ہے میں نے سوچا"

"کیوں نا اسے آپ کے آفس کا بتا دوں شاید اس کی کچھ مدد ہو سکے۔

ساتھ ہی میک اپ سے بھرپور چہرے پر معصومیت طاری کر لی۔

"اوہ سوری، نوٹ کریں ایڈریس۔"

شاید وہ اس کو غلط سمجھ گیا تھا کم از کم اوربان کو یہی محسوس ہوا کہ وہ اس کی نیت پہ شک کر رہا ہے۔ مگر وہ پھر بھی اس کے بارے میں مشکوک تھا۔ زویا نے فاتحانہ مسکرا کر ایڈریس نوٹ کیا اور پھر وہاں سے چلی گئی۔

اوربان اب مہرماہ کی گاڑی ٹھیک کروانے کے لیے ڈرائیور کو فون کر رہا تھا۔

عریش اپنے آفس میں بیٹھا تھا جب اصغر اس کے پاس آیا۔

"سر یہ یونیورسٹی والوں نے تصاویر بجھوائی ہیں جب آپ ایز آ چیف گیسٹ گئے
تھے۔"

ایم ان اے ہونے کی وجہ سے وہ اس کو خوش کرنے کے لیے تصاویر بھیجیں
گے وہ جانتا تھا۔ سیاسی لوگوں سے تو ان کو بنا کر ہی رکھنی تھی۔

"ٹھیک ہے، رکھ دو۔"

وہ لیپ ٹاپ پہ کام کر رہا تھا۔ اصغر نے ٹیبل پر تصاویر رکھیں اور آفس سے باہر
چلا گیا۔ کام مکمل کرنے کے بعد اس نے پہلے انٹرکام پہ کافی کا آرڈر دیا۔ بلیک کافی
آچکی تھی اور اب وہ اس کڑوے مادے کو اپنے حلق میں انڈیلتے ہوئے تصاویر
والے خاکی لفافے کو دیکھ رہا تھا۔ گھونٹ بھرنے کے بعد مگ کو ٹیبل پہ رکھ کر
خاکی لفافے سے تصاویر نکالی اور دیکھنی شروع کی، ساتھ ساتھ وہ بلیک کافی کے
گھونٹ بھی بھر رہا تھا۔ وہ اپنے دھیان میں ایک کے بعد دوسری تصویر دیکھ رہا
تھا کہ ایک تصویر پہ اس کا ہاتھ جس میں کافی کا مگ تھا وہ وہیں رک گیا اور اس
نے فوراً مگ کو ٹیبل پر رکھا اور تصویر کو اپنے چہرے کے قریب کر کے دیکھنے لگا۔
اس کی نگاہوں کا مرکز اب وہ سفید حجاب اوڑھے لڑکی تھی جو اس سے دو

کرسیاں چھوڑے بیٹھی تھی ، اس کے چہرے کا رخ دوسری جانب تھا اور وہ کچھ بولتی نظر آرہی تھی۔ شاید کیمرہ مین کو اپنی تصویر نہ کھینچنے کا کہہ رہی تھی۔

کام میں مصروفیات کے باعث وہ اس لڑکی کے بارے میں مزید سوچ نہیں پایا تھا مگر اب ، اب اس کو نہ سوچنا یہ اس کی سوچ سے باہر ہو چکا تھا۔

وہ اب یہی سوچ رہا تھا کہ کیسے اس سے رابطہ کرے۔

کچھ سوچ کر اس نے اپنے فون کی کونٹیکٹ لسٹ کھولی اور مس مہرماہ کے نام پہ کلک کیا ۔ اس نے فون کان کو لگایا مگر نمبر بند جا رہا تھا۔ اس نے دوبارہ کال ملائی مگر پھر بھی نمبر بند ہی ملا ۔ وہ پریشان ہو گیا نمبر بند نہیں ہونا چاہیے تھا وہ جانتا تھا کہ وہ یونیورسٹی پڑھاتی ہے اتنی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ تو وہ نہیں کر سکتی تھی۔ یقینا کوئی مسئلہ ہو گا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ فورا مہرماہ کے پاس پہنچ جائے وہ اس کو دیکھنا چاہتا تھا ۔ تصویر کو پھر سے سامنے کیا اور سورج جیسے روشن چہرے والی کو دیکھنے لگا۔

مہرماہ گھر داخل ہوئی تو سرفراز صاحب جو ابھی گھر آئے تھے اور اپنی گاڑی پارک کر رہے تھے اس کو اپنی گاڑی کی بجائے وائٹ اوڈی میں سے نکلتا دیکھ حیران و پریشان ہوئے۔ جانتے تو وہ بھی تھے کہ یہ اورہان کی گاڑی ہے، اورہان کی اپنی گاڑی سے محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ لیکن یہ گاڑی مہرماہ کے پاس کیا کر رہی تھی؟

وہ گاڑی سے باہر آئے اور مہرماہ کو موقع دیا کہ وہ گاڑی پارک کر لے۔

"مہرو بیٹا اگر میں غلط نہیں ہوں تو یہ اورہان کی گاڑی ہے نا؟"

"جی بابا"

"بیٹا خیریت تو ہے نا، یہ آپ کے پاس کیسے آئی اور آپ تو ٹھیک ہیں نا؟"

بابا سب ٹھیک ہے۔ پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ اندر چلیں میں"
"آپ کو تفصیل سے سب بتاتی ہوں۔

وہ اندر گئے اور مہرماہ نے سارے حالات سے اپنے ماما بابا کو آگاہ کیا۔ سرفراز صاحب تو اورہان کے بہت شکرگزار تھے اس نے ان کی بیٹی کو پریشانی سے بچایا تھا۔

"مہرو وہ خود گاڑی دینے آئے گا ؟"

"کہہ تو یہی رہے تھے باقی میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ "

"ہاں بھئی خود ہی آئے گا ، اپنی گاڑی سے بہت محبت کرتا ہے ۔"

دل تو اس کا بھی کر رہا تھا کہ وہ خود ہی آئے مگر بابا کے سامنے وہ کندھے اچکا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

شام کے وقت جب وہ اپنے کمرے میں میں بیٹھی لیکچر تیار کر رہی تھی تو اس کو گاڑی کے ہارن کی آواز آئی ۔ اس کا مطلب گاڑی تو آچکی تھی مگر گاڑی لانے والا کون تھا۔ وہ فورا اٹھ کھڑی ہوئی اور دوپٹہ کو حجاب کی طرح اوڑھ کر کھڑکی کی جانب آئی۔

گاڑی میں سے وہ نکلا۔۔۔ہاں وہی جو اب اس کے دل پہ قابض ہو چکا تھا۔ سفید جینز پہ سفید ڈریس شرٹ اور بھورا بلیزر زیب تن کیے پیروں میں بھورے لوفرز پہنے وہ گھر کے اندر بڑھا تو وہ فورا واپس آکر بیڈ پر بیٹھی۔

یہ اس کو کیا ہو رہا تھا وہ نروس کیوں ہو رہی تھی پہلے بھی اورہان ان کی طرف آ جاتا تھا مگر اب کی بار بات ذرا مختلف تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس کو نیچے جانا چاہیے یا نہیں کہ اتنی دیر میں ماریہ بیگم اس کے کمرے میں آئی۔

مہرو کھانا کھا لو آکر تمہارے بابا بلا رہے ہیں اور ہاں اورہان بھی آیا ہوا ہے۔ وہ" "تمہاری گاڑی دینے کے لیے آیا ہے۔

انہوں نے اس کو اورہان کے آنے سے آگاہ کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مہرماہ گھر میں تو حجاب نہیں کرتی اس لیے ویسے ہی چلی آئے گی پھر بعد میں مہمانوں کو دیکھ کر پہلے تو الٹے قدموں واپس جائے گی پھر کہے گی ماما آپ کو مجھے بتانا چاہیئے تھا۔ میں ایسے ہی سامنے آگئی۔ میرے سر پہ دوپٹہ نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے ماما میں آتی ہوں۔"

نہ تو اس کی ماما نے اسے کبھی بھی ایسے اورہان یا کسی غیر مرد کے آنے پہ بلانے آنا تھا اور نہ ہی اس نے جانا تھا۔ مگر اب ادب کا تقاضا تھا کہ وہ خود اس کو شکریہ کہتی جس نے اس کی مدد کی تھی۔

NOVEL HUT

وہ اس وقت پرپل کلر کی لانگ شرٹ کے ساتھ سفید ٹراوزر پہنے ہوئے تھی۔

پرپل دوپٹے کو حجاب کی صورت سر پر لیا اور پیروں میں سلیپرز ڈال کر باہر آئی وہ سیڑھیوں سے اتر رہی تھی جب اورہان جو اپنے مخصوص حلیے میں سرفراز صاحب سے باتوں میں مشغول تھا اس کی نظر بے ساختہ ہی اس کی جانب اٹھی وہ اس وقت گھر کے کپڑوں میں بھی بے حد معصوم اور حسین لگ رہی تھی۔

مہرماہ نے آکر سلام کیا اور پھر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ کام تو اس کو خیر سے کوئی آتا نہیں تھا لیکن وہ برتن کچن سے اٹھا کر ڈائیننگ ٹیبل پہ تو سیٹ کر ہی سکتی تھی۔

ڈائیننگ ٹیبل سیٹ کر لینے کے بعد کھانے کے لیے سب نے کرسیاں سنبھالی۔ سرفراز صاحب نے زبردستی اس کو روکا تھا ورنہ وہ تو ڈنر کے حق میں نہیں تھا۔ سربراہی کرسی پر سرفراز صاحب، اس کے ساتھ دائیں جانب والی پہلی کرسی پر ماریہ بیگم براجمان تھی۔ بائیں جانب پہلی کرسی پر زاویار بیٹھا تھا وہ زاویار کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا تھا اور مہرماہ بالکل اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی تھی۔

وقفے وقفے سے بات ہو رہی تھی کہ اچانک سرفراز صاحب نے ایسا سوال کیا کہ وہ جو لزانیہ کھا رہا تھا وہیں رک گیا۔

"اورہان میں نے تو حیدر سے سن رکھا تھا کہ اورہان اپنی گاڑی کو کسی کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیتا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ تم نے مہرماہ کو گاڑی کیسے دے دی اگر یہ خراب کر دیتی یا کہیں ٹھوک دیتی تو مجھے سچ میں بہت شرمندگی ہوتی۔"

وہ اپنا ڈر واضح کر رہے تھے مگر اس وقت اورہان کو ڈرا گئے وہ اب کیسے انہیں مطمئن کرے۔ حالانکہ وہ اس لڑکی پہ ہر چیز قربان کر سکتا تھا مگر اب اس کو وضاحت دینی تھی۔

"بابا"

مہرماہ نے افسوس سے اپنے بابا کو دیکھا تھا۔ اور وہ اس کے روٹھے انداز پہ اس کو دیکھنے لگا۔ وہ اتنی معصوم کیوں تھی آخر۔۔۔

"ہاں اور نہیں تو کیا، بعد میں اپنی گاڑی کے ساتھ ساتھ اورہان کی گاڑی بھی خراب کر دیتی۔"

وہ جو بولنے ہی والی تھی اورہان کے بولنے پہ خاموش ہو گئی۔

مجھے ان کا سڑک پہ کھڑے ہونا مناسب نہیں لگا اور انکل مجھے یقین تھا کہ یہ" بہت اچھا ڈرائیو کر لیں گی اسی لیے میں نے بلا خوف و خطر ان کو گاڑی دے دی۔"

آہ !۔۔۔ وہ کیسے بتاتا کہ وہ اس کی گاڑی چاہے چکنا چور کر دیتی وہ تب بھی اف تک نہیں کرتا بس مہرماہ محفوظ ہو اس کے لیے یہی کافی تھا۔

"چلو تم کہتے ہو تو مان لیتا ہوں۔"

پیچھے مہرماہ یہ سوچتی رہ گئی کہ کیا واقعی بس یہی بات تھی۔ کیا وہ سچ میں خوش فہمی کا شکار تو نہیں ہو گئی۔

آہ وہ کیا کرے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ناظرین جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں مین روڈ پر موجود سرکاری بلڈنگ کا اپر فلور" گرنے سے وہاں سے گزرتے لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ بلڈنگ چند ماہ پہلے ہی بنائی گئی تھی۔ وہ تو شکر ہے کہ اس کو ایک ماہ پہلے ہی کسی ایمرجنسی کے تحت خالی کروا لیا گیا تھا۔ آئیں جانتے ہیں لوگوں سے اس بارے میں۔"

رپورٹر نے مائک کا رخ سڑک پر موجود ایک آدمی کی طرف کیا۔

"جی تو آپ عینی شاہد ہیں صبح والے حادثے کے جس میں اچانک بلڈنگ کے گرنے کی وجہ سے راہ گیر زخمی ہوئے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا کہنا ہے؟"

رپورٹر نے موقع پر موجود لوگوں میں سے ایک سے سوال پوچھا۔

"دیکھیں سابق ایم ان اے ولید نعمان نے اس بلڈنگ کی تعمیر کروائی تھی اور ان کے بنائے ہوئے ہر پراجیکٹ سے لوگوں کو شدید نقصان ہوا ہے۔ مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وہ ذمہ داریاں سنبھال نہیں سکتے تو لیتے کیوں ہیں؟ آج پھر ان کی نااہلی کی بدولت ایک حادثہ ہوا۔ یا تو وہ حکومت کی جانب سے ملا ہوا گرانٹ اپنے اکاونٹ میں ڈال چکے ہیں اور ناقص میٹیریل سے بلڈنگ بنوائی یا پھر یہ صاف صاف ان کی نااہلی کا ثبوت ہے۔"

"جی تو جیسے کہ عینی شاہد کا کہنا ہے کہ یہ سب سابق ایم ان اے ولید نعمان کا قصور ہے۔ کیونکہ اس بلڈنگ کو بنوانے کی ذمہ داری ان کی تھی۔ شاید یہی بات عوام میں ان کا امیج خراب کر گئی ہے۔"

یہ خبر اس وقت ملک کے مشہور و معروف نیوز چینل پہ نشر ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی یہ ویڈیو عریش کو ریسیو ہوئی تھی اسے دیکھنے کے بعد اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو چند پیسوں کے منافع کے لیے لوگوں کی جان داو پر لگا دیتے ہیں۔

تھوڑی دیر میں اصغر اس کے آفس کے اندر داخل ہوا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔

آو اصغر، یہ کچھ پیسے ہیں اپنے بیٹے کے لیے گفٹ لے لینا میری طرف سے، تم" "نے بتایا تھا کہ آج اس کا برتھ ڈے ہے۔

"شکریہ سر، آپ حقیقتا بہت اچھے باس ہیں۔"

اصغر نے پیسے لیے اور چلا گیا۔

یہی ویڈیو اورہان کو بھی ریسیو ہوئی تھی۔ وہ متفکر انداز میں فون پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اتنی دیر میں دروازہ ناک ہوا۔

"مے آئی کم ان سر؟"

"ہوں"

اجازت ملنے پر ایاز اندر داخل ہوا اور اس کے سامنے آکر اس کو میٹنگ کی تفصیلات سے آگاہ کرنا شروع کیا۔

"سر وہ آج والی میٹنگ۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات پوری کرتا اورہان بول پڑا۔

"ایاز کیا ولید نعمان کے سرکاری پراجیکٹ بھی فہد ہینڈل کرتا ہے؟"

جی سر عریش سلطان کے ایم ان اے بننے سے پہلے وہ ولید نعمان کے لیے کام" "کرتا تھا۔

"کیا اس دن میں نے تمہیں جو کام کہا تھا تم نے وہ کر لیا؟"

اورہان اس دن کی بات کر رہا تھا جب عریش فیکٹری کا معائنہ کرنے کے لیے آیا تھا۔

جی سر میں نے ساری ڈیٹیلز نکلوا لی ہیں ۔ ابھی اسی کی فائل دینے آیا تھا اور" "میٹنگ کا بھی بتانا تھا۔

NOVEL HUT

"ایک گھنٹے تک مجھے کوئی میٹنگ نہیں چاہیئے۔ اور اس دوران کوئی مجھے ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ انڈرسٹینڈ؟"

"یس سر۔ میں میٹنگ کا ٹائم ٹیبل سیٹ کرتا ہوں۔ یہ لیں فائل۔"

ساتھ ہی فائل اس کی جانب بڑھائی جو اس نے تھام لی۔

اورہان کا سیکرٹری ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اس کے آفس کے کاموں کے علاوہ بھی اس کے ہر حکم کو بجا لاتا تھا۔ اور اتنے اچھے باس کو کون انکار کرے ۔۔۔۔ یہ ایاز کا ماننا تھا۔ کیونکہ اورہان اس کو اچھی تنخواہ کے ساتھ بونس اور اس کے بچوں کی فیس بھی پے کرتا تھا۔ اور وہ کیسے بھول جاتا جب اورہان نے اس کی بہن کے علاج کا سارا خرچ اٹھایا تھا۔ اس کے برے دنوں میں اورہان ہی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ اس کا بہت مشکور تھا۔

NOVEL HUT

وہ دروازے کے پاس پہنچا تو پیچھے سے اورہان کی آواز آئی۔

"شکریہ ایاز"

ایاز مڑا تو اس کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔

"آپ کے لیے تو جان بھی حاضر ہے سر۔"

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔

اور ان الفاظ پر تو اورہان حیران ہو چکا تھا۔ بعض اوقات آپ کسی کے لیے اتنے اہم ہوتے ہیں اور آپ کو علم ہی نہیں ہوتا ۔ جیسے ابھی تک اورہان اس بات سے لاعلم تھا کہ وہ ایاز کے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے جانے کے بعد اورہان نے سر جھٹک کر فائل کی جانب توجہ مبذول کی ۔ ایک تصویر پر نظر گئی تو دماغ میں کچھ کلک ہوا اس نے دوبارہ موبائل میں ویڈیو پلے کی۔۔یہ سب اتفاق نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اوہان اتفاقات پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس کا ماننا تھا ہر چیز پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس وقت ویڈیو میں موجود عینی شاہد اور فائل پہ موجود ایک نام اور تصویر۔۔۔۔ اصغر کمال، عریش سلطان کا ڈرائیور

NOVEL HUT

شام کے وقت انس اپنے کمرے میں صوفہ پر بیٹھا کیس کے اہم پوائنٹس جانچ رہا تھا جب گھر میں شور کی آوازیں آنا شروع ہو گئی۔ اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں

حصے میں ہی وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ شور کیوں ہو رہا ہے۔ اس نے تنگ آکر فائل بند کی اور کمرے سے باہر نکلا۔

وہاں کا نظارہ آج بھی ویسا ہی تھا اس کے بابا غصے سے آگ بگولا چیخ رہے تھے اور اس کی ماں وہ جوابی کاروائی میں ان سے زیادہ اونچی چیخ رہی تھی۔ جیسے دونوں میں مقابلہ چل رہا ہو۔

اس کے گھر میں تحمل سے کم ہی بات ہوتی تھی زیادہ باتیں اسی انداز میں ہوتی تھی۔ اسے اب تک اس سب کا عادی ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ نہیں ہو سکا۔ نہ تو انس مجتبیٰ آج تک اپنے ماں باپ کو سمجھا سکا نہ ہی اس ماحول کا عادی ہو سکا۔ وہ ڈھیٹ بننا چاہتا تھا جس سے اسے یہ سب برداشت کرنا آجاتا یا پھر لاپرواہ جسے اس بات سے فرق ہی نا پڑتا کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ مگر وہ بے حس نہیں تھا اسے اپنے ماں باپ کی پرواہ تھی وہ انہیں ایسے نہیں دیکھ پاتا تھا خود وہ ہر بار ٹوٹ جاتا تھا۔ ہر جھگڑے پر وہ خود کو سنبھالتا تھا۔ اس کی ذات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی تھی۔

NOVEL HUT

ماں بابا کیا آپ کو اب بھی یہ خیال نہیں آتا کہ آپ عمر کے اس حصے میں پہنچ" "چکے ہیں کہ یہ لڑائی جھگڑے آپ کو بالکل بھی زیب نہیں دیتے۔

وہ صرف چند سیکنڈ اس کی بات سننے کے لیے خاموش ہوئے تھے اور پھر لڑائی میں مصروف ہو چکے تھے۔ وہیں سعد جو اپنے کمرے میں دبکا ان کے جھگڑے کو سن رہا تھا بھائی کی آواز سنتے ہی کمرے سے باہر آیا۔

"کیا آپ کو بالکل بھی پرواہ نہیں میری، سعد کی؟"

اپنے اور سعد کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"تم لوگوں کی خاطر ہی تو میں اب تک اس انسان کے ساتھ رہ رہی ہوں۔"

جواب دینے والی اس کی ماں تھی۔

ہاں تو میں بھی ان کی ہی خاطر رہ رہا ہوں تم جیسی لڑاکا عورت کے ساتھ ۔" "ورنہ کب کا تمہیں فارغ کر دیتا۔

"ہاں تو اب کر دو فارغ کونسا دیر ہو گئی ہے۔"

"بس کر دیں آپ دونوں ، ہماری خاطر رہ رہے ہیں نا آپ ایک ساتھ ؟"

التجائی انداز میں خاموش رہنے کا کہہ کر استفسار کیا۔

دونوں نے بیک وقت ہاں بولا۔

"تو کیا آپ ہماری خاطر صلح صفائی سے رہ سکتے ہیں؟"

"بیٹا میں نے تو کچھ نہیں کہا تھا، تمھارے بابا نے ہی بات بڑھائی۔"

بیٹے کو صفائی پیش کی گئی۔

"میں نے کون سی بات بڑھائی ذرا بتانا۔"

غصے اور طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

ساتھ ہی مزید بولنے لگے تھے کہ انس بول پڑا۔

کیا آپ کو اندازہ بھی ہے آپ کے ان روز روز کے لڑائی جھگڑوں سے میں کتنا" متاثر ہوتا ہوں۔ میرا دم گھٹتا ہے اس گھر میں، میری بھوک ختم ہو جاتی ہے، پانی تک میرے حلق سے نیچے نہیں جاتا۔ میرا دماغ مفلوج ہو جاتا ہے، میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔ بچپن سے آپ کی ان لڑائیوں نے مجھے شادی جیسے پاکیزہ رشتے سے متنفر کر دیا ہے۔ میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ میں اپنا گھر بسا سکوں۔

مجھے لگتا ہے پھر سے وہی سب کچھ ہو گا ۔ میں ایک اور انس نہیں دیکھنا چاہتا ۔ میرا دل چاہتا ہے میں اس گھر سے بھاگ جاوں ۔ سب کچھ چھوڑ دوں۔ کیا غلطی ہے میری ؟ کیوں مجھے سزا ملتی ہے؟ صرف ایک اچھی ہنستی مسکراتی فیملی "چاہی ہے میں نے ۔ایک ہی تو خواہش کی ہے ۔۔۔۔۔۔صرف ایک

انگلی سی ایک کا اشارہ کیا۔

بولتے بولتے اس کا گلا رندھ گیا تھا آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر اب اس کی گردن تک جا رہے تھے۔ اس کے سارے پرانے زخم ادھڑ گئے تھے۔ وہ لاکھ کوشش کرتا تھا کہ نہ روئے مگر اس تکلیف پہ وہ ان آنسوؤں کو نہیں روک پاتا تھا۔

آخر کیوں تھا وہ اتنا حساس۔۔۔

جوان بیٹے کو روتا دیکھ دونوں کی آنکھیں نم ہو چکی تھی۔ اس کی ماں تو باقاعدہ رونا شروع ہو چکی تھی۔ سعد آکر انس سے لپٹ گیا۔ اس کے بابا نے اس کے آنسو پونچھے ۔ وہ اس کی تکلیف کو کیسے نظر انداز کر گئے۔ اپنی اولاد کی خاطر دونوں نے بہت قربانیاں دی تھی۔ انہیں مڈل کلاس ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل کا سامنا تھا مگر انہوں نے اپنی اولاد کی ہر ضرورت کو پورا کیا تھا ۔ مگر وہ اپنی اولاد کو

ذہنی سکون نہ دے سکے جو سب سے زیادہ اہم تھا۔ انسان کم کھا کر ہلکا پہن کر گزارا کر سکتا ہے مگر ذہنی سکون کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"ہم دوبارہ نہیں جھگڑیں گے تم پر سکون ہو جاو میرے بچے۔"

اسے خود سہارے کی ضرورت تھی مگر وہ بڑا بھائی تھا اور اسے اپنے چھوٹے بھائی کا حوصلہ بننا تھا۔ وہ سعد کی پیٹھ تھپتھپا رہا تھا جو اس کے ساتھ لپٹا مسلسل رو رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ یہ سب وقتی ہے مگر وہ پھر بھی خود کو دلاسہ دے رہا تھا کہ ہاں یہ آخری جھگڑا تھا۔

امل خود کو مضبوط بنانے کی کوشش میں تھی اسے مہرماہ کی باتوں پر عمل کرنا تھا وہ یہ ہراسمنٹ ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔ وہ اپنا لائحۂ عمل سوچ رہی تھی کہ ملازمہ نے اس کے کمرے کے دروازے پہ دستک دی۔

"امل بی بی، بڑے صاحب آپ کو کھانے پر بلا رہے ہیں۔"

وہ شہریار صاحب کو بڑے صاحب اور اس کے پھوپھو کے بیٹے کو چھوٹے صاحب کہتی تھی۔

"اچھا میں آتی ہوں۔"

وہ اس وقت گھر کے حلیے میں لانگ ٹی شرٹ کے ساتھ کھلا ٹراوزر پہنے ہوئے تھی۔ وارڈروب سے دوپٹہ نکال کر اس کو گردن کے پیچھے سے ڈالا اور آگے کی جانب کھلا چھوڑ دیا۔ اب اسے احتیاط کرنی تھی پہلے تو وہ دوپٹے کے بغیر بھی چلی جاتی تھی مگر اب اس انسان کی نظریں اسے خود میں دھنستے ہوئے محسوس ہوتی تھی۔

وہ ڈائیننگ ٹیبل پر آئی اور بابا سے پیار لیا، پھوپھو کو پیار کیا اور ان کے ساتھ والی کرسی پر ہی بیٹھ گئی۔ کزن کو اگنور کیا گیا۔ اس کا کزن، اس کی پھوپھو کے مقابل سامنے والی کرسی پر بیٹھا تھا۔

کھانا شروع کیا گیا تو وہ بول پڑا۔

"امل بیٹا، مجھے رائس پاس کرنا۔"

یہ امل کو خود کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔بیٹا۔۔۔۔مطلب اتنا دوغلا پن

وہ اسے سب کے سامنے امل کہہ کر ہی پکارتا تھا مگر آج بیٹا۔۔۔تو کیا وہ سدھر گیا ہے؟ یا یہ گھر والوں کی نظروں میں خود کا امیج ٹھیک رکھنے کے لیے کیا ہے؟ تاکہ اگر امل گھر میں کسی سے اس سلسلے میں بات بھی کرے تو کوئی اس کا یقین نہ کرے۔

"جی بھائی"

بھائی پہ زور دیا گیا تو اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔جب اس نے چاولوں کی ٹرے اس کو پکڑانی چاہی تو اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور ادھر ہی امل کے ہاتھ سے ٹرے چھوٹ گئی۔

"کیا ہوا بیٹا، یہ کیسے ہوا؟"

وہ جو کھانے کی طرف متوجہ تھے اچانک چاولوں سے بھری ٹرے کے گرنے سے ہڑبڑا کر سیدھے ہوئے۔

"بابا، بھائی نے میرا ہاتھ۔۔۔"

اس کی بات کو اس کے کزن نے فوراً ٹوکا۔

ماموں جان اتنی تو کمزور ہو گئی ہے یہ، ایک ڈش تک تو پکڑی نہیں جا رہی اس" "سے۔ دیکھ لیں ہاتھ سے ہی چھوٹ گئی۔ امل آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟

جھوٹ بولنے کے بعد فوراً امل کی جانب متوجہ ہوا جو کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جو گرم چاول گرنے سے سرخ ہو چکے تھے تو کبھی اس مکار انسان کو جو اتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہا تھا۔ یعنی مہرماہ ٹھیک کہہ رہی تھی یہ ان لوگوں میں سے ہے جو زبان کی بات نہیں سمجھتے۔

ابھی وہ سمجھ ہی نہ پائی تھی کہ اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

"ڈر کیوں رہی ہو امل میں تو دیکھ رہا تھا کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔"

وہ انسان اس کے باپ کے سامنے اس کا ہاتھ پکڑ رہا تھا اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں تھا کیونکہ وہ تصویر کا وہ رخ نہیں دیکھ پا رہے تھے جو امل دیکھ چکی تھی۔

شہریار صاحب تو اپنے بھتیجے کی اپنی بیٹی کے لیے پروا دیکھ کر خوش تھے ۔ اس کا مطلب کہ کم از کم امل کو بھائی کا پیار تو ملا۔ مگر آہ ۔۔۔۔کاش کوئی انہیں یہ بتاتا کہ یہ بھائی کا پیار نہیں، ایک گھٹیا انسان کی ہراسمنٹ اور بری نظر ہے۔

ماموں جان مجھے لگتا ہے امل ڈر گئی ہے میرے خیال سے اس کو باہر آوٹنگ پر" لے کر جانا چاہیے۔ آپ تو تھکے ہوئے ہیں میں ہی لے جاتا ہوں۔فریش ہو جائے "گی جب باہر کی تازہ ہوا میں جائے گی۔

ہاں بیٹا میں بھی متفق ہوں ، امل بیٹا آپ باہر کی فریش ائیر لے لو اور بھائی کے" "ساتھ چلے جاو ۔ اس کو آئسکریم بھی کھلا دینا۔

امل کو اس کے ساتھ جانے کا کہہ کر اب وہ اپنی بیٹی کو خوش کرنے کے لیے اپنے بھتیجے کو اس کی پسندیدہ چیز کھلانے کا بھی کہہ رہے تھے۔

"ٹھیک ہے ماموں جان۔ چلیں امل؟"

اس نے امل کی جانب رخ کیا اور ہنسا تو امل کو اس ہنسی سے کراہیت محسوس ہوئی۔ وہ فوراً ڈائیننگ ٹیبل سے اٹھی۔

"بابا میں روم میں جا رہی ہوں نہ تو مجھے باہر جانا ہے اور نہ ہی کوئی آئسکریم کھانی ہے۔ اور ان کے ساتھ تو میں ہرگز نہیں جاوں گی۔"

وہ اپنے ہاتھوں کی تکلیف کو نظر انداز کر کے ہمت کر کے بولی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے امل اس کے ساتھ نہ جانے کا کیا مطلب ہے۔"

یہ بولنے والے بھی اس کے بابا ہی تھے ۔آہ مہرماہ وہ کیسے بتاتی تمہیں کہ کیوں وہ اپنے بابا کو اس مسئلے سے آگاہ نہیں کر رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ کبھی خود کو سچا ثابت نہیں کر پائے گی۔ اس کے بابا وہ دیکھیں اور سنیں گے جو ان کو دکھایا اور سنایا جائے گا۔ کاش کہ اس میں اور اس کے بابا میں اتنا کمیونیکیشن گیپ نہ ہوتا ،کاش کہ وہ اپنی بیٹی کی آنکھوں میں جھانک لیتے تو اس کے دکھ اور حسرتیں انہیں یقینا رلا دیتے۔ کاش ،کاش۔۔۔۔

مگر ایسا کچھ نہیں تھا اسے اپنے لیے سٹینڈ لینا تھا وہ ڈر کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ وہ مقابلہ کرے گی ۔ہاں امل شہریار نے ٹھان لیا تھا کہ وہ اینٹ کا جواب اب پتھر سے دے گی۔

"بابا بدتمیزی تو نہیں کی میں نے ، بھائی تھکے ہوئے ہیں ناں اور میرا بھی اس وقت باہر جانے کا موڈ نہیں ہے اس لیے میں ان کو تنگ نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

چہرے پر بلا کی معصومیت طاری کی۔ اور اس کا کزن تو اس کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر ہی حیران تھا۔ اسے امل سے اس دلیری کی امید نہیں تھی وہ تو یہ سوچ بیٹھا تھا کہ اب تک وہ ڈر چکی ہو گی اور اب وہی کرے گی جو وہ کہے گا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا تھا۔

"ہائے میری بچی کتنا خیال ہے اس کو سب کا ، میری جان آپ روم میں جا کر آرام کرو۔"

اس کی پھوپھو نے گویا اس کی مشکل آسان کر دی وہ پھوپھو کے گلے لگ کر اپنے روم میں چلی گئی۔ پیچھے وہ اپنے پلان کے ناکام ہو جانے پر غصے میں تھا۔ کمرے میں آکر امل دروازے کے ساتھ ہی لگ کر بیٹھتی چلی گئی اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھی اور آنسو بے قابو ہو رہے تھے۔ یہ معاملہ مزید گھمبیر ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کیا کرے ۔۔۔

(لیکن اگر اکیلے لڑنے کی ہمت نہ ہو تو کیا کیا جائے؟)

اسے اپنا سوال یاد آیا تھا۔

(تو ہمت پیدا کرنے کے لیے اللہ پاک سے دعا کی جائے۔)

مہرماہ کے جواب کی بازگشت اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی یہ جواب ایک امید جگا رہا تھا، ایک نئی راہ دکھا رہا تھا۔ ہاں اسے دعا کرنی چاہیے جو اس نے برسوں سے نہیں کی تھی ۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ دعا سے کچھ نہیں ملتا ، اس کی ماں بھی تو چلی گئی اس نے کتنی دعائیں مانگیں تھی کہ اس کی ماں زندہ رہتی۔ کتنی بار اس نے بابا کا وقت پانے کے لیے دعائیں مانگی تھی لیکن کیا ہوا؟ اس کی تو کوئی دعا کبھی قبول نہیں ہوئی ۔ تو کیا اب اسے پھر سے دعا مانگنی چاہیے؟

ہاں شاید کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔

اس نے وہیں زمین پر بیٹھے اپنی ہتھیلیاں سامنے کی اور پھر اپنے دل کا سارا بوجھ اپنے رب کے حضور کہہ ڈالا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کوئی دعا کر رہی ہے یا صرف کسی چھوٹے بچے کی طرح اپنی تکلیف بتا رہی ہے۔ آنسوؤں سے چہرہ تر ہو چکا تھا۔ اگر کوئی کمرے کے پاس سے گزرتا تو یقینا اس کی دبی دبی ہچکیوں کی

آواز اس تک جاتی۔ مگر اس وقت اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی ۔ہاں کیونکہ اس وقت وہ اپنے رب کے سامنے اپنا آپ بیان کر رہی تھی۔ وہ رب جو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ برسوں بعد وہ اس طرح روئی تھی ، آخری بار شاید وہ اپنی ماں کی وفات پہ اس طرح روئی تھی۔ وہ آنسو نہیں بہاتی تھی کیونکہ کوئی بھی اس کے آنسو صاف کرنے والا نہیں تھا۔ بہت تکلیف میں بھی اس کی آنکھوں میں صرف نمی جھلکتی تھی۔ وہ نمی جس کو آج تک مہرماہ کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ پایا۔ اس کے آنسو اس کے اندر گرتے تھے اور کوئی نہیں جانتا ، کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ جو آنسو اندر گرتے ہیں وہ انسان کی روح تک کو چھلنی کر جاتے ہیں۔

مگر اس وقت اس کے اندر سکون ہی سکون تھا ۔اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا اسے نیند آرہی تھی ، اسے جلے ہاتھ کی تکلیف بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔وہ نیچے سے اٹھی اور بیڈ کی جانب آئی ۔ ٹائم کلاک پر نظر گئی تو وہ حیران ہوئی وہ تقریبا ایک گھنٹے سے نیچے بیٹھی اپنے رب سے فریاد کر رہی تھی اس سے شکوے کر رہی تھی ، اپنی ساری تکالیف بتا رہی تھی ۔ وہ مانگ رہی تھی۔

آنسو پونچھ کر وہ بیڈ پر کمفرٹر تان کر لیٹ گئی ۔ آج یقینا وہ ایک اچھی نیند لینے والی تھی۔ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد انسان ایسے ہی پرسکون اور مطمئن ہو جاتا ہے۔

اگلی صبح امل کے لیے پرنور اور منور تھی ۔ وہ جب صبح اٹھی تو اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو ۔ تکلیف کا شائبہ تک نہیں تھا وہ سوچ رہی تھی اگر صرف رب کو پکارنے سے اتنا افاقہ ہو سکتا ہے تو اس رب کائنات کی عبادت کرنے سے تو سکون انسان کے اندر رچ بس جاتا ہو گا۔ اسے ان لوگوں کی قسمت پر رشک آرہا تھا جو اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں ۔ ابھی تو اس نے رحمن سے صرف گلے شکوے ہی کیے تھے تو جب دعائیں کرے گی تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔

وہ بیڈ سے اٹھی فریش ہو کر جب آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو سوجن کے باعث چھوٹا پایا۔ اف۔۔۔

اگر کسی کو علم ہو گیا کہ میں روئی ہوں۔ ایسا کرتی ہوں یونیورسٹی نہیں جاتی ۔" نہیں، نہیں ،مجھے مہرماہ میم کی کلاس مس نہیں کرنی، ہو سکا تو ان سے ملنا بھی ہے۔ اب میں کیا کروں؟"

وال کلاک کی طرف نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ابھی مہرماہ کی کلاس میں وقت ہے۔ آخرکار اس نے فیصلہ کیا اور تیار ہو کر نیچے آئی تو صبح کے ساڑھے دس بج چکے تھے ۔ وہ باقی کلاسز مس کر چکی تھی مگر مہرماہ کی کلاس میں جانا ضروری تھا اس لیے اسے ساڑھے گیارہ سے پہلے یونیورسٹی جانا تھا۔ لیٹ ہو جانے کی وجہ سے گھر میں اس وقت صرف اس کی پھوپھو ہی موجود تھی وہ بھی اپنے کمرے میں ہی تھی ۔ اس کو کسی نے نہیں اٹھایا تھا کیونکہ وہ اپنی مرضی کی مالک تھی اگر وہ صبح ڈائیننگ ٹیبل پر نہیں آئی تو اس کا مطلب تھا کہ وہ آج لمبی تان کر سوئی ہے اور اس کا یونیورسٹی جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ کوئی اسے نہیں اٹھاتا تھا۔

اس نے ہلکا سا ناشتہ کیا اور یونیورسٹی چلی آئی ۔ وہ تیز تیز قدموں سے کلاس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ بھاگ کر کلاس کی طرف جاتی مگر اسے

کسی کی نظر میں نہیں آنا تھا۔ لہذا گھڑی پر نگاہیں جما رکھی تھی جو گیارہ بج کر پچیس منٹ دکھا رہی تھی۔ اور وہ وقت پر کلاس میں آچکی تھی۔

اس کا سانس اکھڑا ہوا تھا ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمک رہی تھی۔ لئیرڈ بال چہرے پر آگے کی جانب آئے ہوئے تھے۔وہ آکر اپنی سیٹ پر بیٹھی جو فاریہ کے بالکل برابر میں تھی تو فاریہ جو پانی پینے ہی والی تھی اس کی حالت کے پیش نظر اپنی پانی کی بوتل اس کے سامنے کی تو اس نے ایک نظر فاریہ کو دیکھ کر بوتل تھام کر اس سے غٹاغت پانی پینا شروع کیا۔ فاریہ مسکرا کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

دونوں بہن بھائی کی پانی آفر کرنے کی عادت۔۔۔۔ وللہ

پانی پی کر اس نے بوتل فاریہ کو واپس کی تو اس کی ساری ہنسی اڑن چھو ہو گئی ۔

"یہ لو تمہاری بوتل۔"

امل نے اس کی واٹر بوتل واپس کی لیکن وہ تو صدمے میں تھی کیونکہ وہ اس کی پوری بوتل خالی کر چکی تھی ۔

"بھلائی کا تو کوئی زمانہ ہی نہیں بھئی۔"

افسوس کے مارے کہا۔ ساتھ ہی اس کو گھور کر بھی دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا تمہیں؟ ایسے کیوں گھور رہی ہو؟"

پہلی بات تو یہ کہ میں نے اگر انسانیت کے ناطے تمہیں پانی آفر کر دیا تو تم نے تو"
"پوری بوتل ہی خالی کر دی اور دوسری بات تم نے مجھے تھینکس بھی نہیں کہا۔

سوری وہ ایکچوئلی مجھے شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ بریک میں میری طرف "
"سے تمہیں فریش جوس کی آفر یا پھر جو بھی تمہاری فیورٹ ڈرنک ؟

کھلے دل سے آفر کی گئی۔

"اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ کلاس۔"

ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ امل کی آفر قبول کی جائے یا نہیں کہ مہرماہ پورے وقت
پہ کلاس میں آچکی تھی۔

"وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ میم"

پورے جوش و خروش میں مہرماہ پر سلامتی بھیجی۔ جس سے مہرماہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ وہ کلاس کو ہیلو اور ہائے سے سلام پہ لے آئی تھی۔ زیر لب اللہ پاک کا شکر ادا کیا جس نے اسے یہ توفیق بخشی۔

کلاس کا آغاز ہوا اور سب نے پوری دلجمعی سے اس کا لیکچر سنا۔ تیسری رو میں بیٹھی ایک لڑکی نے سوال پوچھنے کی غرض سے ہاتھ کھڑا کیا۔

"جی پوچھیں بیٹا۔"

"میم جیسا کہ آپ نے بتایا کہ کچھ لوگوں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ سب ان کے پلان کے مطابق ہو رہا ہے تو کیا سچ میں ایسا ہوتا ہے؟"

پوری توجہ سے سوال سننے کے بعد اپنی بات کا آغاز کیا۔

"میں آپ کی بات کو ایک مثال کے ذریعے سمجھاوگی ۔ اگر ایک باپ اپنے چھوٹے سے بچے کو اپنی گود میں بٹھا کر گاڑی کا سٹیرنگ تھما دے اور وہ بچہ یہ محسوس کرے کہ وہ گاڑی کو کنٹرول کر رہا ہے تو آپ کیا کہیں گی؟ کیا آپ یہ مان لیں گی کہ گاڑی وہ چھوٹا بچہ چلا رہا ہے؟"

"نہیں میم بالکل بھی نہیں۔"

ایگزیکٹلی آپ بالکل نہیں مانیں گی کہ اتنی بڑی گاڑی کو ایک چھوٹا بچہ چلا رہا ہے" کیونکہ اس گاڑی کو چلانے والا اس کا باپ ہے جس نے بے شک سٹیرنگ اپنے بچے کے ہاتھ میں تھما دیا ہے مگر گاڑی کو کنٹرول وہی کر رہا ہے، گئیر لگانا، سپیڈ بڑھانا اور کم کرنا، موڑ مڑنا سب اس کا باپ کر رہا ہے۔ تو میرا مثال دینے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کی زندگی کی گاڑی کو بھی اللہ تعالیٰ کنٹرول کر رہے ہیں اگر کبھی آپ اپنے پسند کے موڑ کی طرف چل پڑتے ہیں تو یہ اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ آپ نے طے کیا بلکہ یہ اس لیے ہوتا ہے کیونکہ یہ آپ کے رب کی طرف سے طے شدہ تھا۔ لہذا اگر کبھی اپنے پسندیدہ موڑ پر پہنچ جائے تو اس میں آپ کی کوئی کاریگری نہیں ہوتی اس لیے خود کو عظیم اور دی گریٹ پلانر سمجھنے کی بجائے اس ذات کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے آپ کی گاڑی کو ایک ٹریک دے دیا وہ بھی آپ کا پسندیدہ۔ کیونکہ وہ بیسٹ پلانر ہے۔ سمجھ آئی؟"

اس کے خاموش ہو جانے پر ایک دلکش فسوں ٹوٹا تھا۔

"یس میم۔"

اونچی آواز میں کہہ کر ساتھ میں تائید میں سر بھی ہلایا۔

"الحمدللہ، دیٹس گریٹ۔"

کلاس کا ٹائم اوور ہونے پر وہ چلی گئی۔ تو امل جو مہرماہ سے ملنا چاہتی تھی مگر اب فاریہ کو آفر کر چکی تھی اسی لیے اس نے فاریہ کی طرف دیکھا۔

"آفر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ہاں آف کورس چلو۔ کون فریش جوس کو انکار کرے گا بھئی۔"

امل اس کی بات پہ مسکرائی اور دونوں باتیں کرتے کینٹین کی جانب بڑھ گئے۔ آہستہ آہستہ ان کی آوازیں مدھم ہوتی جا رہی تھی۔ اچھے لوگوں سے یقینا اچھی شعاعیں پھوٹتی ہیں لیکن یہ ان کو ہی دکھتی ہیں جو خود اچھے ہوتے ہیں یا اچھا بننے کے راستے پر ہوتے ہیں۔

NOVEL HUT

عریش اپنے گرینڈ بیڈ روم میں موجود تھا۔ جو کہ چاکلیٹ اور ٹورٹیلا براون کلر سے سجایا گیا تھا۔ دیکھنے والا اس کا روم دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا اس میں موجود ہر چیز اپنی قیمت آپ بتاتی تھی۔ ہر چیز شاہانہ اور اس کے ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ نفاست سے سیٹ کیا گیا روم اس کی نفیس طبیعت کی عکاسی کرتا تھا۔

جہازی سائز بیڈ کے اوپر خوبصورت اور مہنگے فریم میں ایک بڑے سائز کی تصویر موجود تھی۔ جس میں وہ سیاہ پراڈو سے اترتا دکھائی دے رہا تھا آنکھوں پر کالا چشمہ لگائے، ڈارک براون سوٹ جس کے بازو کہنیوں تک فولڈ کیے ہوئے تھے اس پر لائٹ براون واسکٹ زیب تن کیے پاوں میں بھوری کھیڑی پہنے وہ گاڑی سے اتر رہا تھا اور یہ تصویر غالبا اچانک کھینچی گئی تھی مگر اس کی وجاہت اور سٹائل کی بدولت وہ فریم کیے جانے کے قابل تھی۔ یہ تصویر کمرے کے انٹیریر کے ساتھ اس حد تک میچ کر رہی تھی کہ دیکھنے والا بلا جھجھک کہہ سکتا تھا کہ یہ کمرے کے عین مطابق لی گئی ہے۔

اس وقت وہ قیمتی صوفہ پر براجمان کچھ سوچ رہا تھا۔ اگر مہرماہ کو کال کرے گا تو ایسا کیا کہے گا کہ وہ مائینڈ نہیں کرے۔ منجھے ہوئے سیاست دان کو اس وقت ایسا بہانہ کرنا تھا کہ وہ لڑکی اس سے بدگمان نہ ہو جائے۔ وہ اس سے یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ مہرماہ میرا آپ سے بات کرنے کا بہت دل چاہ رہا تھا اس لیے کال کی کیونکہ اگر ایسا کہا تو پہلے تو وہ بلاک کرے گی اور اگر وہ اس کو کہیں ملا تو بے عزت کرنے میں دیر نہیں لگائے گی۔ اور اسے مہرماہ کی یہی بات سب سے

زیادہ پسند تھی کہ وہ مردوں سے فرینک نہیں ہوتی تھی وہ آج کے دور میں بھی دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلتی تھی۔

کچھ سوچ کر اس نے فون پر اس کا نمبر ملایا۔بیل جا رہی تھی اور وہ اس کے فون ریسیو کرنے کا منتظر تھا۔ پانچویں بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔

" اسلام علیکم، جی کون؟"

وہ یونیورسٹی لیکچرار تھی اس لیے کالز اس کی زندگی کا معمولی حصہ تھی کبھی یونیورسٹی ، کبھی سٹوڈنٹس، کبھی کولیگز، کبھی فیملی اسے دن میں نہ جانے کتنی کالز اور مسیجز ریسیو ہوتے تھے۔

"وعلیکم السلام مس مہرماہ، پہچانا آپ نے؟"

لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوال داغا گیا۔

"جی نہیں ،آپ جلدی بتائیں کیا کام ہے؟"

وہ اس وقت مصروف تھی اس لیے اس کے لہجے پر غور نہ کر سکی۔

"میں عریش سلطان بات کر رہا ہوں۔کیا آپ سے بات کر سکتا ہوں؟"

وہ جو کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھی جھٹکے سے فون کان سے ہٹایا اور پھر دوبارہ کان کو لگایا۔

"اوہ مسٹر عریش، سوری میں مصروف تھی اس لیے پہچان نہیں سکی۔"

"اگر آپ مصروف نہیں ہوتی تو کیا مجھے پہچان لیتی؟"

نہ جانے کیا جاننے کی کوشش کی گئی تھی۔

شاید کیونکہ آپ کی کچھ تقاریر میں نے بھی سنی ہوئی ہیں تو شاید آپ کی آواز"

"پہچان میں آجاتی۔

"نوازش ہے آپ کی۔"

"آپ کو کوئی کام تھا؟"

وہ پھر سے پروفیشنل ہو چکی تھی۔

"جی میں جانتا ہوں آپ کو فون کرنے کے لیے کسی کام کا ہونا ضروری ہے۔"

"جی بالکل۔"

وہ اس سے ایسے ہی دو ٹوک جواب کی امید کر سکتا تھا۔

"وہ دراصل جو فیکٹری بنانے کا میں نے عوام سے وعدہ کیا تھا جس میں عام لوگوں کو کام کرنے کا موقع ملے گا اس کا کام اپنے آخری مراحل میں ہے اس لیے میں آپ کو افتتاح والے دن کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔"

"بہت شکریہ، مگر میں آپ سے وعدہ نہیں کر سکتی کہ میں آوں گی۔ ہاں کوشش ضرور کروں گی۔"

"آپ آئیں گی تو بہت اچھا لگے گا میں آپ کا منتظر رہوں گا۔"

التجائیہ انداز میں کہا گیا۔ کیونکہ حکم وہ اس پر نہیں چلا سکتا تھا اور کبھی چلانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"آپ مجھے دن اور وقت کا بتا دیجئے گا میں پوری کوشش کروں گی۔"

" وہ جب ڈیسائیڈ ہو گا تو میں آپ کو بتا دوں گا۔"

" اچھا اب میں فون رکھتی ہوں اللہ حافظ"

"سنیے مس مہرماہ۔"

وہ جو فون بند کرنے والی تھی دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی"

"میں نے آپ کو دو دن پہلے بھی کال کی تھی مگر آپ کا فون آف تھا۔"

تفتیشی انداز کی بجائے فکریہ انداز اپنایا گیا تھا۔

"وہ دراصل میرا فون ٹوٹ گیا تھا۔ "

"آپ تو ٹھیک ہیں ؟"

نہایت متفکر انداز میں پوچھا گیا۔

مجھے کیا ہونا ہے فون میرے ہاتھ سے گر گیا تھا اور میں اس وقت ریلنگ کے"

"کنارے کھڑی تھی اسی لیے فون کافی اونچائی سے گرنے کے باعث ٹوٹ گیا۔

شکر "گہرا سانس بھر کر زیر لب کہا تو مہرماہ سن نہیں سکی۔"

" اللہ حافظ"

"خدا حافظ، بہت شکریہ آپ کا اپنا قیمتی وقت دینے کا۔ آنا مت بھولئے گا۔"

"جی انشاءاللہ"

یہ کہتے مہرماہ نے کال بند کر دی اور وہ اس کو اپنے روبرو دیکھنے کے لیے اب دنوں کا حساب کتاب کرنے لگا۔

مہرماہ ابھی کتاب سے ضروری پوائنٹس ایک نوٹ بک پر اتار رہی تھی کہ پھر سے فون کی بیل بجی۔اس نے فون کال ریسیو کی۔

"اسلام علیکم میم"

"وعلیکم السلام بیٹا، جی بتائیں؟"

"میم میں امل شہریار"

"امل آپ، کیسی ہیں آپ؟"

اس نے فوراً کتاب بند کی۔

NOVEL HUT

میں ٹھیک ہوں میم، کل تک میں ٹھیک نہیں تھی مگر اب کافی بہتر محسوس کر"

"رہی ہوں۔

"یہ تو بہت اچھی اور خوشی کی بات ہے کہ آپ بہتر ہیں۔"

"میم آپ پوچھیں گی نہیں کہ کس چیز نے مجھے پرسکون کر دیا۔"

"یہ پوچھنے والی بات نہیں ہے امل، اگر آپ پرسکون ہیں تو یہ صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اپنے رب سے رابطہ استوار کر چکی ہیں۔"

وہ فون کی دوسری جانب مہرماہ کی پیش گوئی پر ہکا بکا رہ گئی۔

"میم آپ نے کہا تھا ہمت کے لیے اللہ پاک سے دعا کرنی ہے، مگر میں نے تو ابھی دعا بھی نہیں کی۔ پھر کیسے میں خود میں ہمت محسوس کر رہی ہوں؟"

وہ کنفیوژن کا شکار تھی۔

"امل آپ کا بس اپنے رب سے رابطہ ہونا چاہیے۔ پھر چاہے وہ دعا کی صورت ہو یا اپنی تکالیف بتانے کی صورت۔ جب آپ اس کے پاس آنے کی کوشش کرتے ہیں ناں تو وہ آپ کو مزید اپنے پاس کر لیتا ہے۔ وہ آپ میں سکون اتار دیتا ہے جس کے لیے لوگ دربدر بھٹکتے ہیں، جانتی ہیں اگر آپ دنیا کی ہر آسائش بھی پا لیں لیکن اللہ سے رابطہ نہ رکھ سکیں تو کبھی سکون حاصل نہیں کر سکتی۔ اس لیے اس رب کائنات کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہنا چاہیے۔"

"میم لیکن میں تو پھر اپنے فائدے کے لیے اس کی بارگاہ میں جاوں گی۔"

وہ شرمندگی سے کہہ رہی تھی۔

اس نے یہ تو نہیں کہا کہ آپ اپنے فائدے کے لیے میرے پاس نہ آنا ، وہ تو کہتا" ہے بس مجھے پکارو چاہے اپنے مقصد کے لیے ہی پکارو۔ اس پوری کائنات میں اگر کوئی ہے جو ہمارے فائدے ہمارے لیے سب سے زیادہ مد نظر رکھتا ہے تو وہ صرف اللہ پاک ہی کی ذات ہے۔ دنیا کا ہر رشتہ ایک نہ ایک دن اپنی حقیقت دکھا جاتا ہے۔ کوئی اس بات پر خوش نہیں ہوتا اگر آپ اپنے مفاد کے لیے اس کے پاس جائیں مگر یہ صرف رحمن و رحیم ہی ہے جو اس پر بھی خوش ہوتا ہے کہ آپ اس کے پاس آئے ہیں۔ پھر چاہے صرف اپنے مفاد کے لیے ہی کیوں نہ "آئے۔

وہ بول رہی تھی اور امل کی آنکھیں نمکین پانی سے بھرتی جا رہی تھی۔ اس نے اپنی آدھی عمر اس رب سے رابطہ نہیں رکھا تھا جو اسے سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ وہ کتنی نافرمان تھی اور وہ اس بات پر شرمندہ بھی تھی۔

"میم اگر ہم سے حماقت ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟"

آنسوؤں کو نکلنے دیا اسے اب اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔

"تو مان لینا چاہیے کہ ہم سے غلطی ہو گئی کیونکہ یہی چیز آپ میں اور ابلیس میں
فرق کرتی ہے۔"

"وہ کیسے میم؟"

آنسو رک چکے تھے اور اب تجسس نے اس کو آن گھیرا تھا۔

"جانتی ہیں جب ابلیس نے نافرمانی کی تو اپنی حماقت کو مان کر معافی مانگنے کی
بجائے وہ اپنی غلطی پر ڈٹ گیا تھا جبکہ آدم سے جب غلطی ہوئی تو انہوں نے فورا
اللہ تعالٰی سے معافی طلب کی ۔ دونوں ہی جانتے تھے کہ وہ غلطی پر ہیں مگر معافی
ابلیس نے نہیں بلکہ آدم نے مانگی تھی۔ ابلیس شیطان مردود قرار پایا اور آدم
اشرف المخلوقات۔"

"تو اگر معافی مانگ لوں گی تو کیا وہ مجھے معاف کر دے گا؟"

"اہل قرآن پاک میں اللہ نے جب جب کسی آیت میں عذاب کی تنبیہ کی اور اپنے
غصے کا اظہار کیا ساتھ ہی اپنے ان ناموں کا بھی حوالہ دیا جس میں وہ بار بار کہہ رہا
ہے کہ وہ رحمن ہے وہ رحیم ہے وہ غفور ہے وہ معاف کر دے گا۔ اہل وہ تو
کافروں کو بھی معافی مانگنے پر معاف کر دیتا ہے اگر وہ شرک سے باز آجائیں، اپنے

گناہوں پر نادم ہوں، توبہ کر لیں ۔ تو آپ تو پھر مسلمان ہیں آپ نے تو شرک بھی نہیں کیا وہ کیوں آپ کو معاف نہیں کرے گا۔"

مہرماہ کا ہر لفظ اس کے دل سے نکل رہا تھا اور امل کے دل میں اتر رہا تھا۔ ایک وقت تھا جب اسے بھی یہی لگا تھا کہ اس نے بہت نافرمانی کی ہے اللہ تعالیٰ کی، اس وقت ہانی نے اسے بتایا تھا کہ اللہ پاک تو بڑے بڑے گنہگاروں کو بھی معاف کر دیتے ہیں تو اسے کیوں معاف نہیں کریں گے۔

"میں معافی مانگوں گی اللہ تعالیٰ سے، اور ہاں وہ مجھے معاف بھی کر دے گا۔"

"انشاءاللہ امل، اپنے یقین کو مضبوط رکھئیے گا۔"

"میم آپ کا بہت شکریہ آپ نہ ہوتی تو نہ جانے کیا ہوتا۔"

"میں نہ ہوتی تو کوئی اور ہوتا، یہ دنیا ایسے ہی چلتی ہے اس میں ایک جاتا ہے تو ایک آ بھی جاتا ہے۔"

"میم آپ میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ میرے دل میں آپ کی کتنی عزت ہے۔"

"عزت دینے والی ذات بھی اسی کی ہے اگر اس نے میری ہر خطا کو ڈھانپ کر
آپ کے سامنے میرا اچھا امیج بنایا ہے تو یہ بھی اس کا مجھ پر کرم ہے۔"

"جی میم"

"اچھا امل اب میں فون رکھتی ہوں۔ اللہ حافظ"

"اللہ حافظ میم"

فون بند ہو چکا تھا اور مہرماہ کو کسی کی شدت سے یاد آرہی تھی۔

"کہاں ہو ہانی ؟ مجھے تمہاری بہت یاد آتی ہے۔ ہانی دیکھو تم میرے لیے شمع بن
کر آئی تھی مگر اب کہاں چلی گئی ہو۔ میں نے بہت ڈھونڈا ہے تمہیں اور اس
بات کا میرا اللہ گواہ ہے۔مجھے تمہیں سب بتانا ہے۔ ایک بار مجھے مل جاو۔ یا
اللہ میری ہانی کو مجھ سے ملا دیں۔"

مہرماہ کی آنکھیں بھیگ چلی تھی۔ وہ اس سے ملنا چاہتی تھی۔ وہی جو اس کی
زندگی کی خوبصورت ترین یادوں میں سے ایک تھی۔ اس کی یار غار۔۔۔۔

انس تھانے میں بیٹھا کیسز کو نپٹا رہا تھا کہ اورہان نے اس کو کال کی۔ اس نے کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا۔

"انس تم نے مجھ سے جو کیس ڈسکس کیا تھا اس کی تفصیلات بھیجو۔"

"خیریت تو ہے؟"

ہاں مجھے کسی پر شک ہے ۔ بس دیکھنا چاہ رہا ہوں کہ یہ صرف شک ہی ہے یا"
"حقیقت بھی یہی ہے۔

"تمہیں کس پر شک ہے؟"

"یہ تمہیں مل کر بتاوں گا ۔ ابھی فون پر نہیں بتا سکتا۔"

"چلو ٹھیک ہے ، میں تفصیلات بھیجتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کال کاٹی اور موبائل فون میں موجود چند کاغذات کی تصاویر والا پی ڈی ایف اورہان کے نمبر پر سینڈ کر دیا۔ وہ ابھی تک تشویش میں مبتلا تھا بھلا

اورہان کو اس معاملے میں کس پر شک ہو سکتا ہے۔ وہیں اورہان کے موبائل پر جب پی ڈی ایف ریسیو ہوا تو اس نے فورا اسے کھولا۔

وہ اس وقت اپنے گھر میں اپنے کمرے میں موجود تھا۔ آج اسے کنسٹرکشن سائٹ پر جانا تھا کیونکہ کام تقریبا ختم ہو چکا تھا اور اس نے آج کام مکمل کر کے عریش کو انفاریشن کرنا تھا۔ اس لیے اس نے سیدھا گھر سے ہی فیکٹری جانا مناسب سمجھا۔

اس نے فائل لیپ ٹاپ میں ٹرانسفر کی اور اب وہ فائل سامنے رکھے جو ایاز نے اس کو لا کر دی تھی ایک نظر لیپ ٹاپ پر اور دوسری نظر فائل پر ڈالے تفتیشی انداز میں سوچ بچار کر رہا تھا جس سے اسے کے ماتھے پر لکیریں بنتی اور ختم ہوتی نظر آ رہی تھی نچلے لب کو دانتوں سے کاٹتے وہ اب پریشان ہو رہا تھا۔ یہ سب اس کی سوچ کے عین مطابق تھا مگر وہ اس پر یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ کوئی سازش بھی تو ہو سکتی تھی تاکہ ایک اچھے انسان کا امیج بگاڑا جائے۔ اور بڑے عہدوں پر فائز لوگوں کے ویسے بھی ڈھیروں دشمن ہوتے ہیں۔

اس نے گھڑی پر ٹائم دیکھا تو فورا لیپ ٹاپ بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا اسے فلحال اپنا کام مکمل کرنا تھا اور وہ اس میں دیری نہیں کر سکتا تھا۔ بلیو جینز پر بلیو ہی ڈریس شرٹ پہنے، کہنیوں تک آستین موڑے وہ آج بلیزر پہنے بغیر ہی سائٹ پر چلا گیا۔

وہاں سارا کام فائنل کر کے اس نے شکر کا سانس لیا۔ آخر کار اینٹوں اور سیمنٹ کے ملاپ سے ایک معمولی اور ادنی سی جگہ خوبصورت سانچے میں ڈھل چکی تھی۔ مگر اس میں نہ جانے کتنے لوگوں کی خون پسینے کی محنت شامل تھی اور آج وہ فیکٹری اپنی تکمیل کو پہنچی جو عنقریب بہت سے لوگوں کو روزگار دینے والی تھی۔ اور یہ بات پھر سے اس کو پریشان کر رہی تھی کیا عریش سلطان ایسا ہی ہے جیسا دکھائی دیتا ہے یا حقیقت کچھ اور ہے؟ کیا وہ دنیا کی نظر میں جتنا اچھا ہے حقیقتا بھی ایسا ہی ہے؟

NOVEL HUT

اس نے عریش کو کال کر کے ساری معلومات فراہم کی۔ دوسری جانب عریش تو اس دن کے انتظار میں تھا۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ اورہان وقت سے پہلے کام مکمل کر لے گا۔

"نائس جاب مسٹر اورہان ، آپ نے وقت سے پہلے اپنا کام مکمل کر لیا۔"

تھینکس ، لیکن اپنے ٹارگٹ کو وقت سے پہلے حاصل کر لینا ہی اصل کامیابی"

"ہوتی ہے۔

"آپ کے کامیاب بزنس مین ہونے پر مجھے کوئی شک نہیں رہا۔"

عریش مسکرا کر کھلے دل سے اس کی تعریف کر رہا تھا۔

"مگر آپ کے کامیاب سیاست دان ہونے پر مجھے ابھی شک ہے۔"

اورہان نے سنجیدگی سے اس کو جواب دیا تو عریش کی مسکراہٹ تھم گئی۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں مسٹر اورہان؟"

آخر میں دباو ڈال کر اس کا نام لیا۔ وہ اپنی قابلیت پہ ایک حرف بھی نہیں سن سکتا تھا۔

وقت آنے پر بتاوں گا۔ ہر چیز کا علم ہو جائے تو تجسس نہیں رہتا۔ کیوں مسٹر"

"عریش؟

"چلیں پھر وقت پر ہی بات کریں گے۔"

"افتتاح کی تقریب کس دن منعقد کر رہے ہیں؟"

وہ جو اورہان کو لے کر اب شک میں مبتلا ہو رہا تھا اس بات سے اس کا دھیان کسی اور جانب چلا گیا۔

"جلد از جلد کیونکہ مجھے اب مزید انتظار نہیں کرنا۔"

اورہان کو یہی محسوس ہوا کہ وہ سیاسی نمائش کے لیے جلدی تقریب رکھنا چاہتا ہے یہ جانے بغیر کہ اس وقت اس کی سوچوں کا محور سیاست نہیں بلکہ وہ لڑکی ہے جو کب سے اورہان کی سانسوں میں بسی ہے۔ جس کی عزت کا یہ عالم ہے کہ اس کا نام بھی وہ کبھی لے نہیں پاتا۔ جس کو نہایت عزت سے وہ اپنی ہمسفر بنانے کا خواہشمند ہے۔

اسی وقت اورہان کے آفس آیا جائے تو بلیک جینز کے ساتھ شارٹ شرٹ پہنے ڈائی شدہ بالوں کی فرنچ چوٹی بنائے ایک لڑکی ہیل کی ٹک ٹک کرتی آفس داخل ہوئی۔ ریسیپشن پہ پہنچ کر اورہان کے بارے میں پوچھا۔

"میم، سر آج آفس نہیں آئے۔"

اس بات پر زویا نے منہ بگاڑا۔

"کب تک آجائیں گے؟"

تمیز سے استفسار کیا۔

"کچھ کہا نہیں جاسکتا میم، آپ کو ان سے کوئی کام تھا؟"

"وہ میں خود ہی اس سے مل کر بتاوں گی۔"

"میم آپ اپنا نام بتا دیں ہم سر کو انفارم کر دیں گے۔"

کوئی ضرورت نہیں، مجھے اورہان کا نمبر دے دو میں خود اس سے بات کر لوں"
"گی۔

لیکن ہم سر کا نمبر ان کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں دے سکتے۔ آپ کو کوئی"
"پیغام دینا ہے تو بتا دیں یا پھر کسی اور دن آکر سر سے مل لیں۔

وہ ایکچوئلی اورہان کا نمبر میرے فون سے ڈیلیٹ ہو گیا ہے۔ میں اس کی بہت"
"پرانی دوست ہوں۔

جھوٹ بولا تاکہ شاید وہ اس جھوٹ پر یقین کر کے اورہان کا نمبر اسے دے ہی دے۔ ریسیپشن پر کھڑے لڑکے نے اس کو اب گھور کر دیکھا وہ کسی اینگل سے

اورہان کی دوست نہیں لگتی تھی اور آج تک کسی لڑکی نے آکر یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اورہان کی دوست ہے۔

"میم میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں سر اورہان کی اجازت کے بغیر ان کا نمبر کسی کو بھی نہیں دے سکتا پھر چاہے کوئی بھی آکر یہ کہے کہ وہ سر کی دوست ہے۔"

چبا چبا کر کہا اور آخر میں طنز کیا کیونکہ اس لڑکی کے تیور صاف بتا رہے تھے کہ وہ اس کے معصوم سر کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہے۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے مت دو، میں خود اورہان سے مل لوں گی اور تمہاری تو اسی دن چھٹی کرواوں گی۔"

زویا نے لہجے میں اتراہٹ سمو کر کہا۔ گویا اورہان تو اس کے ایک اشارے پہ اس لڑکے کو فارغ کرنے والا ہو جیسے۔

"جیسی آپ کی مرضی میم۔"

اس کو اپنے سر کی نیچر کا بخوبی اندازہ تھا اس لیے وہ ایسے نقالوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ وہیں زویا جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی گئی فرق صرف اتنا تھا واپسی پہ اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

انس ابھی تک یہی سوچ رہا تھا کہ آخر اورہان کو اس سلسلے میں کس پر شک ہو سکتا ہے۔ اس نے اورہان کو کال کی اور مشکوک انسان کے بارے میں پوچھا تو اس نے اس کو ملنے کے لیے کہا۔ یہ بات وہ فون پر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دونوں نے ریسٹورنٹ میں ملنے کا پروگرام سیٹ کیا۔

آج انس وقت سے پہلے ریسٹورنٹ موجود تھا اپنے مخصوص ٹیبل پر بیٹھے اب وہ اورہان کا انتظار کر رہا تھا۔ دس منٹ کے انتظار کے بعد اورہان بلیک جینز کے ساتھ براون ڈریس شرٹ پہنے ٹیبل تک آیا۔

"واہ بھئی آج تو انس مجتبیٰ وقت سے پہلے موجود ہیں۔"

وہ خاصا متاثر ہوا تھا۔

"ایک تو میں تمہاری اس سسپینس ڈالنے والی عادت سے بہت تنگ ہوں ۔ فون پر بھی تو بتا ہی سکتے تھے۔"

وہ ناراض دکھائی دے رہا تھا۔

"بس کر یار اب روٹھی محبوبہ والا منہ تو نہ بنا۔"

"کیا مطلب تیرا میں تجھی روٹھی محبوبہ دکھائی دے رہا ہوں؟"

ڈارک گرین ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے تیکھے نین نقوش اور چمکتی گندمی رنگت والا انس، کالے بال جو بے انتہا سلکی ہونے کی وجہ سے ہوا سے لہرا رہے تھے، بائیں کلائی میں گھڑی پہنے وہ خود کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔

"ہاں نا ایویں مجھے مشکوک کر رہا ہے۔"

"تو صبر رکھ تجھے بھابھی کے سامنے مشکوک کروں گا۔ پر یہی تو مسئلہ ہے بھابھی ہے ہی نہیں۔"

مسکرا کر کہتے ہوئے آخری الفاظ پہ اس کی مسکراہٹ دم توڑ گئی وہ دکھی ہو گیا اب وہ اور ہان کو زچ کیسے کرے۔

"کوئی نہیں بہت جلد بھابھی بھی آ جائے گی۔ تو صبر رکھ۔"

کیا سچ میں ؟ مجھے تو یقین نہیں آ رہا کہ اورہان حیدر عظیم اس وقت اپنی شادی کی"
"بات کر رہا ہے۔

"چل چل تجھے مشکوک شخص کے بارے میں بتاتا ہوں۔"

اپنی طرف سے اس موضوع سے جان چھڑانی چاہی۔

"نہیں تو رہنے دے مجھے پہلے یقین کر لینے دے۔"

"اب تو اوور ہو رہا ہے۔ ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے؟"

حالانکہ جانتا تھا کہ پورا دھماکہ کر کے ہٹا ہے۔ اتنا تو انس کو اس کے بارے میں علم تھا کہ وہ کوئی بھی بات بے مقصد نہیں کہتا۔ اگر آج اس نے بھابھی کا لفظ بولا ہے تو ضرور بہت جلد وہ شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور وہ اس سے کبھی عام مردوں کی طرح یہ سوال نہیں کرنے والا تھا کہ بھابھی کون ہے؟ کہاں دیکھی؟ محبت کرتے ہو یا ماں باپ کی پسند ہے؟ وغیرہ وغیرہ کیونکہ وہ دونوں عورتوں کی عزت کرنا بخوبی جانتے تھے اور انہیں علم تھا کہ عورت چاہے گھر کی ہو یا باہر کی اسے مردوں میں ڈسکس نہیں کیا کرتے۔

"کب بلا رہا ہے ؟"

"کدھر؟"

نہایت معصومیت سے پوچھا۔

"ایک نمبر کا ییسنا ہے تو ، شادی کی بات کر رہا ہوں۔"

تجھے بلاوے کی ضرورت ہے کیا۔ جب شادی کروں گا تو سب سے پہلے تجھے"

"بتاوں گا۔

یہی مان تو انس کو بہت عزیز تھا وہ اس کی قدر کرتا تھا۔

"انتظار رہے گا ۔"

NOVEL HUT

مجھے بھی" زیر لب کہا ۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اب اسے اپنے گھر والوں" سے اپنی پسند کا اظہار کر دینا چاہیے ۔ وہ اس کو کسی صورت کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"اچھا اب بتا جلدی کس پر شک ہے تجھے۔"

فوری تجسس نے اس کو آن گھیرا۔

" عریش سلطان"

دو لفظی جواب اور انس مجتبیٰ تو بے یقینی کی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔

\-----------------

عریش نے افتتاح کی تاریخ فائنل کر کے مہرماہ کو کال ملائی۔ جو اس وقت نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی اور نماز والی چادر کو الماری میں ہینگ کر رہی تھی۔ چادر لٹکا کر اس نے فون اٹھایا جس پر مسٹر عریش سلطان کا لنگ لکھا آرہا تھا۔

" اسلام علیکم "

عریش نے سلام کیا۔

" وعلیکم السلام مسٹر عریش"

"آپ نے مجھے پہچان لیا مجھے خوشی ہوئی۔"

وہ دراصل آپ کا نمبر سیو کر لیا تھا۔ ورنہ انسان تو پوری عمر لگا کر بھی انسانوں"

"کو پہچان نہیں سکتے۔ اور آپ سے تو خیر صرف دو ملاقاتیں ہی ہوئی ہیں۔

"ہمیشہ کی طرح لاجواب کر دیا آپ نے۔"

"جی بتائیں کس لیے فون کیا۔ فیکٹری کا کام مکمل ہو گیا؟"

جی بالکل صحیح پہچانا آپ نے۔ آپ کو مدعو کرنے کے لیے ہی کال کی ہے۔"

"امید ہے آپ انکار نہیں کریں گی۔

تاریخ اور وقت جاننے کے بعد اپنی روٹین کو دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"انشاءاللہ میں ضرور آوں گی۔"

"مجھے آپ کا انتظار رہے گا۔"

اس کے لہجے میں بے چینی جھلک رہی تھی۔

" اللہ حافظ"

وہ اس سے کوئی فضول بات نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس کے بات نہ کرنے کے ارادے سے ہی اس نے بھی اسے اللہ کی امان میں دیا۔

" خدا حافظ"

دونوں جانب سے فون رکھ دیا گیا۔ عریش کی خوشی کی تو انتہا نہیں تھی ایک تو اس کا سیاسی کیریئر اس فیکٹری کے بعد مزید پروان چڑھنے والا تھا دوسرا مہرماہ سرفراز کے وہاں آنے کا سوچ کر ہی اسے مسرت ہو رہی تھی۔ آخر اتنے دنوں بعد وہ اس کو اپنے سامنے دیکھے گا۔

اور آخر وہ دن آ ہی گیا جب اورہان حیدر عظیم اور اس کے ورکرز کی محنت اور ذہانت سے بنی فیکٹری کا افتتاح تھا۔ اس نے اس پراجیکٹ پہ پوری جان لگا دی تھی چونکہ یہ عام عوام کے لیے تھا اس لیے اس نے اپنا سارا پرافٹ بھی اس بلڈنگ پر لگا دیا تھا۔ اس نے پیسہ کمانے کے لیے اس پیشے کو منتخب نہیں کیا تھا۔ وہ عام لوگوں کے لیے نرم جذبات رکھتا تھا اور جس حد تک اس سے ہو سکتا وہ ان کی مدد کرتا تھا۔

NOVEL HUT

عریش سلطان کے سیاسی کیریئر میں ایک نئی تعمیر کا اضافہ ہوا تھا۔ آج وہ پورے ٹھاٹھ سے کالا سوٹ زیب تن کیے کالی کھیڑی پہنے اپنی بلیک پراڈو سے اترا تھا۔ پیچھے ہاتھوں میں اسلحہ تھامے گارڈز موجود تھے جو اس کی حفاظت کو

یقینی بنا رہے تھے۔ اس کی بارعب شخصیت لوگوں کو سحر میں بتلا کر رہی تھی ۔ اتنی دیر میں اس کے مقابل وائٹ اوڈی آکر رکی جس میں سے وہ بادشاہوں کی سی شان لیے بلیک جینز پر سفید ڈریس شرٹ اور سفید ہی بلیزر پہنے اترا ایک ہاتھ سے سیاہ چشمہ اتارا اور چلتا ہوا عریش کے عین مقابل آکر کھڑا ہو گیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سیاہ اور سفید کو مد مقابل کھڑا کر دیا گیا ہو۔

عریش نے مسکرا کر اورہان کی جانب دیکھا تو جواباً وہ بھی مسکرایا۔

"مبارک ہو آپ کو مسٹر عریش سلطان۔"

اس نے کھلے دل سے اس کو مبارک باد دی ابھی وہ اس کو مجرم قرار نہیں دے سکتا تھا جب تک اسے ٹھوس ثبوت نہ مل جاتے کیونکہ جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے وہ انسان ملزم تو ہوتا ہے لیکن مجرم نہیں اور عریش سلطان اس وقت اورہان کی نظر میں ملزم ضرور تھا مگر مجرم نہیں۔

آپ کو بھی مبارک ہو آخر اس فیکٹری کو اتنا اچھا نقشہ بھی تو آپ نے ہی دیا ہے۔"

اس نے بھی کھلے دل سے اورہان کی تعریف کی۔

ابھی وہ کچھ کہتا کہ عریش جو ایک ہی جانب پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا اس نے اس کی نگاہوں کا پیچھا کیا تو اس کی نظر آنے والی گاڑی کی طرف اٹھی تو وہ حیرت سے اس جانب دیکھتا رہا۔ ابھی کچھ دنوں پہلے ہی تو وہ اس گاڑی کو مکینک سے ٹھیک کروا کر اسے دے کر آیا تھا۔ عریش گاڑی کی جانب آیا اور خود اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا اور وہ تو ادھر ہی منجمند ہو گیا۔ مہرماہ عریش سے کب ملی؟

اچانک اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ کہیں مریم آپی کی شادی پہ تو نہیں؟

ادھر مہرماہ جو آتو گئی تھی مگر اب اتنے پروٹوکول پہ عجیب سی الجھن کا شکار ہو رہی تھی ایک مشہور سیاست دان اس کی گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کو ریسیو کر رہا تھا آس پاس موجود لوگوں کی نگاہیں بھی اسی جانب تھی جہاں وہ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ سجائے اس کی گاڑی کا دروازہ کھول کر کھڑا تھا۔ وہ سرمئی عبایا پہنے سرمئی حجاب لپیٹے میک اپ سے پاک چہرہ لیے گاڑی سے نکلی۔ اس کی نگاہیں اوربان کی جانب اٹھی تو اسے خود کو دیکھتا پایا۔

اورہان ابھی تک اس کو دیکھ رہا تھا اور اس کی نگاہوں میں ایک تنبیہ تھی جو مہرماہ کو اس وقت سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ تو خود حیرت کا شکار تھی کہ اسے اتنا پروٹوکول کیوں مل رہا ہے؟

اسے فورا یہاں سے جانا تھا وہ میڈیا کی نظر میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ اس نے یقینا یہاں آکر غلطی کر دی تھی۔

"مس مہرماہ آپ کے آنے کا بہت انتظار تھا بہت شکریہ آنے کے لیے۔"

وہ تو اس کو سامنے دیکھ کر بے حد خوش تھا۔ اتنے دنوں بعد اس کو دیکھا تھا تو چاہ رہا تھا کہ وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو۔

"سوری مسٹر عریش لیکن میں زیادہ دیر نہیں رکوں گی۔"

گھبراہٹ کے باوجود ہمت سے کہا۔ لوگوں کی نگاہیں خود پر محسوس کر کے اسے وحشت ہو رہی تھی۔

"لیکن کیا ہوا؟"

اس نے میڈیا کو منع کیا ہوا تھا کہ صرف افتتاح کے وقت ہی فوٹیج بنے گی اور اس کام کے لیے اس کے آدمی بھی میڈیا والوں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

"وہ دراصل۔۔۔"

اتنی دیر میں اس کے فون پہ بیل ہوئی۔ نمبر جانا پہچانا بھی نہیں تھا اس نے عریش سے ایکسکیوز کیا اور کال ریسیو کر لی۔

آپ ابھی یہاں سے چلی جائیں پلیز۔ ابھی کچھ مت پوچھیں گا۔ یقین ہے نا مجھ "پر؟"

وہ اس کو پہچان چکی تھی۔اس نے نگاہیں اردگرد دوڑا کر اس کو دیکھنا چاہا مگر وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا۔

اتنی دیر میں فون کے سپیکر سے دوبارہ آواز ابھری۔

"یقین ہے ناں مجھ پر؟"

"ہوں"

NOVEL HUT

ہلکی آواز میں کہا ساتھ اثبات میں سر بھی ہلایا اور وہ جو چھت پر کھڑا اس کو دیکھ رہا تھا اس کے بچگانہ انداز سے سرہلانے پر کھلے دل سے مسکرایا۔ اس کا جواب اس کے اندر سکون اتار گیا تھا۔ مہر ماہ سرفراز کے لیے وہ قابل یقین تھا۔

"اب میری بات سنیں کوئی بھی بہانہ کریں لیکن یہاں سے فورا جائیں۔"

"مگر مجھ سے جھوٹ نہیں بولا جاتا۔"

وہ روہانسی ہو چکی تھی۔

اچھا ریلیکس، آپ کی ایمرجنسی میٹنگ ہے اور آپ کا وہاں پہنچنا بہت ضروری" ہے۔"

"مگر میری تو کوئی میٹنگ نہیں۔"

سمجھ داری سے اسے بتایا۔

"آپ کو اس وقت بہانہ کرنا ہے۔"

"لیکن یہ جھوٹ ہے۔"

آہ کیوں تھی وہ اتنی سمجھ دار۔۔۔

"اچھا آپ کو ایسی گیدرنگ نہیں پسند اس لیے آپ ابھی جا رہی ہیں۔"

اس کی بات پہ مہرماہ کو جھٹکا لگا۔ وہ کیسے جان گیا تھا کہ مہرماہ تھوڑی دیر پہلے یہی بات عریش سے کہنے والی تھی۔

"آپ سن رہی ہیں؟"

"ہا۔۔ہاں، آپ کو کیسے پتا مجھے ایسی تقریبات نہیں پسند؟"

وہ میکانکی کیفیت میں پوچھ بیٹھی۔

"وقت آنے پر آپ کو اس کا جواب دوں گا۔ ابھی آپ فوراً یہاں سے جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ عریش کے پاس گئی جو کسی اور کے ساتھ کھڑا بات کر رہا تھا مگر نظریں مہرماہ کی جانب ہی تھیں۔ اس وقت صرف چند لوگ ہی آئے تھے اس لیے ہجوم نہ ہونے کے برابر تھا اور عام عوام کو باہر روک کر رکھا گیا تھا۔

"ایکسکیوز می میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"

NOVEL HUT

وہ جس سے بات کر رہا تھا اس سے معذرت کر کے اس کی جانب آیا جو اس سے بات کرنے کے لیے اسی کی جانب آ رہی تھی۔

"مس مہرماہ آپ مجھے پریشان لگ رہی ہیں۔"

وہ مجھے ایسی تقریبات سے سخت الجھن ہے میں آ تو گئی ہوں مگر مزید یہاں نہیں"
"رک سکتی اس لیے معذرت مجھے ابھی جانا ہو گا۔

دور سے اوربان کی نظریں عریش کی ہر حرکت نوٹ کر رہی تھی۔ جس کا ہنستا مسکراتا چہرہ مہرماہ کے الفاظ پر بجھ گیا تھا۔

مگر تھوڑی دیر تو رک ہی سکتی ہیں اور میں یقین دہانی کرواتا ہوں میڈیا پر آپ کی"
"تصویر یا ویڈیو نہیں آئے گی۔

NOVEL HUT

اسے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ شاید مہرماہ کیمراز سے الرجک ہے۔ اسی لیے اس نے گارڈز کو خصوصی طور پر تاکید کی تھی کہ مہرماہ کی کوئی بھی تصویر میڈیا پہ نہیں آنی چاہیے۔

"سوری لیکن پلیز مجھے جانا ہے مجھے یہاں اچھا محسوس نہیں ہو رہا۔"

اسے عریش کی کسی یقین دہانی کی پرواہ نہیں تھی۔ اسے اورہان نے پہلی بار کسی کام کو کرنے کے لیے کہا تھا وہ اس پر بھروسہ کرتی تھی اگر اس نے اسے یہاں سے جانے کے لیے کہا ہے تو کوئی وجہ تو ضرور ہے ورنہ آج تک اس نے کبھی مہرماہ سے فون پر رابطہ نہیں کیا تھا۔

میں آپ کو روک تو نہیں سکتا نہ ہی ایسا کوئی حق رکھتا ہوں۔ شکریہ آپ اپنا" "قیمتی وقت نکال کر میرے بلانے پر یہاں آئیں۔

تھوڑی دیر پہلے والا ہنستا مسکراتا اب عجیب ویران دکھائی دے رہا تھا۔ مہرماہ شرمندہ ہو رہی تھی مگر اسے اس وقت بس ایک ہی جملہ یاد تھا۔

"یقین ہے ناں مجھ پر"

وہ اس کو تقریب میں بلانے کے لیے عریش کا شکریہ ادا کر کے اس کو مبارک دے کر واپس اپنی گاڑی میں آئی اور فورا گاڑی زن سے بھگا کر لے گئی۔ پیچھے عریش کا سارا موڈ خراب ہو چکا تھا لیکن اورہان حیدر عظیم اب اس لڑکی کو اپنا ہمسفر بنانے کے لیے مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فیصلہ لے لیا تھا۔ اور اب اسے فوری اس پر عمل درآمد کروانا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اورہان جب گھر واپس آیا تو شام کا وقت ہو چکا تھا وہ تھکا ہوا تھا مگر اب وہ مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے آج ہی اپنے والدین سے بات کرنا تھی وہ مہرماہ کو جلد از جلد اپنا بنانا چاہتا تھا۔ عریش کی نگاہیں وہ بھول نہیں پا رہا تھا۔ سب غلط ہو رہا تھا مہرماہ کو اس سے محفوظ رکھنا تھا وہ شاید مزید انتظار کر لیتا مگر اب دیری اسے مہنگی پڑ سکتی تھی۔ وہ اپنی محبت پر کسی کی بری نگاہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ یہی سوچیں سوچتے وہ اپنے روم گیا اور فریش ہو کر کپڑے چینج کیے اور نیچے لاونج میں آگیا اس وقت حیدر صاحب صوفہ پر بیٹھے صوفیا بیگم کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے۔ ساتھ ہی ٹی وی بھی آن تھا جس میں اورہان عریش کے ساتھ ہی کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا ایک اور پراجیکٹ کامیاب ہوا تھا۔ وہ دونوں فخر سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہے تھے کہ اورہان ان کو دیکھ کر مسکرایا اور ان کی جانب بڑھا۔

"اسلام علیکم ماما، بابا"

اپنے والدین کو سلام کیا۔ بھورے گھنگھریالے بال گیلے ہونے کے باعث ماتھے پر چپکے ہوئے تھے۔ سادہ سی ٹی شرٹ اور ٹراوزر پہنے وہ اب پہلے کی نسبت کافی فریش دکھائی دے رہا تھا۔

"وعلیکم السلام بیٹا"

دونوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

اس نے اپنی ماما سے پیار لیا تو اس کے بابا صوفہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس کو گلے لگا لیا۔

"برخوردار تم تو مجھ سے بھی تو ہاتھ آگے نکلے۔"

بابا آپ سے آگے تو میں کبھی نہیں جا سکتا۔ آپ کا سکھایا ہوا تجربہ بہت کام" "آتا ہے۔

بیٹا تمہیں کامیاب دیکھ کر میں بہت خوش ہوں۔ ابھی تمہارے بابا سے بھی" "تمہاری ہی بات کر رہے تھے۔ ماشاءاللہ میرا بچہ بہت ذہین اور رحمدل ہے۔

"آپ کی دعاؤں کا صلہ ہے سب ماما"

اس نے اپنی ماما کو پاس آنے کا اشارہ کیا اور اپنے ماما بابا کے گرد بازو لپیٹ لیے۔ اتنی دیر میں فاریہ ناراضی سے وہاں آئی۔

"بھائی مجھے سب بھول گئے۔"

وہ کمر پر ہاتھ رکھے ایسے کھڑی تھی جیسی ابھی لڑنے لگ جائے گی۔

"تمہیں کیسے بھول سکتے میری گڑیا، تم تو ہمارے گھر کی جان ہو۔ ادھر آو۔"

اور فاریہ بھاگتے ہوئے آکر ان سے لپٹ گئی۔

آئیڈیل فیملی کیسی ہوتی ہے ان کو دیکھ کر کوئی بھی با آسانی بتا سکتا تھا۔

نورین آپا کھانے کے لیے بلانے آئی تو ان کو ایسے دیکھ کر بے اختیار ہی نظر بد سے بچنے کی دعا دی۔ امیروں کی فیملیز میں انہوں نے بھی کام کیا تھا مگر کسی فیملی کو اتنا متحد، پیار کرنے والا اور نرم مزاج نہیں پایا تھا۔

"بڑی بی بی جی کھانا لگ گیا ہے۔"

نورین آپا کی آواز پر وہ مسکراہٹ چہروں پر سجائے علیحدہ ہوئے۔

NOVELHUT

"آج تو اورہان کی ساری پسندیدہ ڈشز بنوائی ہیں میں نے ۔"

اور بیگم صاحبہ نے پھر سے اپنے صاحبزادے کے لیے چکن منچورئین کی خدمات"

"سر انجام دی ہیں۔

"اور پھر آپ جیلس ہو رہے ہیں مجھ سے؟"

"ہماری یہ مجال بیگم صاحبہ۔ آپ سے جیلس ہو کر ہم نے کہاں جانا ہے۔"

"بھائی میں نے آپ کے لیے فروٹ ٹرائفل بنایا ہے۔"

فاریہ نے چہکتے ہوئے اپنی قابلیت بیان کی۔

"واہ بھئی آج میری گڑیا نے بھی کھانا بنایا۔"

"بیٹا اس کو کھانا نہیں کہتے دنیا جہان کی سب سے آسان ریسپی بنائی ہے۔"

"بابا آپ کو تو موقع چاہیے ہوتا میری کوکنگ کے بارے مجھے تنگ کرنے کا۔"

"بیٹا تمہاری کونسی کوکنگ ہو گئی ، ہاتھ ڈال کے کہتی ہو میری کوکنگ ۔"

"بھائی دیکھیں لیں بابا مجھے تنگ کر رہے ہیں۔"

"میں تو اس لڑکی کی عقل پہ حیران ہوں باپ کی شکایت بیٹے کو لگا رہی ہے۔"

صوفیا بیگم کی بات پر سبھی کھلکھلا کر مسکرا پڑے اور فاریہ کو بھی اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا یا شاید اسے اپنے بھائی پہ اس حد تک مان تھا کہ وہ اپنے بابا کی شکایت بھی اپنے چہیتے بھائی سے ہی کرتی تھی۔ کیونکہ اسے لگتا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنی گڑیا کے لیے سٹینڈ لے گا پھر چاہے سب ہی اسے چھوڑ کیوں نہ دیں۔

سب خوشگوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے کہ اوربان نے گلا کھنکھار کر سب کو مخاطب کرنا چاہا۔ اور وہ اپنی

کوشش میں کامیاب بھی ٹھہرا۔

وہ ماما ، بابا مجھے آپ سے اپنی ایک خواہش کا اظہار کرنا ہے اور اس خواہش کو"

"آپ ہی پورا کر سکتے ہیں۔

وہ ہچکچا کر کہہ رہا تھا اور وہ حیران تھے کہ اوربان کیوں اتنا شرما اور ہچکچا رہا ہے۔

"بولو بیٹا ، تمہاری ہر خواہش سر آنکھوں پر۔"

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ "

اور وہاں موجود سب لوگ ہی خوشگوار حیرت اور بے یقینی سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ فاریہ کا تو منہ ہی کھلا رہ گیا تھا۔ کتنی بار اس کو شادی کا کہا مگر وہ ہمیشہ ٹال دیتا تھا اور اب وہ اپنے منہ سے کہہ رہا تھا۔

"برخوردار لڑکی ہمیں پسند کرنی ہو گی یا آپ کر چکے ہیں۔"

جان تو وہ گئے ہی تھے کہ برخوردار کسی سے محبت کر بیٹھے ہیں اسی لیے تو شادی کا خیال آیا ہے لیکن پوچھنا مناسب سمجھا۔

"جی بابا۔"

اورہان جلدی بتاو میں تو خوشی سے بے حال ہو رہی ہوں، اب آخر میرے گھر" "بھی بہو آئے گی۔ کتنا انتظار تھا مجھے کہ تم خود یہ بات کہو۔

"ماما نام جان کر آپ کو مزید خوشی ہو گی۔"

بھائی مت ڈالیں سسپنس، ایک تو سسپنس ڈالے بغیر آپ بات نہیں" "کرتے۔

"تم تو انس کی بولی بول رہی ہو۔ اسے بھی میری سسپینس کی عادت سے سخت چڑ ہے۔"

اور فاریہ تو انس کا نام سن کر ہی گڑبڑا گئی۔ اس کی دھڑکن معمول سے ہٹ چکی تھی۔ لیکن خود کو نارمل شو کروایا۔

"بیٹا اب بتا بھی دو۔"

"مہرماہ ۔۔۔۔ مہرماہ سرفراز"

اور اب شاک لگنے کی باری سب کی تھی۔ اس کی زبان سے مہرماہ کا نام سن کر وہ سب خوشی سے جھوم اٹھے۔ صوفیا بیگم کی بھی شدید خواہش تھی کہ وہ مہرماہ کو اپنی بہو بنائیں مگر بیٹے کی رضامندی کے بغیر وہ یہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ انہوں نے حیدر صاحب سے اس بارے میں بات بھی کی تھی مگر انہوں نے یہی جواب دیا تھا کہ ابھی وقت نہیں ہے۔ اور آج آخر وقت آ ہی گیا تھا۔ صوفیا بیگم کی خواہش اپنے بیٹے کی خواہش کے عین مطابق تھی۔ حیدر صاحب کی تو سرفراز صاحب سے دوستی رشتہ داری میں بدل جانی تھی اور فاریہ کی آئیڈیل اس کی بھابھی کے روپ میں ۔۔۔۔ وہ تو بے ہوش ہونے والی تھی۔

تمہاری چوائس ہمیشہ سب سے منفرد اور لاجواب رہی ہے اور آج تو اس بات" پہ مہر لگ گئی ہے۔ میں صبح ہی رشتہ لے کر جاوں گی اور مجھے یقین ہے وہ انکار "نہیں کریں گے۔

"کیا سچ میں ماما؟"

وہ معصوم بچوں کی طرح یقین دہانی چاہ رہا تھا۔ اپنی محبت کو پانے کے لیے وہ بہت پوزیسیو ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے گھر والے کبھی اعتراض نہیں کریں گے مگر وہ کبھی بات نہیں کر پایا لیکن جب آج مہرماہ نے اس کے پوچھنے پر اس کو یہ بتایا کہ ہاں وہ اس پر بھروسہ کرتی ہے تو اب وہ مزید انتظار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ہاں تو میرا بیٹا دنیا میں اکلوتا پیس ہے اس پیس کو وہ انکار تھوڑی کریں گے۔" جواب دینے والے اس کے بابا تھے۔

"بابا مذاق نہیں کریں ناں۔"

"بیٹا ان شاء اللہ وہ اثبات میں ہی جواب دیں گے۔"

حیدر صاحب نے اس کے کندھے پر تھپکی دے کر اس کو حوصلہ دیا۔

"ماما آپ ان کی پسند بھی پوچھیں گی۔"

"ان کون بھائی؟"

فاریہ کو تو بھائی کو تنگ کرنے کا ذریعہ اور موقع دونوں مل گئے تھے۔

"آپ کی فیورٹ میم، وہ جن سے پڑھ کر آپ بہت خوش ہوتی ہیں۔"

وہ بھی اورہان حیدر عظیم تھا اپنے نام کی طرح اکلوتا پیس۔۔۔ بقول اس کے بابا کے

"آپ ناں بہت چالاک ہیں بھائی۔"

فاریہ نے بدمزہ ہو کر کہا۔

NOVEL HUT

گڑیا آپ تو لاء پڑھ رہی ہیں آپ کو تو مجھ سے زیادہ چالاک ہونا چاہیے۔ اور وہ" آپ کا پسندیدہ سبجیکٹ کیا تھا۔۔۔ہاں جی کریمینولوجی، تو آپ ہوشیار بنیں۔ "مجرم کو کیسے پہچانیں گی۔

"دیکھنا مہرو آپی آپ کو لاجواب کریں گی۔"

اور اس بات پہ اسے کوئی شک نہیں تھا کہ مہرو سب کو لاجواب کر دیتی ہے مگر اس بار وہ اس کو لاجواب کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"وہ تو وقت ہی بتائے گا کون کس کو لاجواب کرتا ہے۔"

زیر لب کہا کیونکہ وہ جانتا تھا جب وہ مہرماہ کو اپنے دل کا حال بتائے گا تو وہ لاجواب ہو جائے گی۔

"کیا کہا بھائی۔"

"کچھ نہیں گڑیا۔"

نورین جلدی سے میرا بلیو جوڑا پریس کروا دیں اور حیدر صاحب کا بلیک ٹوپیس" اور ملازم سے کہہ دیں صبح دس بجے سے پہلے مجھے مٹھائی کے ٹوکرے اور "پھولوں کا خوبصورت گلدستہ جس شاپ سے میں لیتی ہوں وہیں سے چاہیے۔

"نورین آپا اس سے کہیے گا پھول سفید رنگ کے ہوں۔"

جی ٹھیک ہے چھوٹے صاحب میں اس کو خاص کہہ کر بھیجو گی، بڑی بی بی جی" "میں ابھی آپ کے اور بڑے صاحب کے کپڑے تیار کرواتی ہوں۔

"ماما مجھے بھی جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا تم بھی چلو۔"

فاریہ تو فورا اپنے کمرے میں بھاگی اسے ابھی بہت ساری تیاریاں کرنی تھی اس کے پیارے بھائی کی پسند اور اس کی پیاری میم وہ اس سے ملنے کے لیے بہت بے تاب ہو رہی تھی کیونکہ اب وہ اسے اپنے بھابھی کے روپ میں دیکھنے کی شدید خواہش مند تھی۔

"بابا ایک بار کال کر کے ان سے پوچھ بھی لیں۔"

"آف کورس بیٹا، ایسے ہی تو نہیں جائیں گے۔"

اور ہان کو تو آج خوشی کے مارے نیند ہی نہیں آنی تھی وہ اس کے ہر سوال کا جواب اس کو اپنا بنا کر دینا چاہتا تھا۔

وہیں مہرماہ آج والے واقعہ کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی اس نے کئی بار اس کو کال کرنے کا سوچا مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اس سے کیا پوچھتی کہ اس کے پاس مہرماہ کا نمبر کہاں سے آیا؟ اس نے اسے وہاں سے جانے کے لیے کیوں کہا؟ مگر اس وقت تو وہ یہ سوچ بھی نہیں رہی تھی۔

انہیں کیسے علم ہوا کہ مجھے ایسی تقریبات سے الرجی ہے؟ اور میں نے فوراً ہی کہہ دیا کہ مجھے ان پر یقین ہے۔ اف۔۔۔۔ مہرماہ اب تم ان سے کیا پوچھو گی جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تم ان کی بات ماننے سے انکار ہی نہیں کر سکی۔ وہ خود ہی اندازے لگانے میں مصروف تھی۔

چاکلیٹ اور ٹورٹیلا براون کمرے میں عریش سلطان اپنے بیڈ پر موجود اس کی تصویر ہاتھ میں تھامے اس سے محو گفتگو تھا اس نے فون آف کر دیا تھا اور کمرے میں کسی کو بھی آنے سے منع کر دیا تھا۔ فلحال وہ کوئی ڈسٹربنس نہیں چاہتا تھا۔ اس کے بابا ضروری کام سے شہر سے باہر تھے۔ اس لیے وہ سکون سے آنکھیں تصویر پر جمائے اب اس سے شکوہ کر رہا تھا۔

"مہرماہ آپ کو اپنے روبرو دیکھنے کے لیے اتنا انتظار کیا مگر آپ اتنی جلدی کیوں آ گئی؟ ابھی تو میں نے آپ کو جی بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا۔ آپ نظروں سے اوجھل ہوئی تو میری ساری مسکراہٹ لے گئی۔ آپ مسکراتی ہیں تو میں مسحور ہو جاتا ہوں۔ آپ روڈ بھی ہوتی ہیں تو دل کے بہت قریب محسوس ہوتی ہیں۔ آپ جب بولتی ہیں تو جی چاہتا ہے ساری آوازیں بند ہو جائیں۔ کوئی اتنا

خوبصورت کیسے بول سکتا ہے؟اب تو آپ کو اپنا بنانے کا سوچ لیا ہے میں نے۔ آپ کو دیکھے بغیر اب عریش سلطان زندہ کیسے رہے گا؟

یہ رات گویا سب پر مختلف طریقے سے اپنی چادر اوڑھے ہوئے تھی۔

اگر یہ کہہ دو بغیر میرے نہیں گزارہ تو میں تمہارا

یا اس پہ مبنی کوئی تاثر کوئی اشارہ تو میں تمہارا

غرور پرور انا کا مالک کچھ اس طرح کے ہیں نام میرے

مگر قسم سے جو تم نے اک نام بھی پکارا تو میں تمہارا

تم اپنی شرطوں پہ کھیل کھیلو میں جیسے چاہے لگاؤں بازی

اگر میں جیتا تو تم ہو میرے اگر میں ہارا تو میں تمہارا

NOVEL HUT

یہ کس پہ تعویذ کر رہے ہو یہ کس کو پانے کے ہیں وظیفے

تمام چھوڑو بس ایک کر لو جو استخارہ تو میں تمہارا

(عامر امیر)

اسلام آباد پر جمعہ کی یہ صبح پر نور اور گناہوں سے پاک اتری۔ شبنم سبزے پہ گر کر اس کو اجلا بنا رہی تھی۔ پھولوں کی مہک دل کو قرار بخش رہی تھی۔ ہوا کے جھونکوں سے سبزہ لہلہا رہا تھا۔پرندوں کی چہچہاہٹ نے ایک ساز چھیڑ رکھا تھا۔یہ صبح ایک نیا دن لے کر آئی تھی جس میں بہت سے لوگوں کو خوشی ملنی تھی اور بہت سو کو غم۔ آزمائش کی دنیا میں کبھی خوشی اور کبھی غم تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ مگر خوشی پہ شکر اور غم پر صبر کرنے والے لوگ کم ہی دکھائی دیتے ہیں۔

اسی روشن صبح میں سفید اور بھورے کمرے میں آیا جائے تو اورہان فجر کی نماز کی تیاری کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ سفید سوٹ پہنے جب وہ واش روم سے باہر نکلا تو اس کی آستین گیلی اور فولڈ تھی جس کو وہ نیچے کر رہا تھا، بھورے بال گیلے

ہونے کی وجہ سے ماتھے پر چپکے ہوئے تھے، شلوار کو ٹخنوں سے اوپر باندھے اب وہ پرفیوم سپرے کر رہا تھا۔ وہ نماز بھی پوری تیاری سے پڑھتا تھا کہ لوگ اس کو دیکھ کر کہتے تھے کہ تم کہیں خاص جگہ جا رہے ہو؟ تو وہ ایک ہی جواب دیتا تھا کہ اگر انسانوں کے سامنے ہم تیار ہو کر جاتے ہیں تو رب کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے بھی پوری تیاری کرنی چاہیے، رب کو صفائی پسند ہے اور ہمیں اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

فجر کی نماز پڑھنے کے لیے اس نے مسجد کا رخ کیا۔ نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ آج پھر معمول کے مطابق وہ لڑکی اس کی دعاؤں کا حصہ تھی۔ ہاں وہی لڑکی جس کو اس نے اپنے رب سے مانگا تھا۔ جس کا ساتھ اس نے اس ذات سے مانگا تھا جو ہر چیز دینے پر قادر ہے۔ جس کے دل میں اپنے لیے عزت اور محبت ڈالنے کی اس نے محبت ڈالنے والے سے التجا کی تھی۔ وہ کب اس کی دعاؤں کا حصہ بنی اسے نہیں یاد تھا مگر وہ اس کے لیے دعا مانگے بغیر کبھی نہیں اٹھتا تھا۔ اور آج تو اس کے لیے بہت خاص دن تھا۔

آج کے دن کو وہ اپنے زندگی کے بہترین دنوں میں شمار کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اثبات میں جواب ضروری تھا۔ اور اس کے لیے رب کے حضور دعا ضروری تھی۔

اس نے اپنی فیملی ،ملک و قوم اور مسلمانوں کے لیے دعا مانگنے کے بعد اپنے اور مہرماہ کے لیے خیر اور بھلائی مانگی ۔اس نے رب سے اس لڑکی پر حق مانگا جو اس کی دھڑکنوں میں رچ بس گئی تھی۔

پھر وہ گھر کی جانب روانہ ہوا اور لباس تبدیل کر کے ٹریک سوٹ میں ملبوس اب وہ واک کر رہا تھا۔جب وہ گھر پہنچا تو سورج کی کرنیں ہر جگہ روشنی بکھیرتی نظر آرہی تھی۔ گھر پہنچ کر جوس پینے کے بعد وہ اپنے والدین کے کمرے کی جانب بڑھا۔ دروازہ ناک کیا تو اندر سے اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوا۔

NOVEL HUT

"سلام ماما بابا"

وعلیکم السلام بیٹا، جیتے رہو ، خوش رہو ۔ جانتے ہو مجھے تو خوشی کے مارے نیند"
"ہی نہیں آرہی تھی۔

یہ کہنے والی اس کی ماما تھی۔

"ویسے ایک راز کی بات بتاوں ماما۔"

ساتھ ہی اپنا چہرہ اپنی ماما کے کان کے پاس لے کر آیا۔

"بھئی باپ کو بھی شامل کر لو۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا راز بتاتا اس کے بابا نے بھی اپنا کان پیش کر دیا۔اس نے دونوں کے کان کے پاس اپنا راز افشاں کیا۔

"نیند تو مجھے بھی ساری رات نہیں آئی۔"

نہایت معصومیت سے اپنے دل کا حال بیان کیا۔

"خوشی میں ایسا ہوتا ہے برخوردار۔"

اس کے بابا نے اس کو حقیقت سے آگاہ کیا۔

"پر بابا یہ خوشی والی نیند نہیں اڑی، مجھے ٹینشن ہو رہی کہ وہ کیا کہیں گے ۔"

"مثلاً کس بات کی ٹینشن؟"

اس کے بابا متفکر ہو رہے تھے۔

بابا پہلے تو میری خواہش ہے کہ وہ اس رشتے کے لیے مان جائیں مگر کیا وہ دوسری"
"بات کے لیے بھی مان جائیں گے۔

"اور دوسری بات کونسی ہے؟"

"وہ بابا میں اگلے جمعہ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔"

جلدی جلدی اپنی بات کہہ کر اب ایک آنکھ بند کر کے لبوں کو دانتوں میں دبائے اپنے بابا کی طرف دیکھ رہا تھا جو ہونقوں کی طرح اب اس اکلوتے پیس کو دیکھ رہے تھے۔

تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا اوربان ، پہلے تمہیں شادی نہیں کرنی تھی اور اب تم"
"میں صبر کی کمی ہو رہی ہے۔

بابا پلیز آپ ان سے بات کیجئے گا ، میں منگنی جیسی رسومات نہیں چاہتا اور مجھے"
یقین ہے وہ بھی نہیں چاہیں گی۔ اس لیے نکاح میں ہی بہتری اور پاکیزگی ہے ۔
"رخصتی جب وہ چاہیں گے،مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وہ' کہہ کر اس کو مخاطب کیا ۔ وہ پورے حق کے ساتھ اس کا نام لینا چاہتا تھا۔'

"ماما پلیز مان جائیں ناں۔"

اور وہ شش و پنج میں مبتلا تھی ایک دم سے رشتہ مانگ کر نکاح کی ڈیمانڈ کر دینا انہیں بہت آکورڈ محسوس ہو رہا تھا۔ مگر لاڈلے کی خواہش پوری کرنے کی کوشش تو وہ کر ہی سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا تمہارے بابا اور میں ان سے بات کریں گے بس وہ راضی ہو جائیں کیونکہ تیاریوں کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے اور مجھے یقین ہے ان کو بھی نہیں ہو گا۔"

"ان شاء اللہ ماما۔"

"ہر کام دھماکے سے ہی کرتا ہے پتہ نہیں کب سدھرے گا۔"

اس کے بابا بڑبڑا رہے تھے اور وہ مسکراتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا پیچھے مڑا اور اونچی آواز میں بولا۔

"جو سدھر جائے وہ اورہان حیدر عظیم نہیں۔"

"ادھر آو ذرا اورہان کے بچے۔"

"ابھی تو اورہان کا رشتہ لینے جائیں بابا۔"

یہ کہتے ہی وہ وہاں سے رفو چکر ہو گیا ورنہ اسے حیدر صاحب سے ایک دو تو پڑ ہی جانی تھی اور وہ تو مذاق میں بھی ایسا مارتے تھے کہ بیچارہ اپنی اس حرکت کو کوستا تھا جس نے اس کو اس مذاق والی مار پڑوائی وہ سوچتا تھا کہ بابا اگر غصے میں ماریں تو یقینا مقابل کی ہڈی پسلیاں سلامت نہ رہیں۔ صد شکر کہ آج تک اسے صرف مذاق والی مار سے ہی آشنائی تھی۔

وہ ایسا ہی تھا اپنے چاہنے والوں کے ساتھ کھل کر ہنسنے مسکرانے والا، جبکہ اس کو نہ جاننے والے اسے صرف مغرور ہی کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ بلاوجہ لوگوں سے فرینک ہونا اسے نہیں پسند تھا مگر وہ لوگوں کے ساتھ روڈ بھی نہیں ہوتا تھا۔

NOVEL HUT

وہ اپنے روم کی جانب بڑھا آفس جانے کے لیے تیار ہوا، ناشتہ کیا اور ماما بابا سے پیار لیتا فری کو پیار دیتا وہ آفس روانہ ہو گیا تھا۔ حالانکہ جانتا تھا کہ آج کے دن کام کرنا اس کے لیے ممکن نہیں رہا۔ یہ سوچ کر کہ آج ایک اہم فیصلہ ہونا ہے۔۔۔۔ اس کی زندگی کا سب سے خوبصورت اور پاکیزہ ترین فیصلہ

چل آ اک ایسی نظم کہوں

جو لفظ کہوں وہ ہو جائے

بس اشک کہوں تو اک آنسو

تیرے گورے گال کو دھو جائے

میں آ لکھوں تو آ جائے

میں بیٹھ لکھوں تو آ بیٹھے

میرے شانے پر سر رکھے تو

میں نیند کہوں تو سو جائے

میں کاغذ پر تیرے ہونٹ لکھوں

تیرے ہونٹوں پر مسکان آئے

میں دل لکھوں تو دل تھمے

میں گم لکھوں وہ کھو جائے

NOVEL HUT

تیرے ہاتھ بناوں پنسل سے

پھر ہاتھ پہ تیرے ہاتھ رکھوں

کچھ الٹا سیدھا فرض کروں

کچھ سیدھا الٹا ہو جائے

میں آہ لکھوں تو ہائے کرے

بے چین لکھوں بے چین ہو تو

پھر بے چین کا ب کاٹوں

تجھے چین زرا سا ہو جائے

ابھی ع لکھوں تو سوچے مجھے

پھر ش لکھوں تیری نیند اُڑے

جب ق لکھوں تجھے کچھ کچھ ہو

میں عشق لکھوں تجھے ہو جائے

میں عشق لکھوں تجھے ہو جائے

NOVEL HUT

مہر ماہ جب ڈائیننگ ٹیبل پر ناشتہ کرنے کے لیے آئی تو سرفراز صاحب اور ماریہ بیگم پہلے سے موجود تھے۔ اس نے دونوں کو سلام کیا اور اپنی نشست پہ جا کر بیٹھ گئی اتنی دیر میں زاوی بھی آگیا۔ ناشتہ کے دوران ہلکی پھلکی بات بھی ہو رہی تھی کہ اچانک سرفراز صاحب نے حیدر صاحب کے فون کی اطلاع دی۔

"حیدر پوچھ رہا تھا کہ آج وہ آنا چاہ رہے ہیں تو ہم گھر ہی موجود ہیں ناں؟"

"پہلے تو وہ ایسے اجازت نہیں لیتے تھے خیریت تو ہے ناں؟"

ماریہ بیگم نے پریشانی سے استفسار کیا اور مہر ماہ کے حلق سے نوالہ نیچے نہیں جا رہا تھا۔

"میں نے پوچھا تھا تو وہ کہہ رہا تھا سب خیریت ہی ہے بلکہ خوشی کی بات ہے۔"

"چلیں انشاءاللہ سب بہتر ہو گا۔"

"مہر ماہ بیٹا آپ ناشتہ کیوں نہیں کر رہے؟"

مہر ماہ کو کب سے نوالہ ہاتھ میں پکڑا دیکھ سرفراز صاحب نے استفسار کیا۔

"کھا رہی ہوں بابا، بس بھوک نہیں ہے۔"

اس نے فورا نوالہ منہ میں ڈالا اور چائے کا گھونٹ بھر کر اس کو حلق سے نیچے اتارا۔ اب وہ کیسے بتاتی کہ اس کے دل میں ایک وہم آرہا ہے۔۔۔۔

"زاوی تمہارا کالج کیسا جا رہا ہے؟"

"بابا بہت اچھا جا رہا ہے مجھے تو بائیو لوجی پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے۔ بس مجھے ڈاکٹر بننا ہے۔ پھر میں سب کی مدد کیا کروں گا۔"

"ان شاء اللہ بیٹا، تمہیں بہت محنت کرنا ہوگی اچھی نیت سے پڑھا کرو، جب تم لوگوں کی بھلائی اور خیر کے لیے کسی شعبے کو جوائن کرو گے تو ہی اس میں برکت نصیب ہوگی۔ ہمیشہ اپنے کام کے ساتھ مخلص رہنا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ تم ڈاکٹر بن کر ہی لوگوں کی مدد کرو تم اور بھی بہت طریقوں سے ان کی مدد کر سکتے ہو۔ ایک اچھا ڈاکٹر بننے کے لیے پہلے تمہیں ایک اچھا انسان بننا ہو گا۔"

"جی بابا میں بہت محنت کروں گا۔ بلکہ محنت نہیں سمارٹ ورک کروں گا۔ ہمارے سر کہتے ہیں کہ سمارٹ ورک کرنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔"

"صحیح کہتے ہیں تمہارے سر۔"

ساتھ ہی انہوں نے زاوی کا کندھا تھتھپایا۔

"میں چلتی ہوں ورنہ لیٹ ہو جاوں گی۔"

مہرماہ نے جیسے تیسے ناشتہ کیا اور اجازت لے کر یونیورسٹی کے لیے روانہ ہو گئی۔

پورا راستہ وہ اسی پریشانی میں تھی کہ آخر ایسی کونسی خوشی کی بات ہے کہ وہ اجازت لے کر آرہے ہیں۔ کہیں اورہان کا رشتہ تو طے نہیں کر دیا، کیا اس نے دیر کر دی ؟کیا وہ اپنی محبت کھو چکی ہے؟ کیا پچھتاوا اس کی زندگی کا حصہ بننے والا ہے؟ ابھی کسی سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ فاریہ سے پوچھا جائے مگر جب وہ کلاس لینے گئی تو فاریہ موجود نہیں تھی۔ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ پھر بھی اس نے اپنی توجہ کلاس کی جانب مبذول کی، وہ اپنے مسائل میں ان کا وقت برباد نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ایک اچھی ٹیچر تھی جو ہر فکر اور غم کلاس سے باہر چھوڑ کر جاتے ہیں کیونکہ انہیں آنے والی نسل کو پڑھانا ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنے فرض سے کوتاہی نہیں برت سکتی تھی۔

اسی وقت سرفراز ولا میں دو گاڑیاں آگے پیچھے رکی۔ گاڑی کے ہارن سے علم ہو چکا تھا کہ وہ لوگ آگئے ہیں۔ سرفراز صاحب ان کو ویلکم کرنے کے لیے دروازے تک آئے ۔وہ تینوں اب کہ گاڑی سے اتر چکے تھے اور صوفیا بیگم پچھلی گاڑی میں موجود ڈرائیور سے اب سارا سامان ملازموں کے ہاتھ اندر لے کر آنے کا کہہ رہی تھی۔ سفید پھولوں کا نہایت خوبصورت گلدستہ فاریہ نے پکڑا ہوا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے بھائی کی ہدایت اچھی طرح یاد تھی

گڑیا جب وہ رشتے کے لیے ہاں کر دیں تو تم یہ خود ان کو دو گی۔ اور اب کی بار) (فاریہ نے 'ان' کے بارے میں نہیں پوچھا تھا کیونکہ اس کو جواب معلوم تھا۔

سرفراز صاحب حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے مگر بولے کچھ نہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تھوڑی دیر میں وہ خود ہی انہیں سب بتا دیں گے ۔

NOVEL HUT

لاونج میں رونق لگ چکی تھی۔ ملازمین نے مٹھائیاں ، پھل ، گفٹس ٹیبل پر رکھ دیئے تھے۔ اب ماحول کچھ یوں تھا کہ حیدر صاحب اور صوفیا بیگم ایک ہی صوفے پر براجمان تھے اور ان کے بالکل سامنے والے صوفہ پر سرفراز صاحب

اور ماریہ بیگم موجود تھے ۔ فاریہ ان کے ساتھ سنگل صوفہ پر موجود تھی ۔ حال احوال کے بعد انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کرنا شروع کیا۔

(لیکچر کے دوران مہرماہ کو بے چینی نے آن گھیرا)

بھائی صاحب ہم تمہید نہیں باندھیں گے ہم مہرماہ کو اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں"

"ہمارے اورہان کی دلہن۔

ایک ہوا کا جھونکا مہرماہ کے پاس سے گزرا جس میں سفید پھولوں کی خوشبو)

(موجود تھی

سرفراز صاحب اور ماریہ بیگم حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ مہرماہ سرفراز کے لیے اورہان حیدر عظیم سے بہتر کیا کوئی اور ہو سکتا تھا ؟ یقینا نہیں اس بات کی گواہی ان کے دل نے پورے زور و شور سے دی تھی۔

"بتائیں ناں بھابھی ہم آج جواب لے کر ہی جائیں گے۔ وہ بھی ہاں"

اس بات پر دونوں دوبارہ ان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"ہمیں تو بہت خوشی ہے کہ آپ نے اورہان کے لیے ہماری مہرماہ کو سوچا۔ لیکن مہرماہ کی ہاں کے بغیر ہم آپ کو مثبت جواب نہیں دے سکتے۔ وہ اپنی پسند بتانے کا پورا حق رکھتی ہے۔"

(آج کی کلاسز کا وقت ختم ہو چکا تھا اس کا دل عجیب سا ہو رہا تھا اس لیے اس نے گھر جانے کا سوچا)

"ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ مہرماہ ہاں کرے پھر ہی آگے بات ہو گی۔"

(اس نے گھر جانے کے لیے گاڑی سٹارٹ کی)

"کب تک آجائے گی مہرماہ؟"

"آپ بیٹھیں تھوڑی دیر تک مہرو آجائے گی۔"

باتوں کا دور چل رہا تھا ساتھ میں چائے اور سنیکس سے لطف اٹھایا جا رہا تھا کہ گیٹ پر ہارن کی آواز ہوئی جو صاف اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جس کا انتظار ہے وہ آچکی ہے۔ مہرماہ گاڑی گیراج میں پارک کرنے لگی تو نگاہ دوسری گاڑیوں پر گئی یعنی وہ آئے ہوئے ہیں۔ اس نے ایک گہرا سانس بھرا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیے۔

سرمئی برقع پہنے سیاہ حجاب اوڑھے اب وہ داخلی دروازے سے اندر آرہی تھی۔

(اپنے آفس میں بیٹھے اورہان کے موبائل پہ بپ بجی)

مٹھائیاں، فروٹ اور گفٹس دیکھ کر وہ حیران تھی، ساتھ ہی اک پریشانی نے اس کو آن گھیرا تو کیا جو وہ سوچ رہی تھی وہ سچ ہے۔ مگر اتنا سب کچھ کس لیے آخر؟

(ایک مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا)

"مہرو بھی آگئی"

ماریہ بیگم نے مہرو کو دیکھ کر کہا۔

مہرماہ نے سب کو سلام کیا۔

"آو بیٹا ادھر ہمارے پاس آکر بیٹھو۔"

انہوں نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ حیدر صاحب اور صوفیا بیگم کے درمیان جا کر بیٹھ گئی۔ پریشان نظروں سے کبھی وہ ان کو دیکھتی تو کبھی اپنے ماما بابا کو۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"بیٹا کیا تمہیں میرے اورہان کا ساتھ قبول ہے؟"

بہت مان سے سوال کیا۔ اور ادھر مہرماہ ہونقوں کی طرح اب ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ مطلب وہ سب غلط سمجھ بیٹھی تھی ادھر تو قسمت اس پر ڈھیروں مہربان تھی۔ اسے بے اختیار ہی اپنے نصیب پر رشک آیا۔

"بیٹا تم جو بھی جواب دو گی ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہارے انکل آنٹی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیوں حیدر؟"

یہ کہنے والے سرفراز صاحب تھے جنہوں نے اپنی بیٹی سے پوچھے بغیر کوئی جواب نہیں دینا تھا کیونکہ وہ دین کو بھی سمجھتے تھے اور اپنی بیٹیوں سے محبت بھی کرتے تھے۔

"جی بیٹا ہم آپ کی پسند کو پورے دل سے قبول کریں گے۔ آپ کمرے میں جا کر سوچ لو اگر مزید وقت بھی لینا چاہو تو لے لو۔"

حیدر صاحب نے نہایت شفقت سے مہرماہ کو دیکھتے ہوئے یہ کہا۔

"فری بیٹا آپ مہرو کو کمرے میں لے جاو۔"

"جی آنٹی"

فری ہاتھوں میں گلدستہ تھامے مہرو کے ساتھ کمرے کی جانب بڑھی۔ سب ہی فاریہ کی اس حرکت پر مسکرا رہے تھے انہیں یہی محسوس ہو رہا تھا کہ یہ گلدستہ فاریہ اپنی طرف سے مہرو کو دینا چاہتی ہے۔ مہرماہ مختلف سوچوں میں الجھ گئی تھی سب اتنا اچانک تھا کہ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ غائب دماغی سے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی کہ ٹھوکر کھا کر گرنے ہی والی تھی اگر فاریہ اسے وقت پر نہ سنبھالتی۔

"مہرو آپی آپ ٹھیک ہیں؟"

"ہاں ہاں۔۔۔یہ تم نے گلدستہ کیوں پکڑا ہوا ہے۔"

ہڑبڑا کر جواب دیا پھر اثر زائل کرنے کے لیے سوال پوچھا۔ ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو فاریہ بھی اس کے پیچھے ہی داخل ہوئی۔

"وجہ بتا دوں؟"

وہ شریر مسکراہٹ لبوں پر سجائے معصومیت سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"ایسی بھی کیا وجہ ہے بھئی کہ تم گلدستہ نہیں چھوڑ رہی۔"

"آپ کچھ کہیں گی تو نہیں؟"

وہ اپنے خدشات دور کرنا چاہتی تھی۔

"میں کیوں کچھ کہوں گی ۔ اب بتا بھی دو۔"

ساتھ ہی وہ سیاہ حجاب کو اتار رہی تھی۔

اورہان بھائی نے کہا تھا جب آپ ہاں کہہ دیں تو میں ان کی طرف سے یہ آپ" کو دوں۔یہ میرا اور ان کا سیکرٹ ہے جس میں صرف آپ کو شامل کرنے کی "اجازت ہے۔

یہیں مہرماہ کے ہاتھ جو حجاب اتارنے میں مصروف تھے اب کہ رک چکے تھے۔

اس کا فیصلہ آسان ہو گیا تھا۔

" ادھر لاو یہ گلدستہ"

ایک وقفہ لے کر ہلکی سی مسکان سے کہا۔ فری نے گلدستہ اس کی جانب بڑھایا تو اس نے گلدستہ تھام لیا اور سفید پھولوں کی مہک کو اندر اتارا۔

"جو میں سمجھی ہوں کیا میں باہر جا کر بتا دوں۔"

"کیا سمجھی ہو؟"

گلدستہ پر سے نگاہیں ہٹا کر فاریہ کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

"کہ آپ نے اس گلدستہ کی طرح بھائی کا ساتھ بھی قبول کر لیا ہے۔"

"اب بھی کوئی شک ہے۔"

بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب آیا۔

"یا ہوووو۔۔۔"

خوشی کے مارے فاریہ کی چیخ نکل چکی تھی تو مہرماہ نے اس کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا جس پر وہ کھسیانی ہو گئی۔

مطلب اب آپ میری بھابھی بن جائیں گی۔ میں ابھی سب کو جا کر بتاتی "

" ہوں۔

مہرماہ پھر سے پھولوں کو تک رہی تھی کہ کچھ یاد آنے پر اس نے فری کو پکارا۔

"فری یہ سفید پھول کس کی پسند کے ہیں۔"

اوربان بھائی کے، نہ جانے انہیں سفید رنگ اتنا کیوں پسند ہے پہلے تو انہیں یہ"
"رنگ بالکل بھی پسند نہیں تھا۔

مہرماہ کو اس کے سوالوں کے جوابات ملنا شروع ہو چکے تھے۔

وہیں فری کو اوربان کے ذکر سے کچھ یاد آیا۔ خوشی اور ایکسائٹمنٹ میں یہ کام تو وہ بھولنے ہی والی تھی۔

مہرو آپی مان گئی ساتھ میں خوشی والا ایموجی بھیجا۔۔۔ اتنا سا جملہ جسے پڑھ کر)
اس کے چہرے پر بے انتہا خوبصورت مسکراہٹ آئی۔اور اس کی زبان سے
(ایک لفظ ادا ہوا۔ الحمدللہ

فری نے آکر سب کو اطلاع دی تو سب خوشی سے جھوم اٹھے۔ مٹھائیاں جو کب سے ٹوکروں میں موجود تھی اب ان کو آزادی مل چکی تھی۔ ہر جانب تبسم اور مسکراہٹ پھیل چکی تھی۔

صوفیا بیگم نے مہرماہ کو انگوٹھی پہنائی ۔

اگلے جمعہ کے روز نکاح کی اور دو ماہ بعد رخصتی اور ولیمہ کی ڈیٹ فائنل کر کے وہ گھر روانہ ہوئے۔

یہ دن ان دونوں کی زندگی کے خوبصورت ترین دنوں میں شامل ہو چکا تھا۔

گرے بنگلے اور سرفراز ولا میں نکاح کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھی۔ ہر جانب ہڑبڑی مچی ہوئی تھی۔ وقت کم تھا اور تیاریاں زیادہ۔

صوفیا بیگم کے تو بہت سارے ارمان تھے آخر کار ان کے اکلوتے بیٹے کی شادی تھی۔ فاریہ کی خوشی کی تو کوئی انتہا ہی نہیں تھی۔

سرفراز ولا میں قدم رکھا جائے تو مریم اس وقت مہرماہ کو شاپنگ پہ جانے کا کہہ رہی تھی۔

"جلدی چلو مہرو ورنہ لیٹ ہو جائیں گے۔"

"ابھی آئی آپی بس دو منٹ۔"

جلدی جلدی برقع اور حجاب پہن کر وہ گاڑی کے پاس آئی۔ ان کو نکاح کے لیے جوڑا اور جیولری لینے جانا تھا۔ باقی سارے انتظامات سرفراز صاحب نے سنبھال رکھے تھے۔

جوڑا مہرماہ نے آرڈر پر بنوانا تھا مگر اتنی جلدی آرڈر ملنا مشکل تھا اس لیے اس نے بوتیک سے لینا ہی مناسب سمجھا۔ اس نے مارکیٹ کی جانب گاڑی کا رخ موڑا۔

نکاح کا جوڑا لینے کے بعد مریم جب جیولری لینے کے لیے آگے جا رہی تھی تو مہرماہ کو ساتھ نہ پایا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو بے ساختہ اس کے منہ سے یہی الفاظ نکلے۔

"ناٹ اگین مہرو"

وہ پیچھے عبایا شاپ پہ آئی اور مہرماہ کا کندھا ہلایا۔

"آپی آپ نے کہا تھا آپ مجھے برقع گفٹ کریں گی۔"

مہرماہ نے معصومیت سے استفسار کیا۔

"اپنی شادی کی شاپنگ پہ بھی تمہیں عبایا ہی چاہیے۔"

"پلیز آپی، دیکھیں وہ والا کلر اب بھی موجود ہے۔"

"چلو اندر"

وہ اس کو لیے عبایا شاپ کے اندر آئی اور اس کو ایک نئی شیڈ کا برقع گفٹ کیا۔
جس پر وہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"اتنے برقعے ہیں تمہارے پاس پھر بھی ہر بار اتنا خوش کیوں ہوتی ہو؟"

آپی میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس برقع کی ایک بڑی سی کولیکشن ہو جس میں" بہت سارے رنگوں کے برقع ہوں، مجھے اتنے پسند ہیں یہ کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

ہاتھوں سے ایک بڑی سی کولیکشن کا اشارہ کیا۔

"بہت معصوم ہو تم میری جان۔"

"ہائے آپی، لوگوں کو ویسے میں کافی شاطر لگتی ہوں۔"

مذاق میں کہا۔

میری بہن سمجھ دار ہے چالاک نہیں، میں اس بات کی گارنٹی دے سکتی"

"ہوں۔

"شکریہ آپی"

"مہرو بابا پوچھ رہے تھے تم نے اگر کسی کو بلانا ہے تو بتا دو۔"

"آپی میں نے کس کو بلانا ہے۔"

کندھے اچکا کر جواب دیا۔

تمہاری ایک دوست تھی نا جس کا ذکر ہر وقت تمہاری زبان پر ہوتا تھا۔ کیا نام"
"تھا اس کا؟

" ام ہانی"

NOVEL HUT

کھوئی کھوئی آواز میں جواب دیا۔

"ہاں ہاں تم اسے ہانی کہا کرتی تھی۔ اس کو نہیں بلاؤ گی؟"

میں نے اسے یونیورسٹی کے بعد بہت فون کیا اس کا نمبر ہمیشہ بند ملا ، اس کا گھر" جہاں تھا وہاں بھی گئی تو ان کے محلے والوں نے کہا وہ یہاں سے شفٹ ہو چکے "ہیں - میں نے اسے بہت ڈھونڈا آپی مگر وہ مجھے کہیں نہیں ملی۔

ایک حسرت تھی جو مہرماہ کی آنکھوں اور اس کے لہجے میں جھلک رہی تھی۔

اتنی دیر میں جیولری شاپ بھی آچکی تھی۔

"تو اب مہرو اپنی فیورٹ وائٹ گولڈ کی جیولری لے گی۔"

اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے مریم نے خوشگوار موڈ میں کہا۔

"آف کورس آپی۔"

اس نے بھی اپنی آپی کا دل رکھنے کے لیے مسکرا کر جواب دیا ورنہ اندر ہی اندر وہ ایک ان دیکھے درد میں بتلا تھی۔ وہ ہانی سے اپنی ہر بات شئیر کرتی تھی اور آج بھی وہ اس کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ جس کا ساتھ اس نے اپنے رب سے مانگا وہ اس کو مل رہا ہے مگر ہانی موجود نہیں تھی۔

انہوں نے ایک خوبصورت اور نفیس سا وائٹ گولڈ کا سیٹ لیا - جس پر چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ جڑے ہوئے تھے اور نیکلس کے عین درمیان میں

ڈارک گرین کلر کا ایک بڑا اور خوبصورت سٹون موجود تھا جو نیکلس کو شاہانہ بنا رہا تھا۔ اس کے میچنگ ٹاپس پر بھی گرین سٹون جڑے ہوئے تھے۔

شاپنگ پوری کر کے وہ گھر واپس آئے، ہمیشہ کی طرح اپنی ماما کو ساری شاپنگ دکھائی، سرفراز صاحب تو اپنی بیٹی کی پسند کے مطابق لان میں ہی سارا ارینجمنٹ کروا رہے تھے۔ کیونکہ مہرو سادہ سا فنکشن چاہتی تھی جس میں چند مخلص لوگ ہی موجود ہوں جو اس کو نیک دل سے دعائیں دے۔

ایسے ہی ایک ہفتہ کب گزرا پتا ہی نہ چلا اور آخر وہ دن بھی آ ہی گیا جس کا ان کو شدت سے انتظار تھا۔ جمعہ کی یہ صبح پچھلی جمعہ کی صبح سے کہیں زیادہ روشن تھی کیونکہ یہ صبح ایک خوبصورت رشتے کا آغاز کرنے والی تھی۔ موسم بھی بے حد خوشگوار تھا جیسے دو محبت کرنے والوں کے ملن پر اپنا بھی حصہ شامل کرنا چاہتا ہو۔

NOVEL HUT

سرفراز ولا کو خوبصورت سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ لان میں ہر چیز سفید ہی رکھی گئی تھی صوفہ، کرسیاں، میز، سٹیج یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے برف باری

سے ہر چیز سفید ہو گئی ہو۔ سوئمنگ پول میں بھی سفید پھول ڈالے گئے تھے اور سفید جھاگ تو سوئمنگ پول کو مکمل طور پر سفید کر کے برفیلا تاثر دے رہی تھی۔

نکاح کے لیے جالی دار سفید پردہ لگایا گیا تھا جس کے دونوں جانب نشست موجود تھی۔ اور پھر دولہا پوری شان سے سفید سوٹ پہنے بھوری چادر اوڑھے اپنی سفید کار سے نکلا شاہانہ چال چلتا وہ اب اندر داخل ہو رہا تھا اس کے ایک جانب اس کے بابا اور دوسری جانب انس موجود تھا۔

آج یہ بادشاہ اک شہزادی کو اپنی ملکہ بنانے آیا تھا۔

ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا اور پھر پردہ کے ایک جانب والی نشست پر اسے بٹھا دیا گیا حیدر صاحب اور انس اس کے ساتھ ہی بیٹھے۔پھر دلہن کو لایا گیا جو سفید لانگ شرٹ کے ساتھ سفید لہنگا پہنے جس پر سفید اور ڈارک گرین پر کشش اور نفیس ہلکا سا کام کیا ہوا تھا ہاتھوں میں سفید اور سرخ پھولوں کے گجرے پہنے ، سفید حجاب سے اپنا سر ڈھانپے بھاری سرخ گھونگھٹ اوڑھے جس سے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا اسے پردے کی دوسری جانب موجود نشست پر بٹھایا گیا۔ مہرماہ کے ساتھ اس کے بابا اور زاوی موجود تھا۔

اب منظر کچھ یوں تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل سامنے موجود تھے درمیان میں صرف ایک پردہ حائل تھا۔ وہیں مہرماہ نروس ہو رہی تھی۔ جو بھی تھا اس کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہونے والا تھا اور وہ اس کو لے کر بہت پر امید بھی تھی مگر ایک لڑکی کے لیے نکاح کے پیپرز پر دستخط کرنا ہمیشہ ایک مشکل مرحلہ رہتا ہے۔

نکاح شروع ہوا۔

"اوربان حیدر عظیم ولد حیدر عظیم کا نکاح مہرماہ سرفراز ولد سرفراز احمد سے بعوض پچاس لاکھ حق مہر طے کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

اوربان کے کہنے کے مطابق نکاح خواں نے پہلے مہرماہ سے پوچھا۔

"قبول ہے۔"

(کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟)

"قبول ہے۔"

(یقین ہے ناں مجھ پر؟)

"قبول ہے۔"

اور اس شہزادی نے بادشاہ کا ساتھ قبول کر کے خود کو ملکہ کے عہدے پر فائز کیا۔

پھر اورہان سے پوچھا گیا جس پر اس نے ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے نہایت مضبوط ارادے سے تینوں بار اس جان سے پیاری لڑکی کا ساتھ قبول کیا۔

نکاح کا مرحلہ طے ہوا تو ہر جانب مبارک باد کا شور اٹھ کھڑا ہوا۔ اورہان سب سے پہلے اپنے بابا کے گلے ملا، پھر سرفراز صاحب کے گلے لگا اور ان سے پیار لیا تو انس جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا اس نے زور سے اورہان کو گلے لگا لیا۔

"آج میرا دوست شادی شدہ ہو گیا مبارک ہو تجھے، یار ویسے تجھے تنگ کرنے کا موقع مل گیا ہے۔"

گہرے نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ساتھ سفید واسکٹ زیب تن کیے انس مسکراتا ہوا اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اور مہرماہ کے پاس کھڑی فاریہ نے اس کو مسکراتا دیکھ ہمیشہ اس مسکراہٹ کو اس کے چہرے پر دیکھنے کی دعا دے ڈالی۔ یہ مسکراہٹ

فاریہ نے بہت کم انس کے چہرے پر دیکھی تھی مگر تاریخ گواہ تھی کہ اس مسکراہٹ پر ہر بار وہ اپنا دل ہار بیٹھتی تھی۔

وہیں اورہان کا دھیان بھٹک بھٹک کر اس کی جانب جا رہا تھا جو گھونگھٹ اوڑھے اس سے چھپی ہوئی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ جلدی سے اس کے پاس جائے اس کو اپنے دل کا حال بتائے، اس کو لاجواب کر دے مگر ابھی اسے تھوڑا انتظار کرنا تھا۔ مہرماہ نے بھی گھونگھٹ سے اس کی ہلکی سی اک جھلک ہی دیکھی تھی محرم بن جانے کے احساس نے ہی اس کو نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ خوش تھی بلکہ صرف خوش بہت چھوٹا لفظ تھا۔

اس نے نہیں سوچا تھا کہ محبت اتنی آسانی سے مل جاتی ہے۔ یا وہ اس حد تک خوش قسمت تھی کہ اس نے جس کو چاہا وہ پہلے سے ہی اس کی چاہت میں تھا جس کو محرم بنانے کا سوچا وہ اس کو اپنا محرم بنا گیا۔ اس کی محبت بہت پاکیزہ تھی اسی لیے اسے پاکیزہ راستہ سے حاصل کیا گیا۔

کھانے کا دور شروع ہوا تو مہرماہ نے کمرے میں جانے کی ضد کی۔

"بیٹا تھوڑی دیر تو بیٹھ جاو۔"

"بابا مجھے رونا آرہا ہے ، اگر آپ نہیں چاہتے کہ میں سب کے سامنے رووں تو مجھے کمرے میں جانے دیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا۔ چلی جاو"

"فری آپ جاو مہرو کے ساتھ مجھے مہمانوں کو بھی دیکھنا ہے۔"

"ٹھیک ہے مریم آپا ، آجائیں بھابھی۔"

"بھابھی" لفظ مہرماہ کو بہت بھلا محسوس ہوا۔ کمرے میں آکر اس نے اپنا گھونگھٹ اتارا تو اس کو دیکھ کر فاریہ پلک جھپکنا بھول گئی۔

"ماشاءاللہ"

بے ساختہ اس کے لبوں سے ادا ہوا۔

"بھابھی آپ کو دیکھ کر تو میں اپنی نگاہیں نہیں ہٹا پا رہی پتا نہیں بھائی کا کیا حال ہو گا۔"

اس بات پر مہرماہ مزید نروس ہو گئی۔

"ڈراو تو نہیں فری۔"

اس کی آنکھیں پانی سے بھر رہی تھی ۔ خوشی، ٹینشن ،نروس نیس سب مکس ہو رہا تھا۔

بھابھی پلیز روئیں گا نہیں میں کچھ نہیں کہہ رہی بلکہ آپ کہتی ہیں تو میں آپ سے" "کریمینولوجی کا کوئی سوال ہی پوچھ لیتی ہوں۔

فری کی بات پر وہ ہنسنا شروع ہوئی تو ہنستی ہی چلی گئی اورہان جو اس سے ملنے کے لیے کمرے میں آنے ہی والا تھا اس کی ہنسی کی کھکھلاہٹ کو مسحور ہو کر سن رہا تھا۔

"بھابھی آپ ریلکس ہو جائیں میں آپ کے لیے کھانا لے کر آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"

مہرماہ نے حجاب اتارنا شروع کیا۔ فاریہ نے جب دروازہ کھولا تو اپنےپیارے بھائی کو سامنے ایستادہ پایا۔

" بھائی آپ"

وہیں گھبراہٹ میں مہرماہ کا حجاب ڈریسنگ ٹیبل پر گر گیا۔

"جی گڑیا آپ کھانا لے کر آئیں بھابھی کے لیے۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔"

وہ کھسیانی ہو کر وہاں سے چلتی بنی۔ تو اورہان اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا۔ گھر میں مہمان تھے وہ نہیں چاہتا تھا کوئی مہرماہ کو حجاب کے بغیر دیکھے۔ وہیں مہرماہ اب اپنی محبت کو اپنے محرم کے روپ میں سامنے پا کر وہیں جم چکی تھی۔ اورہان کی تو نگاہیں ہی پلٹ نہیں رہی تھی آج وہ اس کو پورے حق سے دیکھ رہا تھا نگاہوں نے رخ موڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ آج وہ اس کے دل کی ملکہ اس کی محرم کی صورت اس کے سامنے موجود تھی۔

اورہان حیدر عظیم تو یک ٹک اس کو دیکھتا سب کچھ بھول چکا تھا۔

حجاب اتارنے سے خوبصورت نیکلس اس کی گردن کی زینت بنا دکھائی دے رہا تھا، کانوں میں سیٹ کے ساتھ کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہنے، بالوں کو جوڑے میں قید کیے جس کی لٹیں اب اس کے چاند جیسے چہرے پر آ چکی تھی۔ سموکی آئیز اور لائٹ پنک لپسٹک سے سجے عنابی ہونٹ اس پری پیکر کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے۔

"مہرماہ"

یہ نام بولنے والا اورہان تھا۔ اور اس کے لبوں سے اپنا نام اسے اتنا حسین لگا کہ اس کا دل چاہا وہ پھر اس کو اسی طرح پکارے۔ اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اورہان نے اس کے دل کی آواز سن لی۔

"مہرماہ"

ساتھ ہی ایک قدم اس کی جانب بڑھایا تو مہرماہ نے اپنی نگاہوں کا رخ اس کے چہرے پر مرکوز کر چھوڑا۔ اورہان نے ڈریسنگ ٹیبل سے اس کا حجاب اٹھایا اور اس کے سر پر رکھ کر مسکرایا۔

"میرا ساتھ قبول کرنے کا شکریہ۔"

ساتھ ہی اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے لبوں سے لگایا۔ یہ عقیدت کا اظہار تھا جو اورہان حیدر عظیم کو مہرماہ سرفراز سے تھی۔ اور اتنی عزت اور عقیدت پر مہرماہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔ تو اورہان نے فورا اس آنسو کو اپنی انگلی کی پور پر چنا۔

"اب آپ دوبارہ ان آنسوؤں کو بے مول نہیں کریں گی۔"

"یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔"

نگاہیں جھکا کر اپنے دفاع میں جواب دیا۔

مجھے لگا تھا آپ مجھے کسی شق کو استعمال کر کے جواب دیں گی کہ یہ آنسو ہی"
"نہیں تھے۔

مہرماہ اس کی بات پر مسکرا اٹھی ۔ اورہان نے ابھی تک اس کے دونوں ہاتھوں
کو تھام رکھا تھا۔

"آپ کو میرے حجاب سے کوئی مسئلہ تو نہیں ہے ناں۔"

جان تو وہ چکی ہی تھی مگر پھر بھی نہ جانے کیوں پوچھ بیٹھی۔ شاید وہ حجاب کے
متعلق اس کے خیالات جاننا چاہتی تھی۔

جانتی ہیں جب آپ حجاب اوڑھتی ہیں تو مجھے پوری دنیا میں آپ سے حسین کوئی"
نہیں لگتا ۔ یہ آپ کے سر پر تاج کی طرح جچتا ہے۔ میری ملکہ کے سر پر تاج ہو یہ
"مجھے کیوں برا لگے گا۔

وہ سچ میں ساحر تھا جس سے مہرماہ مسحور ہو رہی تھی۔ وہ پوری توجہ سے اس کی
جانب دیکھ رہی تھی اور آخری بات پر شرم کے مارے نگاہیں جھکا لیں اور اس

کی اس ادا پر اورہان کو اپنا دل ڈولتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی تو وہ سانس روکے اس کو دیکھنے لگی۔

جانتی ہیں جب آپ نے میرے دل پر حکمرانی شروع کی اس وقت بھی آپ "
"سفید لباس میں تھی اس دن سے یہ رنگ میرا پسندیدہ رنگ بن گیا۔

"جانتی ہوں۔"

"کیسے؟"

جب آپ نے میرے لیے سفید پھولوں کا گلدستہ بھیجا تھا تو میں نے فری سے"
"پوچھا تھا اس نے کہا تھا جانے بھائی کو یہ رنگ اب اتنا کیوں پسند ہے۔

"تو اس سے آپ کو کیا محسوس ہوا؟"

اس نے مہرماہ کا ہاتھ تھامے اس کو بیڈ پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"یہی کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

پورے اعتماد سے مسکرا کر کہا۔

جو چیز آپ کو پسند وہ اورہان کو عزیز، آپ سے جڑی ہر چیز میرے لیے بہت"
اہمیت رکھتی ہے۔ آپ میرے دل کی مسند پر پوری شان سے براجمان ہو چکی
"ہیں مہرماہ

"ایک بات بتاوں"

رازداری سے کہا۔ تو اورہان نے اثبات میں سر ہلایا۔

میں نے آپ کو دیکھ کر یہ محسوس کر لیا تھا کہ آپ کا ہی ساتھ عالم ارواح میں"
"میرے ساتھ لکھا تھا۔

اور اس بات پر اورہان اندر تک سرشار ہو گیا۔

"کب محسوس کیا آپ نے؟"

"مریم آپی کی مہندی پر، اور آپ نے؟"

"جب آپ کی ڈگری مکمل ہوئی تھی۔"

"کیا؟؟"

بچگانہ انداز میں منہ کھولے وہ اس کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

" ایسے تو مت دیکھیں"

"کیوں؟"

"ورنہ مجھے آپ سے عشق ہو جائے گا۔"

مہرماہ کی پلکیں اب کہ پھر سے رخساروں کو چھونے لگی تھی۔ پھر دوبارہ نگاہیں اٹھائی اور سوال پوچھا۔ اب کہ آواز انتہائی دھیمی تھی۔

"کبھی کہا کیوں نہیں؟"

کیونکہ میں آپ کے دل میں اپنے لیے محبت چاہتا تھا اور اس سے بڑھ کر" اعتماد۔ جب آپ نے کہا کہ آپ کو مجھ پر یقین ہے تو میں نے دیر کرنا مناسب "نہیں سمجھا۔

"میں خوش قسمت ہوں جو مجھے آپ کا ساتھ بغیر کسی مشکل کے مل گیا۔"

"اور مجھے تو اپنی قسمت پر رشک آرہا ہے۔"

دونوں ہی خوش قسمت تھے جن کو بغیر کسی رکاوٹ کے ان کی محبت مل گئی تھی۔

اسی وقت لان میں آیا جائے تو اورہان کی پھوپھو مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ میں فاریہ کا اور دوسرے ہاتھ میں اپنے بیٹے کا ہاتھ تھامے چلتی ہوئی سٹیج کی جانب آئی۔

"ایکسکیوز می، اٹینشن"

سب ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ حیدر صاحب کو کسی گڑبڑی کا احساس ہو رہا تھا۔ فاریہ کو پھوپھو کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

آج اس مبارک موقع پر میں فاریہ کی اپنے بیٹے سے منگنی کا اعلان کر رہی "ہوں۔

تالیوں کی گونج اٹھی۔ فاریہ کے پیروں تلے زمین کھسک گئی اور انس کو لگا جیسے اب وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

اورہان اور اس کے مہمان واپس اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے کی تیاری پکڑ چکے تھے۔ اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ رخصتی کی اپیل درج کروا دے لیکن اب تو یقینا اسے اپنے ہی بابا سے مار پڑ جانی تھی اس لیے اس نے جیسے تیسے دو ماہ کا

انتظار کرنا مناسب سمجھا۔ وہ مہرماہ کو بھی اس رشتے کو سمجھنے کا موقع دینا چاہتا تھا حالانکہ جان چکا تھا کہ وہ بھی اسے پسند کرنے لگی ہے مگر وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی اس سے محبت کرے چاہے اتنی نہ کرے جتنی وہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تو محبت سے کہیں آگے بڑھ چکا تھا۔

جب وہ گھر واپس آئے تو اس کی پھوپھو بھی ان کے ساتھ گرے بنگلے میں آئی۔ جب اسے پھوپھو کے اقدام کا علم ہوا تو وہ ششدر ہو گیا تھا مگر یہ فیصلہ وہ اپنی گڑیا اور اپنے بابا پہ چھوڑنا چاہتا تھا۔ اگر ایک بار بھی فاریہ کہہ دے کہ وہ اس رشتے سے راضی نہیں تو وہ اپنی گڑیا کے لیے ہمیشہ کی طرح سٹینڈ لے گا۔ مگر فلحال یہ بات پھوپھو سے کرنا ضروری تھی۔

حیدر صاحب کو بیک وقت افسوس اور غصہ دونوں نے آن گھیرا تھا۔ جب انہوں نے کہا تھا کہ ابھی فری چھوٹی ہے اور وہ اس کو کسی رشتے میں نہیں باندھنا چاہتے تو انہوں نے پھر ان سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے بڑھایا۔ گھر داخل ہوتے ہی وہ پہلے اپنے کمرے میں گئے پھر فاریہ کے علاوہ سب کو لاؤنج میں بلایا۔

آج ان کے بیٹے کا نہایت خاص دن تھا جس کو خراب کرنے میں ان کی بہن نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

سب لاونج میں جمع ہو چکے تھے اور فاریہ جو ابھی تک صدمے کی حالت میں تھی وہ بھی سائیڈ میں کھڑی ہو چکی تھی لیکن ایسی جگہ جہاں وہ کسی کو نظر نہ آئے۔

بالآخر حیدر صاحب نے بات کا آغاز کیا۔

"نگین جب میں نے ابھی رشتہ طے نہیں کیا تو تمہیں کیا ضرورت تھی کہ بھری محفل میں میری فری کا رشتہ اپنے بیٹے سے کر دیا۔"

وہ طیش میں تھے مگر پھر بھی تحمل مزاجی سے بات کر رہے تھے۔ اپنی اولاد انہیں ہر بہن بھائی سے زیادہ عزیز تھی۔ مانا کہ ان کے بھتیجے میں کوئی کمی نہیں تھی کہ اسے انکار کیا جائے مگر جب انہوں نے ابھی مناسب نہیں سمجھا تھا تو نگین پھوپھو کو بھی انتظار کرنا چاہیے تھا۔

"بھائی یہ تو کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے جو کل ہونا ہے اس کے اعلان میں کون سی برائی ہے۔"

اگر میں وہاں کچھ نہیں بولا تو اسے میرے کمزوری نہیں سمجھو نگین ۔میں تمہاری"
"اور اپنی بیٹی کی عزت کی وجہ سے خاموش تھا مگر تم نے میرا مان توڑ دیا۔

بھائی اگر آپ کو برا لگا تو میں معافی چاہتی ہوں میرا حقیقتا آپ کا دل دکھانے کا"
ارادہ نہیں تھا۔ میں تو خوشی کو دوبالا کرنا چاہتی تھی۔ اگر آپ کو اتنا برا لگا تو میں
"معافی چاہتی ہوں ۔

معصومیت سے کہتے ہوئے انہوں نے آنسو بہانے شروع کر دیے۔

اچھا اب رو تو نہیں تم میری چھوٹی بہن ہو بابا کے بعد میں نے تمہیں اپنے"
"بچوں کی طرح رکھا ہے اور تم روگی تو مجھے دکھ ہو گا۔

اپنی بہن کو روتا دیکھ وہ رنجیدہ ہو چکے تھے ۔ آخر جو کام کرنا ہی تھا اس میں اگر انہوں نے ذرا جلدی کا مظاہرہ کر دیا تو یہ ایسی بھی کوئی غلط بات نہیں تھی ۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی جلد از جلد کر کے اپنے گھر بھی رونق دیکھنا چاہتی تھی یہ ان کا حق تھا۔ ہر ماں کی طرح ان کے بھی اپنے بیٹے کو لے کر بہت سارے ارمان تھے۔ وہ تو بس ان کو پورا کرنا چاہتی تھی۔

"نگین چپ کر جاو ہم اس کا بھی کوئی حل نکالتے ہیں۔"

صوفیا بیگم نے نگین کو ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ اور ہان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ فاریہ کی ٹانگیں اب اس کا ساتھ دینا چھوڑ چکی تھی تو وہ اپنے کمرے میں واپس آگئی۔

ابھی تک وہ نکاح کے فنکشن والا سی گرین گولڈن کے کمبینیشن کی شرٹ اور شرارہ پہنے ہوئے تھی ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی اور اپنا آپ دیکھا تو اپنی آنکھوں میں صرف ایک ہی عکس نظر آیا۔ ہاں فاریہ حیدر کی آنکھوں نے صرف ایک انسان کے ہی خواب دیکھے تھے۔ وہ تو بچپن سے ہی انس مجتبیٰ کی دیوانی ہو چکی تھی۔ تو کیا یہ عکس کسی کو نظر نہیں آتا؟

"کیوں انس مجتبیٰ کیا آپ کو میری آنکھوں میں اپنے لیے محبت نہیں دکھتی؟ اس چہرے پہ آپ کو دیکھ کر جو نکھار آتا ہے کیا آپ نے کبھی نہیں دیکھا؟ کیا کبھی محسوس نہیں کیا کہ فاریہ آپ کو دیکھے نہ تو اس کے دل کو چین نہیں آتا؟ میں کیسے روکوں گی اس رشتے کو آپ نے تو مجھے کوئی امید ہی نہیں دلائی۔ میں ہی بے وقوف تھی جو ایک ایسے انسان سے محبت کر بیٹھی جس کو یہ اندازہ ہی نہیں کہ کوئی اس کے لیے تڑپ رہا ہے۔"

آنسوؤں سے اس کی خوبصورت آنکھوں میں سجا کاجل پھیل چکا تھا۔

کاش کہ مجھے تھوڑا سا بھی اشارہ دیا ہوتا آپ نے تو فاریہ حیدر مرجاتی مگر کسی کو " بھی اپنے نام کے ساتھ آپ کے سوا کسی کا نام نہ جوڑنے دیتی۔ مگر اب کیا "کروں میں ؟ مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا آپ کی محبت نے۔

اس وقت وہ اپنی ہچکیاں روک رہی تھی ۔ گھٹن کا احساس بڑھتا جا رہا تھا کتنی خوش تھی وہ آج اس کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر مگر اب وہ مسکرا نہیں پا رہی تھی۔

مڈل کلاس طبقے کے چھوٹے لیکن خوبصورت گھر میں قدم رکھا جائے تو انس گھر میں آتے ساتھ ہی اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ وہ سب حیران تھے ان کو تو یہی لگا تھا کہ آج وہ اورہان کے ساتھ ہو گا اس کی خوشی کو سیلیبریٹ کرے گا مگر اورہان اور ان کی فیملی بھی مہرماہ کے گھر والوں سے اجازت لے کر چلی گئی ۔ اورہان بھی پریشان تھا لیکن کس وجہ سے یہ وہ نہیں جانتے تھے۔

وہ سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔ فریش ہو کر انس کی ماما چائے بنانے کچن میں آئی اتنی دیر میں دروازہ پر بیل ہوئی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو ماہ رخ کو پایا۔ اپنی بھانجی کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔

NOVEL HUT

"سرپرائز خالہ"

"خالہ قربان میری جان"

انہوں نے اسے گلے لگایا اور اس کو لیے اندر آئی ۔اس کا اور اپنی بہن کا حال احوال پوچھ کر وہ دوبارہ چائے بنانے گئی۔ وہ خالہ کے ساتھ ہی کچن میں آگئی۔

"خالہ پولیس والے نظر نہیں آرہے؟"

شریر مسکراہٹ سجائے پوچھا۔

"آج اس کے دوست کی شادی تھی جب سے آیا ہے کمرے میں بند ہے۔"

ہووو یہ تو بہت خوشی کی بات ہے مگر وہ کیوں کمرے میں گھسا پڑا ہے ۔ میں"

"ابھی اس کی خبر لیتی ہوں۔

وہ انس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ دروازہ ناک کیا تو کوئی جواب نہیں آیا لیکن وہ پھر بھی لبوں پر مسکراہٹ سجائے اندر آگئی۔ لیکن انس کو دیکھ کر اس کی ساری مسکراہٹ دم توڑ گئی۔ کیونکہ اے ایس پی انس مجتبیٰ اس وقت رو رہے تھے۔

NOVEL HUT

"انس کیا ہوا ؟ رو کیوں رہے ہو؟ "

وہ تو اس کو روتا دیکھ حواس باختہ ہو چکی تھی اس نے آج تک کبھی کسی مرد کو روتا نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت اپنے سامنے وہ اپنی محبت کو روتا دیکھ رہی تھی۔

"انس ہوش میں آو۔ کیوں رو رہے ہو؟"

اسے کسی انہونی کا خدشہ ہو رہا تھا۔ اور اس بار انس نے اس کی جانب دیکھا۔ اسے تو علم بھی نہیں ہوا تھا کہ کوئی اس کے کمرے میں آچکا ہے۔ شاید محبت کو کھو دینے کا خدشہ انسان کو سب بھلا دیتا ہے۔

"تم۔۔۔ تم یہاں کیسے آئی؟ میرا مطلب کب آئی؟"

جلدی جلدی آنسو پونچھے لیکن ماہ رخ کے دل کی دھڑکن کسی خدشہ کے تحت تیز ہو چکی تھی۔

"وہ سب چھوڑو مجھے بتاو رو کیوں رہے تھے؟"

"میں تو رو نہیں رہا تھا۔"

زبردستی چہرے پر مسکان لانے کی کوشش کی مگر ناکام ٹھہرا۔

میں نے خود دیکھا ہے تمہیں روتے ہوئے تمہاری آنکھوں کی سرخی اس بات کی"
"گواہ ہے۔اب تم مکر نہیں سکتے۔

انس کی آنکھیں پھر سے اشک بار ہو رہی تھی۔

"ماہ رخ ابھی چلی جاو میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"میں ایک انچ بھی نہیں ہلوں گی جب تک تم مجھے وجہ نہیں بتاو گے۔"

"کیا سننا چاہتی ہو؟"

"سچ"

"کیا فائدہ جب سچ تکلیف دہ ہو۔"

NOVEL HUT

وہ اذیت سے دوچار تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری تکلیف کم کر دوں ۔ ایک بار موقع تو دو۔"

"تو سنو ماہ رخ ، انس مجتبیٰ اپنی بزدلی کی وجہ سے اپنی محبت ہار بیٹھا۔"

"کو۔۔۔کون۔۔کونسی محبت؟"

اٹک اٹک کر سوال کیا جیسے سب لٹ جانے کا ڈر ہو۔

" انس مجتبیٰ کی پہلی اور آخری محبت فاریہ حیدر"

بلاخوف آج اپنے دل کی بات کا اقرار کیا۔ مگر کیا بھی تو کس کے سامنے جو یہ الفاظ سن کر ڈھیر ہو گئی۔

"کو۔۔کون ہے فاریہ؟"

"میرے دوست کی بہن۔"

"کیا اس کی شادی ہو گئی؟"

بہت امید سے سوال کیا کہ شاید اس کا جواب ہاں میں ملے۔

" نہیں"

اس بات پہ وہ حیران بھی ہوئی۔

"پھر کیسے کھو دیا اس کو؟"

NOVEL HUT

"اس کی منگنی طے ہو چکی ہے۔ اب میں مزید یہاں نہیں رہ سکتا میں اپنی پوسٹنگ کسی اور شہر میں کروا لوں گا۔ ہاں۔۔۔۔ بس اب میں اس کو نہیں دیکھوں گا۔"

"اتنی جلدی ہار مان جاو گے ؟"

ٹکڑے ٹکڑے خود کو جوڑ کر نہایت ہمت سے سوال پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

نا سمجھی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ انس اگر اس لڑکی سے اتنی محبت کرتے ہو تو اسے کسی اور کی دلہن بنتا دیکھ پاو گے۔"

"میں اس کے راستے میں نہیں آوں گا۔ میں اسے دکھ نہیں دوں گا۔"

"اگر وہ بھی تم سے محبت کرتی ہوئی تو کیا کرو گے؟"

اور یہ بات تو انس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی اگر وہ بھی اس سے محبت کرتی ہوئی تو یہ تو ان دونوں کے ساتھ زیادتی ہوگی اور اس سب کا قصوروار صرف وہ ہوگا۔

"اور اگر وہ مجھ سے محبت نہ کرتی ہوئی تو؟"

میں نے پوچھا انس مجتبیٰ اگر وہ لڑکی تمہیں تم سے زیادہ چاہتی ہوئی تو کیا کرو" "گے؟

"میں اسے پوری دنیا کے سامنے اپنی محرم بناوں گا۔"

"دیٹس لائک آ گڈ بوائے"

بڑے دل سے اس کو داد دی اور اگر انس اس وقت ماہ رخ کی دلی کیفیت جان جاتا تو اس کی دریا دلی پر رشک کرتا۔ کچھ لوگ ماہ رخ جیسے بھی ہوتے ہیں جو پورے دل سے انکار کو قبول کرتے ہیں اور اپنی پسند کو ان کی پسند کے ساتھ خوش رہنے کی دعا دیتے ہیں۔ کوئی شک نہیں تھا کہ ماہ رخ ایک خوبصورت دل کی مالک تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

عریش اس ہفتہ کافی مصروف تھا۔ ضروری کام کے سلسلے میں اسے شہر سے باہر جانا پڑ گیا تو جو کام وہ کرنا چاہتا تھا وہ تاخیر کا شکار ہو گیا۔

لیکن اب اس نے بات کرنا مناسب جانا۔ اس نے عماد کے نمبر پر کال کی ۔

اس وقت وہ اپنے وسیع اور نفیس آفس میں آرام دہ کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھا تھا ۔ نظر دیوار گیر شیشے سے باہر کی دنیا کی رونق پر جما رکھی تھی۔

عماد نے کال ریسیو کی اور فورا بول پڑا۔

"واہ بھئی عریش سلطان کو آج ہماری یاد کیسے آ گئی۔"

عماد خاصا خوشگوار موڈ میں تھا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے ۔ دوست کوئی بھولنے والے ہوتے ہیں بس مصروفیات اتنی تھی کہ وقت ہی نہیں مل سکا ۔ اسی لیے تمہاری کال کا بھی جواب نہیں دے پایا۔"

"مذاق کر رہا تھا یار مجھے معلوم ہے کہ تو مصروف ہوتا ہے اسے لیے تجھے تنگ نہیں کرتا۔"

"اور آج کل کیا چل رہا ہے؟"

"کچھ نہیں یار بس تمہاری بھابھی کی چھوٹی بہن کا نکاح تھا وہیں مصروف تھے۔"

اور عریش سلطان پر سکتہ طاری ہو چکا تھا۔

"کونسی بہن؟"

ایک امید کے تحت پوچھا کہ شاید وہ غلط سمجھ رہا ہے۔

" ایک ہی تو ہے اس کی لاڈلی بہن مہرماہ"

اور آسمان پورے وزن سے عریش سلطان کے سر پر گر پڑا۔ وہ جو بات عماد سے کرنا چاہتا تھا جس کے لیے اس نے فلحال اسے فون کیا تھا وہ تو کہیں دور پس منظر میں رہ گئی۔ یاد رہا تو بس اتنا کہ اب اس کے ساتھ کسی اور کا نام لگ گیا۔

تو کیا وہ قبول کر پائے گا اپنی محبت کو کسی دوسرے کا محرم دیکھنا؟ نہیں ۔۔۔۔ہر گز نہیں اس کے دل نے فوراً اسے نفی کی۔

اس نے تو آج تک جس چیز کی چاہت کی اس کو پا لیا تو وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی چاہت پر کسی دوسرے کا حق کیسے برداشت کر سکتا تھا۔

"اچھا عماد مجھے ایمرجنسی میٹنگ میں جانا ہے پھر بات ہو گی۔"

عریش کی آواز میں ایک عجیب سی بات تھی۔ اور عماد نے اس بدلاو کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اکثر اوقات اسے ہنگامی میٹنگز اٹینڈ کرنی ہوتی تھی یا اچانک کہیں جانا ہوتا تھا۔ وہ ایک سیاست دان تھا اس کی روٹین ایسی ہی تھی۔

فون بند کرنے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا۔ اسے اب مہرماہ سے بات کرنی تھی۔ اس نے مہرماہ کے نمبر پر کال ملائی۔ جو کہ ریسیو کر لی گئی۔

"مس مہرماہ شادی مبارک ہو۔"

لہجے کو حتی الامکان نارمل اور خوشگوار بنانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ٹھہرا۔ کیونکہ سیاست دانوں سے بڑا یقینا کوئی اداکار نہیں ہو سکتا۔

"خیر مبارک لیکن شادی نہیں نکاح ہوا ہے اور آپ کو کیسے علم ہوا؟"

اور کنفرم ہو گیا کہ ابھی صرف نکاح ہی ہوا ہے۔

عماد سے بات ہو رہی تھی تو اس نے بتایا کہ بھابھی کی بہن کے نکاح میں"

"مصروف تھا۔

"ٹھیک۔"

"آپ خوش ہیں اس نکاح سے؟"

سوچا کہ شاید وہ نہ بول دے اور اس کا کام آسان ہو جائے۔

"آپ کو یہ پوچھنے کا کوئی حق نہیں مسٹر عریش۔"

سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ یہ کیوں بھول گیا تھا کہ وہ کوئی عام لڑکی نہیں مہرماہ سرفراز ہے۔۔۔ جو کسی کو اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتی۔

"سوری مس مہرماہ یقینا آپ مائنڈ کر گئی ہیں۔"

"تو کیا میں غلط کر رہی ہوں؟"

"نہیں ہرگز نہیں آپ بالکل حق بجانب ہیں۔"

"آپ نے یقینا نکاح کی مبارک باد کے لیے فون کیا تھا۔"

"جی بالکل اسی لیے کیا تھا ایک بار پھر آپ کو نکاح مبارک ہو۔"

"شکریہ"

"ویسے نام کیا ہے اس کا؟"

"کس کا؟"

جان بوجھ کر انجان بنی ۔ کیونکہ وہ 'اس' کہہ کر اس کو غصہ دلا گیا۔

"جس کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ میرا مطلب ناکح"

کس ضبط سے عریش نے یہ الفاظ بولے یہ صرف وہ ہی جانتا تھا۔

" اورہان حیدر عظیم"

نہایت محبت اور اپنائیت سے یہ نام مہرماہ کے لبوں سے ادا ہوا جس پر وہ خود بھی شرما بیٹھی۔

لیکن دوسری جانب موجود عریش سلطان کے لیے یہ نام نیا نہیں تھا۔ تو کیا وہ عمارتیں کھڑی کرنے والا اپنی عمارت کے نیچے اس کو دفن کر چکا ہے ۔

کیا عریش سلطان ایک منجھا ہوا سیاست دان ایک عمارتیں بنانے والے سے ہار گیا؟

" اب میں فون رکھتا ہوں مس مہرماہ"

"اللہ حافظ اورہاں جزاک اللہ"

NOVEL HUT

"آپ کے لیے کچھ بھی"

یہ کہتے ساتھ اس نے فون رکھ دیا اب وہ ایک نئی نہج پر سوچ رہا تھا۔ اور مہرماہ اس کے آخری الفاظ کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھی۔

اتنی دیر میں مہرماہ کے فون پر بیل ہوئی۔ سکرین پر موجود نام دیکھ کر اس کے چہرے کو حسین مسکراہٹ نے آن گھیرا۔ پھر کال ریسیو کی۔

"مہرماہ"

آہ۔۔۔ آخر کیوں وہ اتنا حسین بولتا تھا کہ مہرماہ کو اپنا نام بے حد خوبصورت لگنے لگتا۔

"جی"

اس سے زیادہ وہ بول نہیں پائی۔

"مجھے یاد کیا؟"

"امم۔۔۔ کیا سننا چاہتے ہیں آپ؟"

"آپ جانتی ہیں مہرماہ"

"اس سے کیا ہو گا۔"

یہ جان کر کہ آپ نے مجھے یاد کیا مجھے اپنے آپ کو خوش نصیب لوگوں کی لسٹ" میں ڈالنے کا دل کرے گا ۔ میرے دل و دماغ پر حکومت کرنے والی میرے بارے میں سوچ رہی یہ چیز میری روح کو معطر کر دے گی۔ میرے دل کو قرار آ "جائے گا۔

"اور"

اور یہ کہ میرا دل چاہے گا اب جلدی سے دل و جان سے پیاری اپنی ملکہ کو اپنے" "روبرو دیکھ لوں۔

وہ ساحر تھا اور مہرماہ پر اپنا سحر بکھیر رہا تھا اور وہ مسحور ہوئے اس ساحر کا ایک ایک لفظ اپنے دل پر نقش کر رہی تھی۔

میں ویڈیو کال کروں مہرماہ مجھے آپ کو اپنے سامنے دیکھے کی شدت سے خواہش" "ہو رہی ہے۔

اجازت طلب کی جا رہی تھی۔ اور مہرماہ اس کو کیسے انکار کر دیتی جو اس کا محرم اس کا اپنا تھا۔

NOVEL HUT

"ہوں"

یہ لفظ سنتے ہی اسے مہرماہ کی اس دن والی بچگانہ انداز میں سرہلانے والی بات یاد آ گئی تو ایک جان دار مسکراہٹ نے اس کے عنابی ہونٹوں پر اپنا قبضہ جمایا۔

مہرماہ نے ویڈیو کال ریسیو کی۔

لیکن نگاہیں جھکا رکھی تھی۔ اوریان تو اس کو ہربار دیکھ کر نئے سرے سے قربان ہو جاتا تھا۔

جیسا کہ آج اس کو دیکھ کر پھر قربان ہو رہا تھا۔

بالوں کی فرنچ چوٹی بنائے جو دائیں کندھے پر آگے کی جانب ڈال رکھی تھی پنک دوپٹہ بائیں شانے پر ڈالے، سیاہ بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستی وہ جاذب نظر لگ رہی تھی۔ سب سے زیادہ تو وہ اس پینڈنٹ کو اس کی گردن میں سجا دیکھ کر خوش ہوا تھا جو اس نے نکاح کے بعد اس کو تحفے میں دیا تھا جس پر مہرماہ کا ایم اور اوریان کا اے ڈائمنڈز سے سجے ہوئے چمک رہے تھے درمیان میں ایک سرخ رنگ کا دل تھا جو ان حروف کو جوڑے ہوئے تھا۔

" شکریہ مہرماہ"

اس پر مہرماہ نے نگاہیں اٹھا کر اس کو دیکھا جو چہرے پر دنیا جہان کی رونق اور تازگی لیے اس کو تک رہا تھا۔

"کس لیے؟"

اورہان نے آنکھوں سے پینڈنٹ کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اپنی گردن کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو نرمی اور محبت سے اس پر پھیرا۔

"آپ نے دیا تھا کیسے نہ پہنتی؟"

معصومیت سے کہہ کر پھر نگاہیں جھکا لیں۔

"نہ کیا کریں مہرماہ"

"آپ بھی نہ کیا کریں"

جذبات میں آکر وہ جلدی سے بول بیٹھی۔

"کیا نہ کیا کروں؟"

وہ پریشان ہو گیا کہ کیا اس نے کچھ ایسا تو نہیں کر دیا جو مہرماہ کو ناگوار گزرا۔

"آپ ناں۔۔۔"

"ہاں میں۔۔۔ کیا نہ کیا کروں؟ بتائیں ناں مہرماہ"

"دیکھا پھر وہی کر رہے ہیں"

"کیا کیا میں نے؟"

اسے تو اپنی غلطی ہی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"آپ جب میرا نام لیتے ہیں تو مجھے اپنے نام سے محبت ہو جاتی ہے۔"

"تو اس میں کیا برائی ہے؟"

"مجھے صرف آپ سے محبت کرنی ہے اورہان اپنے نام سے بھی نہیں۔"

اور وہ اس کی بات اور اس کے لبوں سے اپنا نام سن کر سرشار ہو گیا۔ اس نے تو سوچا بھی نہیں تھی کہ مہرماہ اس کو اتنا پسند کرتی ہے اس کو اورہان پر اتنا اعتماد ہے اور وہ تو اس کے حق میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کرنا چاہتی۔

کیوں ہو اتنی پیاری ؟ کہ میں رب کے حضور شکر ادا کر کے نہیں تھکتا۔ جی" "چاہتا ہے آپ کے ملنے پر پوری عمر سجدہ شکر سے نہ اٹھو۔

"آپ کیوں ہے ایسے ساحر کہ آپ کی باتیں مجھے مسحور کر دیتی ہیں۔"

اور اس بات پر اسے فاریہ کی بات یاد آئی۔ تو وہ مسکرا اٹھا۔

"کیا ہوا؟"

"فاریہ کی بات یاد آئی بالکل سچ کہا تھا اس نے۔"

"کیا کہا تھا؟"

"یہی کہ آپ لاجواب کر دیتی ہیں۔"

اس خوبصورت دوپہر میں وہ دونوں ہنستے مسکراتے ایک دوسرے کو اپنی زندگی میں پا کر دل و جان سے اپنے رب کے شکر گزار تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اورہان اپنے آفس میں بیٹھا ضروری فائل دیکھ رہا تھا جب ٹیبل پر موجود انٹرکام بج اٹھا۔

سر کوئی میم ہیں اپنا نام زویا ابراہیم بتا رہی ہیں۔ وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ کی" "دوست ہیں اور انہیں آپ سے ملنے دیا جائے۔

دوست۔۔۔ہونہہ "زیر لب کہا۔"

"آنے دو انہیں"

ریسپشن پہ موجود زویا منتظر نظروں سے اس لڑکے کو دیکھ رہی تھی۔ اورہان کا پیغام سن کر اس لڑکے کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہو گیا۔ اور زویا جو اس کے ایک ایک ایکسپریشن کو دیکھ رہی تھی پہچان چکی تھی کہ اجازت مل گئی ہے۔

"دیکھا ناں، میں نے کہا تھا تم سے اب تمہاری چھٹی پکی۔"

مغرور انداز میں کہہ کر آگے بڑھی جیسے اس کے کمرے میں آتی جاتی رہی ہو۔ لیکن تھوڑا آگے جانے پر اسے یاد آیا کہ اسے تو معلوم ہی نہیں کہ اورہان کا روم کہاں ہے۔ پھر پلٹ کر واپس آئی۔

اگر نہیں چاہتے کہ تمہیں نوکری سے نکلواؤ تو مجھے اورہان کے روم تک چھوڑ کر" "آو۔

اس لڑکی کی مکاری اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

"چلیں میم"

ضبط کرتا وہ اسے لیے اورہان کے کمرے کی جانب آیا۔

NOVEL HUT

"میم یہ سر اورہان کا روم ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے چلو جاو اب شاباش۔"

وہ سر جھٹک کر واپس پلٹ گیا۔ اور منہ ہی منہ میں اس کو مختلف القابات سے نوازتا رہا۔

زویا نے ناک کیے بغیر ہی کمرے کا دروازہ کھولا۔ آج اس کا حلیہ ذرا مختلف تھا بلیو لانگ شرٹ کے ساتھ بلیو ٹائٹس پہنے دوپٹے سے بے نیاز، سفید جوگرز پہنے وہ اک ادا اور ناز نخرے سے چلتی اندر آرہی تھی۔

اورہان کو تو تپ چڑھ چکی تھی مطلب اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی کے روم میں کیسے آیا جاتا ہے۔ لیکن اب وہ اس کا موڈ خراب کرنے کا ارادہ کر کے بیٹھا تھا۔

"آئیں زویا بیٹھیں۔"

زویا تو غش کھا کر گرنے والی تھی کہ اس نے اتنی اپنائیت سے اسے بیٹھنے کی آفر کی۔

وہ اس کے سامنے والی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اورہان نے بولنا شروع کیا۔

"اوہ آئی گیس تو آپ مجھے نکاح کی مبارکباد دینے آئی ہیں۔"

زویا کو محسوس ہوا کہ اس نے غلط سن لیا۔

"کیا؟"

آپ کو یقینا مہرماہ نے بتا دیا ہو گا کہ میرا اور ان کا نکاح ہو چکا ہے۔ بائے دا"

"وے ابھی پرسوں کی ہی بات ہے۔

چہرے پہ تپا دینے والی مسکراہٹ سجائے ٹیبل پر دونوں ہاتھ جمائے وہ قدرے آگے ہو کر بیٹھا اس کا پیلا پڑتا چہرہ دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔

"نہیں مہرماہ نے تو مجھے نہیں بتایا۔"

شاک کے باعث اس سے یہی الفاظ ادا ہوئے۔ اور اب کہ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ چکی تھی۔

NOVEL HUT

اوہ پھر وہ بھول گئی ہوں گی۔ کیا ہے ناں میں بہت جلدی ان سے نکاح کا"

خواہشمند تھا اس لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ آخر کار محبت سے دور رہنا کافی مشکل کام ہے اس لیے جلد از جلد ان کو اپنا بنانا چاہتا تھا۔ تیاریوں میں انہیں

"وقت ہی نہیں ملا ہو گا اسی لیے وہ آپ کو انفارم کرنا بھول گئی۔

مہرماہ کے ذکر پر لہجے میں محبت سموئے اس وقت زویا کو وہ نہایت برا لگ رہا تھا اور اس کے اڑے رنگ دیکھ کر اورہان کو اس وقت بہت مزہ آ رہا تھا۔

"میں چلتی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے بیٹھے تو سہی آپ میری مہرماہ کی دوست ہیں ایسی چلی جائیں گی تو انہیں برا لگے گا اور مہرماہ کو کچھ برا لگے یہ تو میں برداشت نہیں کر سکتا ناں۔"

"نہیں اسے برا نہیں لگے گا۔"

افسوس اور غصے میں کہتی وہ جو پہلے ہی سیٹ سے اٹھ چکی تھی اب باہر جانے کے لیے قدم بڑھائے۔ اور لڑکھڑاتے قدموں سے رخ دروازہ کی جانب موڑا جیسے جوگرز نہیں بلکہ ہائی ہیلز پہن رکھی ہوں۔ اورہان نے سر جھٹکا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ یقینا اب وہ دوبارہ اس کے راستے میں نہیں آئے گی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

عریش اپنے آفس میں موجود تھا جب اس نے اصغر کو بلایا۔

"اصغر، فہد کو کال کر کے بتاؤ کہ مجھے اس سے ملنا ہے۔"

"جی ٹھیک ہے سر"

اصغر وہیں کھڑا رہا تو عریش نے آئی برو اچکا کر اسے دیکھا۔

"کوئی کام ہے؟"

"وہ سر میری بیٹی بہت بیمار ہے اس کے علاج کے لیے رقم درکار ہے۔"

قدرے ہچکچا کر بتایا۔ چہرے پر پریشانی دکھائی دے رہی تھی۔

"کتنی رقم چاہیے؟"

" سر چار لاکھ مانگ رہے ہیں۔"

عریش نے فوری طور پر چیک پر مطلوبہ رقم درج کی اور سائن کر کے اس کے حوالے کیا۔

"ٹھیک ہو جائے گی فکر نہیں کرو۔"

"شکریہ سر۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔"

"فہد کو مجھ سے ملنے کی اطلاع دو۔ مجھے اس سے فورا ملنا ہے۔"

"جو آپ کا حکم سر"

اس نے اپنے سر کے حکم کو پورا کرنے کی غرض سے پھرتی سے فہد کو کال ملائی۔ اصغر صرف عریش کا ڈرائیور ہی نہیں اس کا وفادار، اس کا سیکرٹری اور اس کے ہر کام میں اس کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ مگر یہ بات فہد اور عریش کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ دنیا کی نظروں میں وہ صرف عریش کا ایک معمولی سا ڈرائیور تھا۔

"فہد صاحب، سر عریش آپ سے ابھی ملنا چاہتے ہیں۔"

وہ پرسکون سا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا جب اسے عریش کا پیغام موصول ہوا۔

"خیریت تو ہے؟"

یہ تو سر ہی آپ کو بتا سکتے ہیں۔ مجھے انہوں نے آپ تک ان کا پیغام پہنچانے کا" "کہا ہے۔

"ٹھیک ہے میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ فورا اٹھا۔ اس وقت سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے مگر اس کی کزن لان میں موجود تھی۔ اس کے دماغ میں ایک شرارت آئی مگر

فلحال وہ عریش سے ملنے جا رہا تھا اس لیے پھر کسی وقت کے لیے سوچ کر وہ گاڑی میں آکر بیٹھا۔ اور گاڑی گیٹ سے باہر لے گیا تو اس کی کزن نے سکون کا سانس خارج کیا۔ اسے لگا تھا کہ فہد کوئی بیہودہ حرکت کرے گا مگر اب اسے تھوڑی تسلی ہوئی۔ تو وہ اپنے کمرے کی جانب آگئی۔

فہد، عریش کے آفس آیا اور اس کے کمرے کی جانب بڑھا۔ کسی نے اس کو نہیں روکا کیونکہ وہ عریش کا خاص آدمی تھا۔

دروازہ ناک کر کے وہ کمرے کے اندر داخل ہوا تو عریش کو چھت کو گھورتے پایا۔

اس نے گلا کھنکھار کے متوجہ کرنا چاہا تو وہ پھر بھی چھت کو ہی گھور رہا تھا۔ اس نے ٹیبل پر دو تین بار ہاتھ مار کر ساتھ اس کو پکار کر مخاطب کیا تو وہ اپنے خیالات سے جاگا۔

"تم کب آئے؟"

بغیر چونکے عام سے لہجے میں پوچھا۔

"جب تم کسی کے خیالات میں گم تھے۔"

اس نے عریش کو چھیڑنا چاہا حالانکہ جانتا بھی تھا کہ عریش عورتوں کے بارے میں بات نہیں کرتا۔

" شٹ اپ"

"اوکے اوکے"

اس نے ہاتھ کھڑے کیے جیسے سرینڈر کیا گیا ہو۔

"کہو کیا کام تھا؟"

"کسی کو تباہ کرنا ہے۔"

ایک عزم کے ساتھ جلتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"واو، کون ہے وہ بد قسمت جسے عریش سلطان تباہ کرنا چاہتا ہے۔"

فہد تو یہ جان سے بہت ایکسائیٹڈ ہوا۔ آخر یہ اس کا پسندیدہ کام جو تھا۔

"بتاوں گا ابھی وقت نہیں ہے۔ بس جتنا کہوں اتنا کرو۔"

" اوکے باس"

NOVEL HUT

عریش نے اسے تفصیلات سے آگاہ کیا تو فہد واپس چلا گیا۔ پیچھے اس کے دماغ میں صرف ایک ہی چیز چل رہی تھی اور وہ اپنے منہ میں ایک ہی بات بڑبڑا رہا تھا۔

"مہرماہ صرف عریش کی ہے۔"

نہ جانے قسمت میں کیا لکھا تھا اور تقدیر کیا کھیل کھیلنے جا رہی تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مہرماہ نے نکاح کے لیے ایک ہفتے کی لیو لے رکھی تھی نکاح سے دو روز پہلے ہی اس نے یونیورسٹی جانا چھوڑ دیا تھا۔ آج ایک ہفتے بعد وہ یونیورسٹی گئی تو سب نے اس کو نکاح کی مبارکباد دی اور وہ سب سے مسکرا کر مل رہی تھی۔ جب وہ کلاس میں داخل ہوئی تو سب سٹوڈنٹس نے بھی اپنی پیاری اور قابل عزت ٹیچر کو مبارک باد دی جس پر اس نے خوشی سے ان کی مبارکباد قبول کی۔ مہرماہ اور فاریہ دونوں نے ہی اپنے رشتے کو واضح نہیں کیا تھا۔ کیونکہ کچھ سٹوڈنٹس کی سائیکی ہوتی ہے انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر کوئی طالب علم کسی ٹیچر کا رشتہ دار یا جاننے والا ہے تو وہ اس کو فیور دے گا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کے

رشتے کو بنیاد بنا کر سٹوڈنٹ ان سے بدزن ہوتے۔ ایسے میں دونوں کے لیے مسائل پیدا ہو سکتے تھے۔ اس لیے اس بات کو فلحال نہ بتانا ہی مناسب سمجھا۔

فاریہ بہت خوش تھی اور اس کو یک ٹک دیکھ رہی تھی اس کی پیاری بھابھی گرین عبایا پر بلیک حجاب اوڑھے بے حد حسین لگ رہی تھی۔ فاریہ کو دیکھ کر اسے ایک نیا ہی احساس ہوا اب وہ صرف اس کی ٹیچر اور مہرو آپی نہیں بلکہ اس کی بھابھی بن چکی تھی۔ مہرماہ اور فاریہ کی نظریں ملی تو دونوں کے چہروں پہ انجانی سے خوشی چھا گئی۔

امل اپنی مہرماہ میم کی خوشی میں بہت خوش تھی۔ اس نے مہرماہ کو الگ سے مل کر مبارکباد دینے کا بھی سوچا۔ ابھی وہ فاریہ کے ساتھ بیٹھی مہرماہ کو فاریہ ہی کی طرح یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ جس کے چہرے پہ آج معمول سے زیادہ گلابی پن تھا۔ بلش کرتی ہوئی وہ بہت معصوم دکھ رہی تھی۔

ہلکا پھلکا سا لیکچر دیا گیا اور پھر مہرماہ کلاس کو اللہ حافظ کہہ کر باہر چلی گئی۔ امل اس کے پیچھے بھاگی۔

"مہرماہ میم"

مہرماہ رک چکی تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ اب مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ تھی۔

"میم میں بہت خوش ہوں آپ کے لیے۔ بہت بہت مبارک ہو۔"

چہکتی آواز میں امل نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

"بہت شکریہ بیٹا"

"میم کیا میں آپ کو ہگ کر سکتی ہوں؟"

معصوم سی خواہش کا اظہار کیا۔

"وائے ناٹ بیٹا۔"

امل فوراً سے پہلے مہرماہ کے گلے لگی۔ بہت عرصہ بعد کسی کے گلے لگ کر اس کے اندر سکون اتر گیا۔ جب وہ پیچھے ہٹی تو اس کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔

"کیا ہوا بیٹا؟"

"کچھ نہیں میم، مجھے آپ کا شکریہ بھی ادا کرنا تھا۔"

"شکریہ کس بات کا؟"

ناسمجھی سے امل کو دیکھ کر استفسار کیا۔

"میم اس دن کے بعد انہوں نے مجھے دوبارہ تنگ نہیں کیا۔ مجھے لگتا اب سب ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے امل لیکن آپ کو پھر بھی مکمل احتیاط کرنی ہے نا صرف اپنے کزن کی طرف سے بلکہ ہر نامحرم سے خود کو بچا کر رکھنا ہے۔"

"جیسا آپ کہہ رہی ہیں میں ویسے ہی کروں گی میم۔ بس سب نارمل ہو جائے۔"

"ان شاء اللہ امل سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ نے اللہ پاک سے رابطہ قائم رکھنا ہے۔ اور کبھی بھی نا امید نہیں ہونا۔"

"میم مجھے اللہ سے مانگ کر اب بہت سکون ملتا ہے۔ اب میں نے اس سے دوبارہ مانگنا شروع کر دیا ہے۔"

"اچھی بات ہے بیٹا۔ آپ اس سے مانگ کر کبھی مایوس نہیں ہونگی۔ اب میری اگلی کلاس کا وقت ہے اس لیے میں چلتی ہوں آپ اپنا خیال رکھنا۔"

"میم آپ بھی اپنا بہت سارا خیال رکھا کریں۔"

NOVEL HUT

اور وہ امل کی فکر اور خواہش پر کھلے دل سے مسکرائی۔

چھٹی کے وقت جب وہ باہر نکلی تو فاریہ کو اپنی گاڑی کے پاس ہی کھڑا دیکھا۔ ادھر اس وقت رش نہ ہونے کے برابر تھا۔

"فری"

مہرو بھابھی میں بہت ایکسائیٹڈ تھی آپ کو دوبارہ دیکھنے کے لیے۔ میری بھابھی" "بن کر تو آپ بہت بلش کر رہی ہیں۔

مہرماہ نے شرم سے سر جھکا لیا۔ اوربان جو آج سپیشلی مہرماہ کو دیکھنے کے لیے ہی آیا تھا فاریہ کو پک کرنا تو ایک بہانہ تھا۔ وہ مسکراتا ہوا مطلوبہ جگہ تک آیا تو اس کو یوں شرماتا دیکھ کر ہی اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"بھائی آ گئے۔"

فاریہ جو اوربان کو دیکھ چکی تھی اطلاع دینا مناسب جانا۔ مہرماہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر دیکھا تو بھوری آنکھیں اپنے دل کی سلطنت پر قبضہ کرنے والے بادشاہ پر جا ٹھہری۔ اور وہ تو اپنی ملکہ کا دیدار کرنے کے لیے اس کے روبرو کھڑا پوری شان سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

NOVEL HUT

"آپ"

شرمیلے پن کے ساتھ اس سے پوچھا یا جانے اس کو بتایا گیا۔

"جی میں"

فورا سے اورہان کا جواب آیا۔ فاریہ تو ان کو ایک دوسرے کی جانب دیکھتا پا کر بمشکل ہنسی روکے ہوئے تھی۔

"میرا مطلب آپ کب آئے۔"

"فری بیٹا آپ گاڑی میں جا کر بیٹھو۔"

"پر بھائی ابھی مجھے بھابھی سے بات کرنی تھی آپ تھوڑی دیر بعد آجاتے۔"

اس نے منہ بسور کر جواب دیا۔ ابھی تو وہ مہرماہ سے بات کرنے والی تھی۔

گڑیا آپ کو تو روز بھابھی کو دیکھنا نصیب ہو گا مجھ بیچارے پر تھوڑا ترس "کھاو۔

اورہان نے معصومیت سے اپنا مدعا بیان کیا۔ فاریہ اس کی بات کو سمجھتی خاصا محظوظ ہوتی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

"میں اس وقت آیا تھا جب آپ شرما رہی تھی۔"

وہ جی جان سے مہرماہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں کب شرمائی؟"

حیرت سے اس کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ اسے حقیقتاً نہیں معلوم تھا کہ اورہان کے ذکر پر وہ شرما رہی تھی۔

دور سے دیکھنے والوں کو یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ گویا روٹین کی کوئی بات چل رہی ہے۔ وہ دونوں فاصلے پر کھڑے تھے۔

"جب آپ بلش کر رہی تھی۔"

اس بات پر اس کے گال مزید سرخ ہو چکے تھے۔

NOVEL HUT

" اورہان آپ"

قدرے ناراضی سے اس کو مخاطب کیا اور خاموش ہو گئی۔

"بات کو ادھورا تو نہ چھوڑیں مہرماہ۔"

"آپ کیا اتنے غور سے دیکھتے ہیں جو فوراً پہچان جاتے ہیں۔"

"نہیں"

"پھر"

جانتی ہیں نکاح سے پہلے کبھی آپ کو جی بھر کر نہیں دیکھ پاتا تھا مگر پھر بھی آپ" کو جان جاتا تھا۔ آپ کی پسند، ناپسند کا علم ہو چکا تھا نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے جو میرے دل کو آپ کے دل کی بات بتا دیتی ہے۔ مگر آپ کو پانے سے پہلے بھی آپ کا اورہان ہمیشہ آپ کا رہا ہے اور ہمیشہ آپ کا ہی رہے گا۔ اور اب تو نکاح " ہو چکا ہے اب تو آپ کو غور سے بھی دیکھ سکتا ہوں۔ کیا نہیں دیکھ سکتا؟

اپنے دل کا حال بتائے کر آخر میں شرارتا سوال پوچھا۔

"بالکل دیکھ سکتے ہیں۔"

جلدی جلدی میں دل کی بات زبان سے پھسل گئی تو اس نے دانتوں میں لب دبا لیے۔ اور اس بے اختیاری پر اورہان کے لبوں نے مسکراہٹ کو رکنے سے منع کر دیا۔ وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

"کسی نے آپ کو بتایا کہ آپ کی مسکراہٹ کسی کا بھی دل لوٹ سکتی ہے۔"

مہرماہ اس کو مسکراتا دیکھ وہیں تھم چکی تھی۔

یقین جانیں مہرماہ پوری دنیا بھی کہہ دیتی کہ اورہان تمہاری مسکراہٹ پیاری ہے" تو کبھی اتنا اچھا محسوس نہ ہوتا جتنا آپ کے تعریفی الفاظ پہ ہو رہا ہے۔ اور ایک بات اور مہرماہ مجھے صرف آپ کا ساتھ چاہیے کسی کے کہنے سے اورہان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

دونوں باتوں میں مصروف تھے۔ اسی وقت وائٹ اوڈی میں آیا جائے تو فری جو اندر بیٹھی ان کو دیکھ رہی تھی کیونکہ آوازیں تو بہت ہلکی تھی اچانک موبائل پہ ہوتی بیل کی طرف متوجہ ہوئی۔ رنگ ٹون مختلف تھی اس لیے وہ جان چکی تھی کہ اورہان موبائل گاڑی میں ہی بھول گیا ہے۔ اس کی نظر فورا ڈیش بورڈ پر گئی جہاں اے ایس پی کالنگ لکھا آرہا تھا۔

انس کے رینک سے تو وہ بھی واقف تھی مگر یہ نہیں جانتی تھی کہ اورہان نے انس کا نمبر کس نام سے فون میں سیو کیا ہے۔ نہ جانے کیسے بے اختیاری میں ہی وہ یس کر کے فون کان کو لگا گئی ۔ ورنہ کبھی اس نے کسی کے فون پر آتی کال ریسیو نہیں کی تھی۔ کیونکہ اس کے نزدیک یہ مینرز کے خلاف تھا۔

"کیا حال ہیں جناب کے؟"

ہنستی ہوئی آواز آئی تھی جس کو پہچاننے میں فاریہ کو ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا۔

"حال"

اس کی زبان سے فقط اتنا ہی ادا ہوا تھا۔

"فاریہ"

اس طرح پہچانے اور پکارے جانے پر فاریہ کے دل کی دھڑکن مدھم ہو گئی۔انس سیدھا ہو کر بیٹھ چکا تھا۔ کیا اسے فاریہ سے اپنے دل کا حال کہہ دینا چاہیے؟

لیکن اگر اس کی نظروں میں یہ کہہ کر میں نے اپنا مقام کھو دیا؟

نہیں۔۔۔ میں فاریہ کی نظروں میں کبھی خود کو گرنے نہیں دے سکتا۔ نہ جانے" میں اس کے لیے کس مقام پر ہوں مگر جس پر بھی ہوں اس سے نیچے نہیں آنا "چاہتا۔

اپنے دماغ میں یہ بات سوچتے ہوئے اس نے اس موضوع پر بات نہ کرنے کو ہی ترجیح دی۔

"جی"

وہیں فاریہ اس امید میں تھی کہ شاید وہ اب کچھ بول دے۔ لیکن وہ ڈرا ہوا اس سے بات کرنے سے بھی اجتناب برت رہا تھا۔

"وہ مجھے اورہان سے بات کرنی تھی وہ کہاں پر ہے؟"

فاریہ کا دل ایک بار پھر سے ٹوٹ چکا تھا۔

"انہوں نے تو ایک بار میرا حال تک پوچھنے کی بھی زحمت نہیں کی۔"

دل ہی دل میں سوچتے اس کی آنکھیں اشک بار ہو چکی تھی۔

میرے پاس سے جو گزرا میرا حال تک نہ پوچھا
میں کیسے مان جاوں کہ وہ دور جا کے رویا؟

"بھائی اس وقت باہر ہیں ان کا فون گاڑی میں رہ گیا تھا۔"

NOVEL HUT

بمشکل خود کو رونے سے باز رکھتے جواب دیا لیکن انس کو اس کی آواز میں بھیگا پن محسوس ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے میں بعد میں کال کر لوں گا۔"

اور انس نے بھاری دل کے ساتھ فون رکھ دیا۔

فاریہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر بے مول ہوا۔ کال کٹ چکی تھی اور وہ غائب دماغی سے فون کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ ہے تمہاری وقعت ان کی نظر میں فاریہ۔"

خود کو جواب دیتی وہ اذیت کا شکار ہو چکی تھی۔

اورہان مہرماہ کو خدا حافظ کہتا گاڑی میں آیا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اس کا دھیان اس وقت مہرماہ کی جانب تھا اس لیے اس کی توجہ فاریہ کی سرخ ہوتی آنکھوں پر نہ گئی۔

وہیں انس مجتبیٰ آج پھر اپنی بزدلی پر خود کو کوس رہا تھا۔

"میں نے تو ایک بار بھی اس کا حال جاننے کی کوشش نہیں کی۔"

انس مجتبیٰ نے اپنی بزدلی میں اس معصوم لڑکی کی ہنسی کو آنسوؤں میں تبدیل کر دیا تھا۔

تیرے پاس سے جو گزرا تو جنوں میں تھے فراز

جب دور جا کے سوچا تو زار زار روئے

اورہان اپنے آفس میں بیٹھا ایاز سے میٹنگ کی بابت استفسار کر رہا تھا جب ریسیپشن سے کال آئی جس میں فہد کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ اس نے فہد کو اندر بھیجنے کا کہا۔

فہد اندر آیا تو اس کا چہرہ مسکراتا ہوا تھا۔

"خیریت تو ہے فہد؟"

کیونکہ وہ ایسے ہی منہ اٹھا کر تو اس کے آفس نہیں آسکتا تھا۔

"ہاں سر سب خیریت ہے بلکہ ایک خوشی کی خبر لایا ہوں۔"

اس بات پر اورہان اور ایاز کی نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"بیٹھو اور کہو۔"

ساتھ ہی انٹرکام اٹھا کر کافی کا آرڈر دینے لگا تو فہد نے منع کر دیا۔

"سر کافی نہیں مٹھائی منگوائیں۔"

خوشگوار موڈ میں کہا۔

"تم بات بتاو پھر مٹھائی بھی آجائے گی۔"

اورہان کو اب سخت الجھن ہو رہی تھی اسے اب جا کر یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس کی سسپینس ڈالنے والی عادت کتنی بری ہے۔ آج اسے انس کی کیفیت سمجھ میں آئی۔

سابق ایم ان اے ولید نعمان پھر سے ڈٹ کر سامنے آنا چاہتا ہے اور اب" اپنی کھوئی ساخت کو دوبارہ پانے اور اپنی ریپیوٹیشن ٹھیک کرنے کے لیے ایک ہسپتال بنوانا چاہتا ہے۔ تاکہ اپنی پچھلی غلطیوں کا ازالہ کر سکے۔ اور اس کام کے لیے انہوں نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ عریش سلطان کی فیکٹری سے وہ کافی امپریس ہوا ہے اور وہ اسی آرکیٹیکٹ سے اپنا ہسپتال بنوانا چاہتا تھا تو میں

نے آپ کے بارے میں بتایا دیا۔ آپ بتا دیں کب فارغ ہوں گے تاکہ میں آپ دونوں کی ملاقات کا وقت مینج کر سکوں۔"

یہ بات سن کر اورہان واقعی بہت خوش ہوا۔ بڑے پراجیکٹ اس کو ہمیشہ خوشی دیتے تھے۔

"یہ تو واقعی بہت اچھی خبر ہے۔ ایاز جاو مٹھائی کا انتظام کرو اور فہد کو لا کر دو۔ اور فری ٹائم بتا دو مجھے کہ کس دن میٹنگ نہیں ہے تاکہ میں ولید نعمان سے مل کر ان کا پراجیکٹ شروع کر سکوں۔"

فہد کے چہرے پہ اس وقت بلا کی خوشی تھی۔ عریش کا کہا گیا پہلا کام اس نے بخوبی سرانجام دے دیا تھا۔ یقینا اس کو بھاری انعام سے نوازا جائے گا جب وہ اپنا کام مکمل کر دے گا۔

ایاز نے اس کے سامنے مٹھائی رکھی تو اس نے دل کھول کر ہاتھ صاف کیا۔

ایاز نے اسے اورہان کا شیڈول چیک کر کے فری ٹائم کا بتا دیا تھا اور وہ مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔

NOVEL HUT

آفس سے باہر نکل کر اس کے چہرے پہ مکروہ مسکراہٹ آئی اور اس نے سب سے پہلے عریش کو کال ملائی۔ جو فورا ریسیو کرلی گئی جیسے اسی کال کا انتظار ہو۔

"باس آپ کا کام ہو گیا۔"

دوسری جانب موجود عریش نے گہرا سانس بھرا۔

"ویل ڈن"

عریش نے اسے اگلا لائحہ عمل بتایا اور پرسکون سا آنکھیں موند گیا۔

جنگ شروع ہو چکی تھی اور اس جنگ میں کس کی جیت اور کس کی ہار ہونی تھی یہ تو وقت نے ہی بتانا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اورہان کی میٹنگ ولید نعمان کے ساتھ طے کر دی گئی تھی جس پر اس نے جو نقشہ سیمپل کے طور پر پیش کیا تھا ولید نعمان کو وہ نقشہ اس حد تک پسند آیا کہ وہ اسی نقشے کے تحت ہسپتال بنوانا چاہتا تھا۔

لیکن ولید سر میں آپ کو اس سے ملتے جلتے نقشے پر ہی ہسپتال بنا کر دوں گا۔ یہ"
"میں نے اپنے ہسپتال کے لیے بنایا تھا۔

اورہان الجھن کا شکار ہو رہا تھا وہ اس کو سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا مگر وہ بھی اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ اورہان تو اس کو ہسپتال کا ڈیزائن سمجھانے کی غرض سے اپنے ہسپتال کا نقشہ استعمال کیا تھا۔ جس پر وہ جلد از جلد کام شروع کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس کے پاس ڈیزائن بھی موجود تھا اور اس نے سارا میٹیریل بھی منگوا رکھا تھا۔

آپ تو آرکیٹیکٹ ہیں بہت آسانی سے نیا نقشہ بنا لیں گے مگر مجھے ابھی جلد از جلد"
یہ ہسپتال بنوانا ہے کیونکہ الیکشن سے پہلے میں اس ہسپتال کو کھڑا دیکھنا چاہتا
"ہوں۔ یہ میری ریپوٹیشن کا سوال ہے۔ میں ایک اچھا کم بیک کرنا چاہتا ہوں۔

"وہ سب ٹھیک ہے لیکن آپ کو تھوڑا انتظار کر لینا چاہیے۔"

وہ اسے سمجھانے کی کوشش میں تھا۔

دیکھیں میں آپ کو ڈبل پے منٹ کروں گا لیکن مجھے دو ماہ کے اندر اندر اس کا"
"انفراسٹرکچر بنا دیں۔

ولید نعمان نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

"آپ کو نہیں لگتا آپ کافی جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔"

تعجب سے سوال پوچھا۔

نہیں میرا نہیں خیال۔ آپ کے پچھلے پراجیکٹس دیکھ کر میں باآسانی آپ سے یہ"
"کام بہت جلد مکمل کرنے کی امید کر سکتا ہوں۔

ولید نعمان اس کے کام سے بہت زیادہ امپریس دکھائی دے رہا تھا۔ جس پر اورہان کو بھی حیرت تھی کہ آخر اسے اس پر اتنا یقین کس وجہ سے ہے۔

"ٹھیک ہے دو ماہ سے پہلے آپ کو انفراسٹرکچر تیار ملے گا۔"

"مجھے آپ سے یہی امید تھی۔"

NOVEL HUT

اس سارے میں فہد خاموش تماشائی کی طرح وہاں موجود تھا۔ کیونکہ جتنی برین واشنگ اس نے ولید نعمان کی کرنی تھی وہ کر چکا تھا۔ اس نے اسے پختہ یقین دہانی کی تھی کہ اورہان کو ہی یہ پراجیکٹ ملنا چاہیے ورنہ سیاست دان اتنی جلدی کسی پر بھروسہ کر کے انہیں کام نہیں سونپتے مگر عریش کے آرڈر کے مطابق اسے جلد از جلد سب کرنا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بھی برداشت کرنے کا متحمل نہیں تھا۔

سیاست دانوں کی چال بازیاں سیاست دان سمجھ جاتے ہیں مگر شاید ولید نعمان ان شاطر لوگوں میں شامل نہیں تھا۔ اسی لیے تو وہ ایک اچھا سیاست دان نہیں بن سکا تھا۔

ڈیل طے ہو گئی اور اوربان نے فوراً سے اس پراجیکٹ پر کام شروع کر دیا۔ اب اسے جلد از جلد اس کو تیار کرنا تھا لیکن بغیر غلطی کیے۔ کیونکہ یہ ریپیوٹیشن سے زیادہ لوگوں کی جانوں کا سوال تھا اور وہ اس میں کسی غلطی اور کمی بیشی کی گنجائش نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

وقت نے رفتار پکڑی ہوئی تھی اور بنا رکے کسی کی خوشی پہ جھومے اور غم پہ روئے بغیر گزرتا ہی جا رہا تھا۔ کیونکہ وقت کبھی نہیں رکتا یہ جاتے جاتے کسی کو سکھ دے جاتا ہے تو کسی کو اذیت سے ہمکنار کر جاتا ہے۔ اس وقت نے بہت کچھ بدل کر رکھ دیا تھا۔ اوربان نے ولید نعمان کے پراجیکٹ کا انفراسٹرکچر تیار کر دیا تھا اور وہ اس میں بزی ہونے کے باوجود بھی مہرماہ کو نہیں بھلا پاتا تھا۔ اس عرصے میں مہرماہ اس سے کافی اٹیچ ہو چکی تھی اب وہ اپنی روٹین بھی اس کے

ساتھ شئیر کیا کرتی تھی۔ ان دونوں میں ہچکچاہٹ تقریبا ختم ہو چکی تھی اب دونوں ایک دوسرے سے فرینک ہو چکے تھے۔ اور ایک دوسرے کو سمجھنے لگے تھے۔ کبھی کبھار فاریہ کو لینے کے بہانے وہ مہرماہ کو دیکھنے چلا آتا تھا۔ جس پر وہ ہمیشہ کی طرح شرما جاتی تھی مگر پھر بھی مانتی نہیں تھی۔

انس بھی اپنی ڈیوٹی میں مصروف تھا۔ لیکن فاریہ کا خیال پل پل اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اسے علم ہو چکا تھا کہ اورہان کے ولیمہ والے روز فاریہ کی منگنی کی ڈیٹ فکس ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی تک وہ فاریہ کو اپنے دل کے حالت سے آگاہ نہیں کر پایا تھا۔ اس نے رب سے التجا کی تھی کہ وہ کوئی حل نکال دے کسی طرح فاریہ کی منگنی رک جائے۔ ایک امید تھی جو انس کو اپنے رب سے تھی اور رب ہی تو ہے جو ہر امید کو پورا کرتا ہے وہ بھی بغیر احسان جتائے۔

امل شہریار اب اللہ کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ اب اس نے نمازیں پڑھنا شروع کر دی تھی۔ اس دورانیے میں اس کا کزن گھر کم ہی ہوتا تھا اور جتنی دیر وہ گھر ہوتا امل کمرے سے باہر نہیں آتی تھی۔ اگر کسی مسئلہ کی اسے سمجھ نہیں آتی تو وہ مہرماہ سے راہنمائی لے لیتی تھی۔ اس کی مہرماہ کے ساتھ کافی دوستی ہو

گئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اب ٹیچر سٹوڈنٹ سے زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ اسلام ایسا ہی تو ہے جو دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت ڈال دیتا ہے۔ انجان لوگ بھی اپنے محسوس ہوتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہی دلوں میں محبت ڈالنے پر قادر ہے اسی نے ان دونوں کے دلوں میں بھی ایک دوسرے کے لیے محبت ڈال دی تھی۔

دن یوں ہی گزرتے گئے اور آخر وہ دن بھی آ ہی گیا جس کا اورہان کو نہایت شدت سے انتظار تھا۔ آج اس کی دلی مراد پوری ہونے والی تھی۔ اس کی مہرماہ آج اس کے پاس آنے والی تھی۔ وہ بے تحاشا خوش اور نئی زندگی کے لیے پرامید تھا۔

آج پھر سے سرفراز ولا کو سجایا گیا تھا مگر اس بار سارا ارینجمنٹ ریڈ اور گولڈن تھا۔ کیونکہ دلہن صاحبہ ریڈ اور گولڈن لہنگے میں ملبوس اپنے دلہے کا انتظار کر رہی تھی۔ بلڈ ریڈ کلر کا لہنگا پہنے جس پر بے حد خوبصورت گولڈن کلر کا لائٹ سا کام تھا۔ اس کا لہنگا ہیوی نہیں تھا مگر لائٹ ہونے کے باوجود وہ اپنی چمک اور نفاست سے دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر میں پسند آجاتا۔

آج ریڈ میک اپ کیے وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت دکھ رہی تھی اس نے کبھی ریڈ کلر کا استعمال نہیں کیا تھا نہ کپڑوں میں نہ ہی میک اپ میں کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ وہ اپنی رخصتی پر ہی یہ رنگ پہنے۔

آج اس کو دیکھ کر ہر ایک نے ماشاء اللہ کہا۔ جب وہ پارلر میں تیار ہوئی تو وہاں موجود دوسرے دلہنوں نے بھی اس کو خوب سراہا۔ وہ سر پر گولڈن حجاب اوڑھے، بھاری سرخ دوپٹے کو اچھی طرح سے سیٹ کیے، ہاتھوں پر اورہان کے نام کی مہندی لگائے، کلائیوں میں سرخ چوڑیاں پہنے دنیا کی سب سے پیاری دلہن لگ رہی تھی۔ حجاب نے اس کے چہرے پر ایسی معصومیت دی تھی کہ ہر دیکھنے والا جو اس کے کمرے میں آکر اس کو دیکھ رہا تھا آج اس کی قسمت پر رشک کر رہا تھا۔ کیونکہ اس نے جو چیز اپنائی اس پر ثابت قدم رہی تھی۔ اس نے اپنی شادی پر بھی حجاب کو خود سے دور نہیں ہونے دیا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ وہ نقاب نہیں کرتی لیکن جتنا وہ کرتی تھی وہ اس پر ثابت قدم رہی تھی۔ اور جو لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ اس کی بے جا ضد کی وجہ سے کوئی اچھا لڑکا اس سے شادی نہیں کرے گا آج ان کی زبانیں بند ہو چکی تھی۔ کیونکہ اسلام پر

ڈٹ کر رہنے والی شہزادی کو آج اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے والا شہزادہ لینے آرہا تھا۔ اس نے اپنے بابا سے کہہ کر فوٹو گرافر کو بلانے سے بھی منع کر دیا تھا۔ چند ایک تصاویر مریم آپی نے ہی کلک کر دی تھی اور اسے مریم آپی کی فوٹوگرافی سکلز پر پورا بھروسہ تھا۔ ان لمحات کو مریم آپی نے ہی قید کرنی کی ذمہ داری نبھائی۔

اور پھر بغیر کسی ڈھول اور فائرنگ کے اورہان بارات لے کر سرفراز ولا آیا۔ اس کی وائٹ اوڈی سب سے پہلے سرفراز ولا میں داخل ہوئی۔ پیچھے گاڑیوں کی قطار تھی۔ اس کی فیملی اس کے ساتھ اسی کی گاڑی میں موجود تھی۔ اس سے پیچھے والی کار انس کی تھی جس میں وہ اپنی فیملی کے ہمراہ موجود تھا۔

کالی شیروانی پہنے، سرخ پگڑی سر پر رکھے جس میں سے تھوڑے سے بھورے گھنگھریالے بال بھی نظر آرہے تھے۔ کالے لوفرز پہنے ہاتھوں میں قیمتی رسٹ واچ پہنے اور خود پر پرفیوم سپرے کیے وہ ایک عالیشان بادشاہ لگ رہا تھا۔ حیدر صاحب اس کے ساتھ کھڑے اس کو بہت پیار سے دیکھ رہے تھے۔

"کتنے بڑے ہو گئے ہو تم اورہان باپ سے بھی اونچے۔ اور آج اپنی دلہن لینے آئے ہو۔"

ان کی آنکھوں میں خوشی تھی۔ اورہان فورا جھک گیا کہ اس کا قد اپنے بابا سے چھوٹا دکھنے لگا۔

"آپ کا بیٹا آپ سے بڑا کبھی نہیں ہو سکتا بابا۔"

"چلو سیدھے ہو۔ سب نے کہنا باپ بیٹا پتا نہیں کونسی باتوں میں مصروف ہے۔ اور ہماری بیٹی کہے گی کہ آپ نے تو اورہان کا قد چھوٹا کر دیا۔ مجھے نہیں چاہیے یہ والا اورہان۔"

"بابا وہ کبھی بھی اورہان سے دستبردار نہیں ہوں گی دیکھ لیجیے گا۔"

اورہان کو اپنی محبت پر پورا یقین تھا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ ہمیشہ خوش رہو تم دونوں۔"

"آپ لوگ کیا ادھر ہی جم گئے ہیں۔ آگے جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیا۔"

NOVEL HUT

وہ باپ بیٹا جو کھسر پھسر میں مصروف تھے صوفیا بیگم کی بات پر سیدھے ہوئے اور آگے بڑھے جہاں مہرماہ کی فیملی ان کے استقبال کے لیے کھڑی تھی۔

پھول پھینکے بغیر ان کا استقبال کیا گیا کیونکہ پھول پیروں تلے روندنے کے لیے ہرگز نہیں ہوتے۔ اور یہ بات مہرماہ پہلے ہی اورہان سے کر چکی تھی جس پر اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

اس نے امل کو بھی بلایا تھا جو اس وقت اس کے ساتھ ہی کمرے میں موجود تھی۔ اس کی صرف ایک ہی مخلص دوست تھی جس کا کوئی اتا پتا نہیں تھا اس کے علاوہ اس کی دوستیں تو تھی نہیں اس لیے امل اس کی ایک اچھی شاگرد ہونے کے ناطے اس کے ساتھ موجود تھی۔

"مہرماہ میم، سر اورہان آگئے ہیں۔"

امل نے ایکسائیٹڈ ہو کر کہا اور اس کی بات پر مہرماہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کیا ہوا میم؟"

"کتنا فنی لگ رہا ہے مہرماہ میم، سر اورہان آگئے۔"

مہرماہ نے باقاعدہ اسی کی ٹون میں بولا جس پر وہ جھینپ گئی۔

"اصل میں نے کہا تو ہے کہ کلاس کے علاوہ آپ مجھے آپی بلایا کریں اور اورہان کو بھائی۔"

"سوری میم۔۔۔سو۔۔سوری مہرماہ آپی"

"اب مجھے مہرماہ آپی ہی بلانا اورہان کے سامنے ان کو سر نہ بول دینا۔ ایویں پریشان ہو جائیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے اس سے کہہ رہی تھی۔

اورہان کا ویلکم کرنے کے بعد اس کو سٹیج پر موجود گولڈن صوفہ پر بٹھایا گیا۔

انس کی نگاہیں آج بھٹک کر فاریہ پر ہی جا رہی تھی۔ صرف ایک دن بعد وہ کسی اور کے نام کی انگوٹھی پہننے والی تھی اور اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اس سے ہی اقرار کر لیتا۔

فاریہ نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ کلر میچ کر کے بلیک ہی ڈریس پہن رکھا تھا۔ بلیک ڈریس جس پر سلور کام کیا ہوا تھا اس پر سلور جیولری پہنے، سر پر ہلکا سا دوپٹہ ٹکائے وہ آج انس کو خود سے دور جاتی محسوس ہو رہی تھی۔ بمشکل چہرے

NOVEL HUT

پر مسکراہٹ سجائے وہ کن اکھیوں سے نگین پھوپھو کے بیٹے کو دیکھ رہا تھا جس کو بن مانگے ہی وہ مل رہا تھا جس سے وہ محروم ہو رہا تھا۔

دلہن کو لانے کا کہا گیا کیونکہ نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا اور اس سے پہلے کہ دلہن سٹیج پر آتی سائرن کی آواز آئی۔ اور پولیس بغیر رکے سرفراز ولا میں داخل ہو گئی۔

سب ہونقوں کی طرح یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ مہمانوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو چکی تھی۔

"آپ میں سے اورہان حیدر عظیم کون ہے ؟"

ایس پی نے استفسار کیا۔ جس پر اورہان سٹیج سے اتر کر نیچے آیا اور ایس پی کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ انس اپنے سینئر کو دیکھ رہا تھا کہ ان کا اس وقت یہاں کیا کام ہو سکتا ہے۔

آپ ہی سابق ایم ان اے ولید نعمان کے ہسپتال والے پراجیکٹ پر کام کر" "رہے ہیں؟

"جی"

حیرت سے وہ ایس پی کو دیکھ رہا تھا جو اس کی شادی کے موقع پر فضول سوالات پوچھ رہا تھا۔

"ناقص میٹیریل استعمال کرنے کی وجہ سے وہ بلڈنگ جو ابھی زیر تعمیر تھی گر چکی ہے۔اور اس کے نتیجے میں دو افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان کے لواحقین نے آپ کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی ہے۔آپ کو ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہو گا۔"

وہاں موجود سب لوگوں کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ کمرے کی کھڑکی میں کھڑی مہرماہ جو اپنی آنکھوں میں دھنک رنگ سموئے نہایت محبت سے اپنے محرم کو دیکھ رہی تھی لڑکھڑا گئی۔ امل نے فورا اسے سہارا دیا۔

"دیکھیں آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ میرا اورہان ایسا نہیں کر سکتا ۔ لوگوں کی جانوں سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا اورہان کبھی کچھ ایسا نہیں کر سکتا جس سے کسی بھی جان کو کوئی خطرہ ہو۔"

NOVEL HUT

حیدر صاحب نے فورا اپنے بیٹے کے حق میں گواہی دی۔ اورہان کو بہت بڑا دھچکا لگا تھا۔

سر میں کہہ رہا ہوں اورہان ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ ہم اس غلط فہمی کو دور کر" لیں گے مگر ابھی اسے نہیں لے کر جائیں پلیز۔اس کی شادی ہے سرپلیز سمجھنے کی "کوشش کریں۔

انس نے اپنے سینئر کو سمجھانے کی کوشش کی وہ گارنٹی بھی دے رہا تھا مگر انہوں نے تو جیسے کان ہی لپیٹ لیے تھے۔

انکل میں بہت جلد عزت سے مہرماہ کو لینے آوں گا۔ لیکن ابھی مجھے جانا ہو گا۔" "بابا سب سنبھال لیجیے گا۔

اب وہ قدرے سنبھل چکا تھا۔ سرفراز صاحب کو یقین دہانی کروا کر اپنے بابا سے ریکویسٹ کی۔ اس وقت وہ سنبھلا ہوا تھا جبکہ اپنے کمرے میں موجود مہرماہ ٹوٹ رہی تھی۔ بے آواز آنسو اس کے چہرے کو بھگوتے جا رہے تھے۔ امل اس کو تسلیاں دے رہی تھی مگر اسے اس وقت کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔

اورہان پولیس کے ساتھ وہاں سے چلا گیا انس بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ پیچھے سب مہمانوں کو کھانے کا کہا گیا کچھ نے کھانا کھایا اور کچھ کھائے بغیر ہی الزامات تراشی کرتے وہاں سے چلے گئے۔ صوفیا بیگم نے تو رو رو کر اپنی طبیعت خراب کرلی تھی انہوں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا تھا تو آج ان کے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا تھا۔ ان کے لاڈلے پر اتنا بڑا الزام لگ چکا تھا، وہ بھی اس وقت جب وہ اپنی دلہن کو لینے آیا تھا۔ فاریہ تو خود بے حال ہو رہی تھی۔

سرفراز صاحب کو معاملہ ہی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اپنی بیٹی کی رخصتی والے دن داماد کو پولیس لے گئی تھی وہ بھی اتنے بڑے جرم میں ان کا تو دماغ ہی ماوف ہو چکا تھا۔ مہرماہ نے اس وقت کسی سے بھی ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ امل کو بھی اس نے کمرے سے بھیج دیا تھا۔ وہ اکیلی رہنا چاہتی تھی۔

اپنے کمرے میں موجود عریش کو پیغام ملتے ہی ایک سکون نے اس کو آن گھیرا تو ثابت ہو گیا کہ عریش سلطان اپنی چاہت کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔

آج وہ پرسکون نیند سونے والا تھا۔ کئی لوگوں کی زندگیاں اجاڑ کر بھی اس کو کوئی دکھ نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا وار کاری تھا جس سے رہائی مشکل تھی اور مہرماہ یقینا

اورہان پر سے اپنا اعتماد کھو بیٹھی ہو گی۔ مہرماہ کی نظروں میں اورہان کو گرانے کی ایک بڑی سازش کھیلی جا چکی تھی۔ اب نتائج کا وقت ہونا تھا۔

اورہان اس وقت تھانے موجود تھا جس کا سرد ماحول کسی کی بھی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر سکتا تھا۔اس کو لاک اپ میں بند کیا گیا تھا۔ حیرت کی بات تھی پورے تھانے میں ان کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔ نہ کوئی مجرم نہ کوئی عملہ۔۔۔ صرف ایس پی اور اس کے دو آدمی ہی موجود تھے۔انس لگاتار پولیس آفیسر کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ اس کی ایک بات بھی سننے کو تیار نہیں تھا۔ حوالات میں بند اورہان ٹینشن لینے کی بجائے سوچ بچار میں مگن تھا۔ وہ اس سارے فساد کی جڑ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

آخر بلڈنگ کیسے گر سکتی ہے جب کہ میٹیریل بھی اعلی کوالٹی کا تھا اور اسی وقت دو افراد کا اس حادثے میں جاں بحق ہو جانا اور ان کے لواحقین کا رپورٹ درج کروانا۔ سب الجھا ہوا تھا۔

اتنی دیر میں انس اس کے پاس آیا۔

اورہان وہ میری کوئی بھی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ حالانکہ ابھی تک میں نے"
جتنا اس جاب میں دیکھا ہے پولیس والے ایک دوسرے کی بات سنتے اور مانتے
"ہیں۔

وہ افسوس کا شکار تھا۔ اپنے پیشے میں اس نے ابھی تک دوسرے پولیس آفیسرز کی
ایسی بے مروتی نہیں دیکھی تھی۔ ایک دوسرے کے ساتھ تو وہ ٹھیک چلتے تھے۔
پھر چاہے عوام کا جتنا مرضی برا حال ہو جاتا۔

کیا تمہیں حیرت نہیں ہو رہی انس کہ جن فیملیز کے دو افراد جاں بحق ہوئے ہیں"
اس وقت وہ ان کا سوگ منانے کی بجائے پولیس میں رپورٹ کروائیں گے۔
میں نے شادی کے لیے تیار ہوتے وقت فون آف کیا تھا دو سے تین گھنٹے میں اتنا
سب کچھ ہو جانا یقینا سوچی سمجھی سازش ہے۔ اور یہ پولیس والے کب سے
"اتنے غریب لوگوں کی بات سننے لگ گئے؟

استعجاب سے طنزیہ کہا۔

"ایک اور بات بھی ہے جو مجھے پریشان کر رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کوئی ایک بھی شخص یہاں موجود نہیں ہے جس نے رپورٹ لکھوائی ہو۔ اگر اتنی جلدی یہ لوگ عمل کر رہے ہیں تو یقینا اس میں کسی بڑی پارٹی کا ہاتھ ہے۔"

انس اب کہ ذرا سنبھلا ہوا تھا اور اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کام کرنا شروع ہو چکی تھی۔

"وہ تو ہونا ہی تھا کیونکہ یہ پراجیکٹ ولید نعمان کا تھا۔"

کندھے اچکا کر جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ولید نعمان کے کسی دشمن کا کام ہے۔"

"آف کورس یار میرا تو کوئی دشمن نہیں ہے تو یہ یقینا اسی کا کوئی دشمن ہے جو اس کی ساخت نہیں بننے دینا چاہتا۔"

"لیکن اس سب میں وہ تمہارا نقصان کیوں کر رہا ہے؟"

"کیونکہ جب کسی انسان کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تباہ ہوتے ہیں اور تباہ کرنے والے کو اس بات کا علم بھی ہوتا ہے مگر

وہ طاقت کے نشے میں چور ہوتا ہے اس لیے اسے کسی کی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہارا وکیل نہیں آیا ابھی تک؟"

"اس کا ایک روز قبل ہی ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور وہ آئی سی یو میں تھا۔ابھی کل ہی میں اس کی عیادت کر کے آیا تھا۔"

"اوہ ۔۔یہ تو مسئلہ ہے۔ تمہیں تو اس پر کافی بھروسہ ہے اور وہ ہی تمہارے سارے لیگل معاملات ہینڈل کرتا ہے۔ لیکن ابھی وقت نہیں ہے میڈیا تک بات پہنچنے سے پہلے میں تمہارے لیے کسی وکیل کا بندوبست کرتا ہوں۔"

"ہاں، لیکن دھیان سے وکیل قابل بھروسہ ہونا چاہیے۔"

بھرپور تاکید کی گئی۔

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں۔ میں ایک دو قابل اعتماد وکلاء کو جانتا ہوں ان سے بات کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھ سے بالکل برداشت نہیں ہو رہا تمہارا یہاں ان سلاخوں کے پیچھے موجود ہونا۔ کاش کہ وہ تمہاری جگہ مجھے جیل میں ڈال دیتے۔"

"اوئے اب تو مار کھائے گا مجھ سے۔ تو کیوں ہونے لگا یہاں۔ تجھے ڈٹ کر اپنی ڈیوٹی کرنی ہے۔ تجھے مجرموں کو ڈالنا ہے ان سلاخوں کے پیچھے۔"

"مجھے ایک بار پتا چل جائے کون تجھے اس مقام تک لایا ہے کہ تیری خوشی کے دن کو برباد کر دیا۔ وعدہ ہے تجھ سے اس انسان کو چھوڑوں گا نہیں۔"

وہ غصے میں تھا۔ اس وقت اگر اسے اس انسان کا علم ہو جاتا تو وہ اسے صحیح سبق سکھاتا۔

اتنی دیر میں انس اپنے فون کی طرف متوجہ ہوا تاکہ کسی وکیل کو ہائیر کرنے کے لیے رابطہ کر سکے مگر وہاں ڈھیر ساری کالز دیکھ کر اسے یاد آیا کہ پیچھے سب پریشان ہو رہے ہوں گے۔ اتنی دیر میں پھر سے حیدر صاحب کی کال موصول ہوئی۔

"جی انکل میں اورہان کے ساتھ ہی ہوں۔ جی، جی میں کوشش کر رہا ہوں وہ جلد از جلد باہر آجائے گا۔ یہ لیں انکل، اورہان سے بات کریں۔"

وہ جو بغور انس کی بات سن رہا تھا اس کے فون بڑھانے اور فون کی جانب اشارہ کرنے پر فون تھام کر حیدر صاحب سے بات شروع کی جو کہ بات کم اور تسلی زیادہ تھی۔

"بابا آپ پریشان نہیں ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بابا آپ نے سرفراز انکل کو بھی تسلی دینی ہے۔ بابا پلیز مجھے مہرماہ کے بارے میں بتائیں وہ ٹھیک تو ہیں۔"

"بیٹا سب ٹھیک ہے۔ میں ابھی تھانے آرہا ہوں۔"

دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کو حوصلہ دے رہے تھے حالانکہ دونوں ہی اس بات سے آگاہ تھے کہ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔

"بابا آپ آجائیں گے تو پیچھے ماما اور گڑیا کو کون سنبھالے گا۔ آپ جانتے ہیں وہ رو رہی ہوں گی۔ انس میرے ساتھ ہے، ہم حل نکال لیں گے۔"

"لیکن۔۔۔"

"نہیں بابا پلیز نہیں"

منت بھرے لہجے میں کہا۔

"بہت ضدی ہو تم۔"

شکریہ بابا۔ اب میں فون رکھتا ہوں۔ آپ اپنی فارم میں آجائیں ناں اور کسی کو"
"پریشان نہیں ہونے دینا آپ نے مائی فادر۔

مسکراتے ہوئے ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کیا۔ کال کٹ کی تو اس کے چہرے سے ساری مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ وہ ان کو پرسکون کرنے کے لیے مسکرا کر بات کر رہا تھا۔ لیکن اب وقت سوچنے کا تھا۔

انس کے اے ایس پی ہونے کی وجہ سے اسے اورہان سے ملنے کی اجازت تھی۔ انس اب وکیل کا انتظام کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاکہ جلد از جلد اورہان کی ضمانت کروا سکے کیونکہ اگر یہ کیس میڈیا تک گیا تو اورہان کی ساخت خراب ہو جانی تھی اور اسے یہ ہونے سے روکنا تھا۔

NOVEL HUT

مہمان جا چکے تھے اور حیرت کی بات تو یہ تھی کہ نگین پھوپھو بھی چلی گئی تھی۔ حالانکہ اس وقت انہیں اپنے بھائی کے ساتھ ہونا چاہیے تھا، ان کا حوصلہ بننا چاہئے تھا۔ لیکن اس وقت حیدر صاحب اس چیز پر غور نہیں کر سکے۔

اس وقت وہ سرفراز صاحب کے لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صوفیا بیگم کی تو طبیعت بگڑ جانے کے باعث انہیں نیند کی دوا دے دی گئی تھی اور اس وقت وہ سو رہی تھی ۔ فاریہ بھی ان کے ساتھ ہی تھی اور رو رو کر اس نے بھی اپنا برا حال کر لیا ہوا تھا۔ مریم آپی اس کو سنبھال رہی تھی ۔

"فری میری جان تم ایسے روؤں گی تو تمہارے بابا پریشان ہو جائیں گے۔"

"میرے بھائی کبھی ایسا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کچھ نہیں کیا۔"

وہ اپنے بھائی کے حق میں گواہی دے رہی تھی کہ کوئی اس کے بھائی کو غلط نہ سمجھ لے۔

ہم جانتے ہیں فری کہ اورہان بے قصور ہے۔ آپ تو جانتی ہیں بڑے معاملات"

"میں یہ سب ہو جاتا ہے۔

وہ برے نہیں ہیں آپی۔ وہ تو ایک جانور تک کی جان بھی نہیں لے سکتے۔ وہ"

"پولیس آفیسر کہہ رہا تھا کہ بھائی کی وجہ سے دو لوگ جاں بحق ہو گئے۔

اس کے آنسو بے قابو ہو رہے تھے۔

"کچھ نہیں ہوا اورہان کی وجہ سے۔ ہمت کرو فاریہ تمہارے اس رویے سے آنٹی انکل پریشان ہوں گے۔ دیکھو آنٹی بہت مشکل سے سوئی ہیں اب تم یوں روؤں گی تو وہ جاگ جائیں گی۔"

فاریہ کی ہی ضد تھی کہ وہ اپنی ماما کے پاس ہی رہے گی ورنہ مریم کب کی اس کو اپنے کمرے میں لے جاتی اور اب وہ رو رو کر اپنا بھی برا حال کر رہی تھی۔

"اچھا آپی اب میں نہیں روؤں گی۔ میں آپ کے کمرے میں چلی جاوں؟"

"میری جان آپ جہاں جانا چاہتی ہو چلی جاو۔ میں آپ کے لیے کھانے کو کچھ لے کر آتی ہوں۔"

مریم اس کے لیے کھانا لینے چلی گئی۔ اس نے ایک نظر سوئی ہوئی اپنی ماما پر ڈالی اور پھر وہاں سائیڈ ٹیبل پر موجود اورہان کا فون اٹھایا اور مریم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ لاوئنج میں موجود حیدر صاحب کی نظر جب اس پر گئی تو ان کو مزید دکھ نے آن گھیرا۔ وہ بھائی جو اپنی گڑیا کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں آنے دیتا تھا آج اسی گڑیا کی آنکھیں اشک بار تھی۔

وہ کمرے میں آئی اور بالکونی والی سائیڈ پر چلی گئی۔ ہاتھ میں پکڑا فون آن کیا۔

پاسورڈ اسے معلوم تھا ابھی کل ہی تو اس نے بھائی سے شرارتاً پوچھا تھا۔

بھائی ویسے میں نے سنا ہے کہ لوگ اپنی بیٹر ہاف کے نام کا پاسورڈ لگاتے ہیں۔"
"آپ نے بھی کیا مہرماہ بھابھی کے نام کا پاسورڈ رکھا ہے؟

"نہیں گڑیا۔"

وہ مسکرا رہا تھا۔

"ہائے ۔۔۔ میں بتاؤں گی بھابھی کو کہ بھائی آپ سے محبت نہیں کرتے۔"

اسے شدید افسوس ہوا تھا۔

"خدا کا خوف کرو گڑیا۔ میں نے انہی سے منسلک پاسورڈ رکھا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں کیوں بتاؤں۔ پاسورڈ تھوڑی نہ کسی کو بتاتے ہیں۔"

"کیا آپ مہرماہ بھابھی کو بھی نہیں بتائیں گے۔"

"نہیں"

"بھائی آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔"

"وہ خود جان جائیں گی گڑیا۔"

"واہ بھئی ۔۔۔یہ ہوئی نہ محبت۔ اچھا مجھے تو بتا دیں۔"

"آپ نے جان کر کیا کرنا ہے؟"

"مجھے ٹیمپل رن کھیلنی ہے بھائی۔"

اس کے اپنے فون میں بھی یہی گیم موجود تھی مگر اسے اورہان کے فون پر ہی گیم کھیلنی ہوتی تھی۔

"وہ تو آپ کے فون میں بھی ہے؟"

پر آپ کو تو پتا ہے کہ مجھے آپ کے فون میں کھیلنے کا زیادہ مزہ آتا ہے۔ اگر آپ" کہیں بزی ہوئے تو کم از کم مجھے آپ کا انتظار تو نہیں کرنا پڑے گا کہ آپ مجھے لاک "کھول کر دیں گے تو ہی میں کھیلو گی۔

ساتھ ساتھ وہ اس کو پورے لاجک سے سمجھا بھی رہی تھی۔

"پر میں پھر بھی آپ کو پاسورڈ نہیں بتاوں گا۔"

وہ سنجیدہ ہو چکا تھا اور فاریہ تو رونے والی ہو چکی تھی۔ وہ اٹھ کے جانے ہی والی تھی کہ اورہان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے سامنے بٹھایا۔

"بھائی اپنی گڑیا کو کبھی انکار کر سکتے ہیں کیا؟ اور آپ کی آنکھوں میں آنسو کیوں آ رہے ہیں۔ آئندہ نہیں دیکھوں میں یہ آنسو۔ میری گڑیا بہت بہادر ہے اور بہادر لوگ کیا چھوٹی چھوٹی بات پر رونا شروع کر دیتے ہیں۔آپ تو بھائی کی جان ہیں میری گڑیا۔"

وہ اپنے بھائی کے کندھے کے ساتھ لگ کر بیٹھ چکی تھی۔ اور وہ اس کے بھورے گھنگھریالے بال سہلا رہا تھا۔

"پھر پاسورڈ بھائی؟"

سارا رونا دھونا بھول کر وہ پھر معصومیت سے بھائی سے پاسورڈ کا کہہ رہی تھی۔

"ملکہ ۔۔"

"واو بھائی۔آپ بھابھی کو ملکہ کہتے ہیں۔"

"نہیں تو"

"پھر آپ نے کیوں کہا کہ بھابھی پاسورڈ پہچان جائیں گی ۔"

"بیٹا جی وہ کیا کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے مہرماہ کے ہی الفاظ اس کے سامنے دہرائے۔
ساتھ ہی خیالوں میں اس کا چہرہ نظر آیا جو کل اس کے گھر اس کی ہمسفر اور شریک حیات بن کر آنے والی تھی۔

"اوہ بھائی ، آپ جانیں اور بھابھی جانیں۔ خیر اب میں گیم کھیل لوں۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کا فون پکڑ کر بھاگ اٹھی۔

"گڑیا دھیان سے گر نہیں جانا۔"

وہ فکر مند ہوا تھا۔

"آپ کے ہوتے ہوئے آپ کی گڑیا نہیں گر سکتی بھائی۔"

اورہان اس کے جواب پر بہت خوش ہوا۔ وہ ہمیشہ اپنی بہن کے لیے ایک بہت اچھا بھائی ثابت ہوا تھا۔ فاریہ کا محفوظ اور مضبوط سہارا اس کا پیارا بھائی۔۔۔

منظر غائب ہو چکا تھا اور اس نے یاد آجانے پر فورا آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ اس کے بھائی نے اس کو رونے سے منع کیا تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد آخر کار کر اس نے ایک نمبر پر کال ملائی۔ کال جا رہی تھی اور فورا ہی ریسیو بھی کر لی گئی۔

" بھائی"

انس جو ابھی ایک دو وکلاء سے کیس کی بابت استفسار کر کے فارغ ہوا تھا اورہان کے نمبر سے آتی کال فورا ریسیو کی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس وقت اورہان کا فون کس کے پاس ہے۔

"فاریہ آپ؟"

"میری بھائی سے بات کروا دیں پلیز۔"

"ابھی بات نہیں ہو سکتی میں اس وقت تھانے میں نہیں ہوں۔"

کیوں نہیں ہیں آپ تھانے میں؟ آپ بھائی کو اکیلا کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ اس" وقت سلاخوں کے پیچھے ہوں گے۔ آپ تو پولیس میں ہیں ناں کیا اپنے دوست کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے۔ بھائی نے تو آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا آپ "انہیں کیسے چھوڑ آئے؟

وہ روتی آواز میں غصے سے اس کو کہہ رہی تھی یا شاید وضاحت طلب کر رہی تھی۔

"دیکھیں فاریہ آپ پہلے پر سکون ہو جائیں۔"

اس کی آواز میں گھلی نمی وہ فورا پہچان چکا تھا اور اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

کیسے ہو جاوں میں پرسکون؟ میرا بھائی جیل میں ہے اس کی شادی والے دن" اس کو پولیس لے کر چلی گئی۔ ماما کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔ بابا پریشان حال بیٹھے ہوئے ہیں۔ مہرماہ آپی نے کسی سے بھی ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ سب برباد ہو "گیا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ فاریہ پرسکون ہو جائیں۔

انس مجتبیٰ کو شدت سے اس لڑکی کے آنسو اذیت دے رہے تھے۔

"دیکھیں فاریہ آپ تو حوصلہ کریں اگر آپ ایسے کریں گی تو اورہان کو اچھا نہیں لگے گا۔ آپ کے بابا پہلے ہی بہت پریشان ہیں آپ مزید ان کی پریشانی میں اضافے کا سبب تو نہیں بننا چاہیں گی ناں؟"

"میں کب ان کو پریشان کر رہی ہوں۔ میں تو خود پریشان ہوں۔ آپ بس میری بھائی سے بات کروا دیں۔ وہ کیسے ہیں؟ انکی تو خوشی کا دن تھا۔ آج وہ بہت خوش تھے۔ لیکن ایک جھٹکے میں ساری خوشیاں دم توڑ گئی۔"

اپنی صفائی دیتی، بھائی سے بات کرنے کے لیے بے صبری دکھاتی اور آخر میں افسوس سے کہتی فاریہ اس نے آج پہلی بار سنی تھی۔ وہ تو ہمیشہ شوخ چنچل رہتی تھی۔ اپنے بھائی اور پوری فیملی کی جان جو کب سے اس کی بھی جان بن چکی تھی آج یوں تکلیف میں تھی اور انس کچھ نہیں کر سکتا تھا سوائے دلاسہ دینے کے۔

"ٹھیک ہے میں تھانے جا کر آپ کی بات کروا دوں گا۔ مگر آپ کو ایک وعدہ کرنا ہو گا۔"

"وہ کیا؟"

"اب آپ روئیں گی نہیں۔ "

"میں وعدہ نہیں کر سکتی۔"

نہایت صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"پھر میں آپ کی بات بھی نہیں کرواوں گا۔"

نرم لہجے میں دھمکی دی گئی۔

"کیوں؟"

اس کیوں کا جواب تو فلحال انس مجتبیٰ دے نہیں سکتا تھا۔ وہ کیسے کہہ دیتا کہ یہ آنسو اسے اذیت دے رہے ہیں۔

"کیونکہ اورہان آپ کے آنسوؤں سے مزید پریشان ہو جائے گا۔"

بروقت کہا گیا اور نتائج سے بھی آگاہ کیا۔ وہ کیا کرتا فاریہ اپنے بھائی کی جان تھی تو اس کی محبت۔ دونوں ہی اس کے آنسو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی۔"

آنسو پونچھے ہوئے جواب دیا جس پر انس نے سکھ کا سانس لیا۔

"مجھے آپ سے یہی امید تھی۔ میں تھانے پہنچ کر آپ کی بات کروا دوں گا۔"

فاریہ پہلے کی نسبت اب پرسکون تھی۔ بغیر کوئی جواب دیے اس نے کال کاٹ دی۔ اور انس نے اورہان کو تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لیے گاڑی کا رخ تھانے کی جانب موڑا۔

وہ تھانے واپس آیا تو اورہان لاک اپ میں کھڑا ہی ملا۔

"اورہان وکیل کا انتظام ہو تو جائے گا۔ مگر اس میں بھی ایک مسئلہ ہے۔"

"وہ ابھی میری ضمانت نہیں کروا سکتا۔ رائٹ؟"

"تمہیں کیسے پتا چلا؟"

"میں جانتا تھا اسی لیے میں کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔"

آج جمعہ ہے اور اگر تاخیر ہوئی تو اتوار آجائے گا اور سوموار سے پہلے تمہاری "ضمانت نہیں ہوگی۔

وہ اپنے دوست کے لیے بہت فکرمند تھا۔

مجھے کوئی فکر نہیں ہے بس تم میرے گھر والوں کو سنبھال لینا۔ انس ان کا"

"خیال رکھنا جب تک میں واپس نہیں آجاتا ان کو حوصلہ دینا۔

"اورہان میں نے تمہاری اور اپنی فیملی میں کبھی فرق نہیں کیا۔"

جانتا ہوں یار اسی لیے تو تجھ پر بھروسہ ہے کہ تو کبھی کسی برے حال میں بھی"

"مجھ سے اور میری فیملی سے دستبردار نہیں ہو گا۔

"آزما کر دیکھ لینا۔"

پورے عزم سے یقین دہانی کروائی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آزمائش کے وقت میں ہی نہ رہوں۔"

نہ جانے وہ یہ باتیں کیوں کر رہا تھا۔

اب تو مار کھانے والی بات کر رہا ہے۔ ایک بار باہر نکل ذرا ساری پولیس"

"ٹریننگ تجھ پر نکالوں گا۔

اس بات پر اورہان گردن پیچھے پھینک کر کھلے دل سے ہنسا۔

"اور تجھے کیوں لگتا ہے کہ میں چپ چاپ تیری مار کھاؤں گا۔"

"پھر کیا کرے گا؟"

ابرو اچکا کر سوال کیا۔

اپنی ساری زندگی جتنی بار بھی تجھے مارنے پیٹنے کا کہا تھا اور پختہ ارادہ بھی کیا تھا"

"اس پر عمل کر کے دکھاؤں گا۔

وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا اور انس اس کی بات سن کر اس سے بھی زیادہ مسکرایا۔

"جانتا ہوں مجھے کبھی نہیں مار سکے گا۔"

" اوہو۔۔۔اتنا اعتماد"

اورہان خاصا محظوظ ہو رہا تھا۔

"ہاں ناں۔"

تھانے میں موجود ایس پی ان دونوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا جو اتنی سیریس کنڈیشن میں بھی ہنسی مزاح کر رہے تھے۔ اسے ان دونوں کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔

"سر کہیں صدمے سے پاگل ہی تو نہیں ہو گئے۔"

ایس پی کے ایک آدمی نے اس سے سوال کیا۔

"صدمے سے چاہے نہ ہوں بدنامی سے ضرور ہو جائیں گے۔"

ایک نظر اورہان کو دیکھا اور پھر سے اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔ یقیناً کسی بڑی سازش کو ترتیب دیا جانا تھا۔

رات اپنی سیاہ چادر اوڑھے گزر رہی تھی۔ اورہان، مہرماہ اور ان کی فیملی کے لیے یہ رات آج بہت بھاری اور سست تھی۔

نہ جانے جب ہم یہ چاہتے ہیں کہ وقت تیز رفتار پکڑے تو وہ دھیما کیوں چلتا ہے، آہستہ کیوں ہو جاتا ہے۔۔۔

پوری رات کوئی سو نہیں سکا تھا ماسوائے صوفیا بیگم اور ماریہ بیگم کے کیونکہ ماریہ بیگم کا بی پی شوٹ کر گیا تھا جس کے باعث ان کو بھی نیند کی دوا دے دی گئی تھی۔

NOVEL HUT

مہرماہ کو تو کسی کی خبر ہی نہیں تھی۔

پوری رات نہ وہ کمرے سے باہر آئی نہ ہی کسی کو کمرے میں آنے دیا۔ ماریہ بیگم کی طبیعت کے بارے میں بھی اسے نہیں بتایا گیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مہرماہ مزید پریشان ہو۔ وہ اسے وقت دے رہے تھے تاکہ وہ سنبھل جائے کیونکہ اس کے لیے یہ ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔

تہجد کے بابرکت اور پرنور ماحول میں جب اذانیں گونجی تو مہرماہ متوجہ ہوئی۔ اس نے گھڑی پر وقت دیکھا تو احساس ہوا کہ وہ کئی گھنٹوں سے بغیر ہلے ایک ہی جگہ پر ساکت و جامد بیٹھی ہوئی تھی ۔اس کی آنکھیں اب خشک ہو چکی تھی۔

اس کی زبان پر کوئی گلہ شکوہ نہیں تھا شاید وہ اس کنڈیشن میں ہی نہیں تھی کہ کسی سے کچھ پوچھ سکتی۔ وہ بیڈ سے اٹھی تو سرخ چوڑیوں نے کمرے کی خاموشی میں انتشار پیدا کیا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے حلیے کو دیکھا تو وہ ابھی تک اسی عروسی جوڑے میں ملبوس تھی مگر وہ جس کے لیے آج اس نے یہ پہنا تھا اس کی تو اس نے کوئی خیر خبر ہی نہیں لی۔

"یا اللہ، یہ کیا ہو گیا ہے مجھے میں نے تو ہمت سے کام لینا تھا۔ میں اتنی کمزور نہیں پڑ سکتی۔ سب میری وجہ سے پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

فریش ہو کر سادہ سا نیلا سوٹ پہنے جب وہ وضو کر رہی تھی تو اس کی نگاہ اپنے ہاتھ پر موجود اس نام پر گئی جو نام اس کے دل پر لکھا جا چکا تھا۔

"کیا اورہان ایسا کر سکتے ہیں؟ کیا وہ اپنے فائدے کے لئے اتنا غلط کام کر سکتے ہیں؟ نہیں یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اے رب میری مدد فرما۔"

وہ بے بس تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر اس نے تہجد ادا کی اور دعا مانگی۔ فجر کا وقت ہوا تو وہ نماز ادا کر کے اپنے کمرے سے باہر آئی۔ ٹی وی لاونج میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک آواز نے اس کے قدم منجمد کر دیے۔

"مشہور آرکیٹیکٹ اورہان حیدر عظیم جو کہ ولید نعمان کا ہسپتال بنا رہا تھا انہوں نے چند روپے کے منافع کے لیے لوگوں کی زندگی داو پر لگا دی۔ ناقص میٹیریل سے بننے والا ہسپتال بننے سے پہلے ہی گر کر تباہ ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دو معصوم جانیں بھی نگل گیا۔"

اینکر گلا پھاڑ کر خبر پڑھ رہا تھا۔

حیدر صاحب صوفہ پر سر پکڑے بیٹھے تھے ٹی وی پر چلتی ان کے بیٹے کی فوٹیج جو ایک الزام کے ساتھ نشر کی جا رہی تھی، ان کا کلیجہ پھاڑنے کو کافی تھی۔

پریشان سے سرفراز صاحب چکر پر چکر کاٹ رہے تھے کہ ان کی نظر مہرماہ پر گئی جو بغیر کسی تاثر کے ایک ہی جگہ پر منجمد کھڑی تھی۔

"مہرماہ بیٹا"

سرفراز صاحب کی پکار پر حیدر صاحب بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ آگے بڑھ آئی۔

"بیٹا کیا آپ ان کی بات پر یقین کر رہی ہیں؟"

حیدر صاحب نے ٹی وی کی جانب اشارہ کر کے استفسار کیا۔

"مجھے کیا کرنا چاہیے انکل؟"

جواب دینے کی بجائے سوال پوچھا گیا۔

"بیٹا کسی بھی رشتے کی بنیاد بھروسہ پر ہوتی ہے اگر بھروسہ نہ ہو تو کوئی رشتہ نبھایا

نہیں جا سکتا۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ بھروسہ ہی تو ضروری ہوتا ہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ

میں کس پر بھروسہ کروں گی؟"

"میرے اورہان کو لگتا ہے کہ اس کی مہرماہ کبھی اس سے دستبردار نہیں ہو گی

چاہے جو بھی ہو جائے۔"

"یہ آپ سے اورہان نے کہا؟"

وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"جب ہم بارات لے کر آئے تھے تو اس وقت اس نے مجھے یہ کہا تھا۔"

"انہوں نے بالکل ٹھیک کہا تھا انکل ۔"

ایک عزم تھا جو مہرماہ کی نگاہوں میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی بات سے وہاں

موجود دونوں نفوس کی سانس میں سانس آئی تھی۔

"ہمیشہ خوش رہو بچے۔"

حیدر صاحب نے دل سے دعا دی مگر ساری دعائیں قبول بھی تو نہیں ہوتی ناں۔

بیٹا آپ ناشتہ کر لو کل سے کچھ نہیں کھایا آپ نے۔ میں مریم کو کہتا ہوں وہ فاریہ"
"کے پاس ہو گی۔

سرفراز صاحب نے اپنی بیٹی کو ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں بابا میں خود دیکھ لوں گی۔"

"ٹھیک ہے بچے، تھوڑی دیر تک میں اور تمہارے انکل تھانے جائیں گے۔"

"جی بہتر بابا"

وہ اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔ اندر آکر اس نے ایک فون کال کی۔ کچھ سوچ کر سیاہ عبایا اور سفید حجاب نکالا۔

اتنی دیر میں اس کے فون پر زویا کی کال آئی۔

"ہیلو مہرماہ، بہت افسوس ہوا مجھے۔"

انتہائی طنزیہ ٹون میں کہا گیا۔

NOVEL HUT

"کس چیز کے لیے؟"

وہ میں نے صبح سوشل میڈیا پر تمہارے ہسبینڈ کے بارے میں دیکھا۔ سنا ہے" عین شادی کے وقت اسے پولیس پکڑ کر لے گئی وہ بھی قتل کے جرم میں۔ چہ

"چہ۔۔۔

مجھے تمہارے کسی افسوس کی ضرورت نہیں ہے زویا۔ آئندہ فون نہیں کرنا"

"مجھے۔

"اوہ تم تو غصہ ہی کر گئی۔ ویسے مجھے لگ رہا ہے صدمے میں ہو گی۔"

"تمہیں اس معاملے میں بولنے کی میں قطعا اجازت نہیں دوں گی۔"

"تم سے کس نے اجازت مانگی ہے مہرماہ، ساری دنیا بولے گی کیا کر لو گی تم؟"

نہایت بدتمیزی سے کہا۔

"میں ہر ایک کا منہ بند کرواو گی۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔"

نہایت ضبط سے کہا۔

"ویری فنی"

NOVEL HUT

طنزیہ مسکرا کر گویا اس کا مذاق اڑایا۔

"لیٹس سی زویا، جسٹ ویٹ اینڈ واچ"

"دیکھ لیں گے۔"

مہرماہ نے ٹھک فون بند کر دیا۔ اس کے فون پہ پیغامات کی بھرمار لگ چکی تھی۔ کوئی افسوس کر رہا تھا تو کوئی ہمدردی۔۔۔

عریش نہایت اطمینان سے راکنگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔

فہد اس کے مقابل بیٹھا اس کو تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

باس اس کا وکیل تو جلدی نہیں اٹھے گا۔ باقی وکلا کو ہم بآسانی خرید لیں گے"
"کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔

لیکن اس بات کی یقین دہانی کر لینا کہ کوئی بھی اس کی ضمانت نہ کروائے اور نہ"
"ہی اس کا کیس لڑے۔

"فکرمند نہ ہوں باس سب ہو جائے گا۔ بس انعام کا خیال رکھیے گا۔"

آنکھ ونک کر کے عریش کو دیکھا جس کے چہرے پر آسودہ سی مسکان تھی۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ بس جیسا کہا ہے ویسا کرو۔"

"لیکن ایک بات مجھے کھٹک رہی ہے۔"

"کیا؟"

آپ کو اورہان سے آخر کیا مسئلہ ہے۔ اس نے تو آپ کی فیکٹری بہت دل سے" نہایت عمدہ بنائی اور یہ بھی سنا ہے کہ اس نے اپنا منافع بھی اسی فیکٹری میں "دے دیا تھا۔

وہ حیران تھا کہ عریش ایسے انسان کے ساتھ جس سے کوئی مسئلہ بھی نہیں، نہ ہی کوئی دشمنی ہے وہ اس کو کیوں برباد کرنا چاہتا ہے۔

"تم اپنے کام سے کام رکھا کرو آئیندہ تمہیں یہ بات دوبارہ نہ بتانی پڑے۔"

انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

" اوکے اوکے ریلیکس"

دونوں ہاتھ اٹھا کر فورا سرینڈر کیا۔ وہ اس کا غصہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

NOVEL HUT

وہیں تھانے آیا جائے تو حیدر صاحب اور سرفراز صاحب اورہان سے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انس نے جن وکلا سے بات کی تھی وہ اچانک پیچھے ہٹ گئے تھے۔ معاملہ مزید پیچیدہ ہوتا جا رہا تھا۔

"کیوں بھئی مشہور آرکیٹیکٹ، کوئی وکیل نہیں آیا؟"

ایس پی نے طنزیہ اور استہزیہ انداز میں پوچھا۔

"میں ہوں اورہان حیدر عظیم کی وکیل، مہرماہ سرفراز۔"

ان الفاظ نے وہاں موجود سبھی لوگوں کو جامد کر دیا تھا۔ انہوں نے حیرت سے اس آواز کا پیچھا کیا تو سیاہ برقع پہنے سفید حجاب میں موجود مہرماہ ہاتھوں میں فائل پکڑے گردن اٹھا کر کھڑی نظر آئی۔

"مہرماہ"

بے ساختہ اورہان کے منہ سے یہ الفاظ برآمد ہوئے۔ لیکن اس کی آواز بے حد دھیمی تھی جو کسی نے نہیں سنی۔

"بیٹا آپ یہاں؟"

اس کے بابا اور حیدر صاحب فورا اس کی جانب آئے۔ انس، اورہان کے پاس ہی کھڑا تھا۔

مہرماہ بھی ایک وکیل ہے یہ بات تو ان کے دماغ میں ہی نہیں آئی تھی۔

"بیٹا آپ یہ کیس ہینڈل کر لیں گی؟"

"آپ کو مجھ پر شک ہے بابا؟"

"تھوڑا تھوڑا"

انگشت شہادت اور انگوٹھے کو قریب کر کے تھوڑے کا اشارہ کیا۔

"بابا اپنی بیٹی پر بھروسہ رکھیں۔"

NOVEL HUT

"بیٹا ہمیں آپ پر پورا بھروسہ ہے۔"

حیدر صاحب نے پورے مان سے اپنی بیٹی جیسی بہو کو کہا۔

ایس پی پریشان سا اب ان کو دیکھ رہا تھا۔یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا تھا۔ اب یہ لڑکی کہاں سے آگئی۔ عریش کو فوری اطلاع دینا ضروری تھا۔ وہ وہاں سے چلا گیا۔

مہرماہ، اورہان کے پاس آئی تو انس نے سر کے خم سے بھابھی کو سلام کیا جس پر اس نے بھی اسی انداز میں جواب دیا اور پھر انس وہاں سے چلا گیا۔ اب وہاں اورہان اور مہرماہ ہی موجود تھے۔

"مہرماہ"

مہرماہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"اورہان"

"آپ یہاں؟"

"اب ایسے مت شو کروائیں جیسے آپ کو یقین نہیں تھا کہ میں آوں گی۔"

"مجھے لگا تھا آپ صرف ٹیچر ہیں۔"

"پھر تو آپ نے مجھے انڈرا یسٹیمیٹ کر دیا۔"

NOVEL HUT

فخریہ جتایا جس پر وہ خاصا محظوظ ہوا۔

"سوری"

"کس لیے؟"

آپ کے خواب پورے نہیں کر سکا۔ میری وجہ سے آپ کو شرمندگی اٹھانا پڑی" "ہو گی۔

وہ نیچے دیکھ کر بات کر رہا تھا۔

"اورہان میری طرف دیکھیں۔"

اس پر اس نے اپنی ہیزل آنکھیں اس بھوری آنکھوں والی کے چہرے پر جمائی جس کا چہرہ ہمیشہ کی طرح روشن اور معصوم تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اسے دیکھتا ہی جائے۔

جو ہوا وہ ایسے ہی ہونا تھا۔ ہم چاہ کر بھی اپنی قسمت نہیں بدل سکتے۔ لیکن جو" ہوا اس پر پچھتانے اور رونے کی بجائے اس کو درست کرنے کی کوشش تو کر ہی سکتے ہیں ۔اور ایک بات یاد رکھیے گا جب مہرماہ نے کہا کہ اسے اورہان پر یقین "ہے تو سمجھ لیں کہ اس نے سچ کہا کیونکہ میں جھوٹ نہیں بولتی۔

اورہان کو اپنی محبت پر آج مزید فخر ہو رہا تھا۔ اس کے رب نے اسے بہترین سے نوازا تھا۔ وہ لڑکی مشکل میں بھی اس کے ساتھ کھڑی تھی۔ عام لڑکیوں کی طرح آنسو بہانے اور گلے شکوے کرنے کی بجائے وہ سنبھلی ہوئی اپنے ساتھی کو دلاسہ دے رہی تھی۔

"مجھے آپ سے نوازا گیا ہے اس کا شکر میں مر کر بھی ادا نہیں کر سکتا۔"

" اورہان"

تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا؟"

آئندہ آپ مرنے مارنے والی بات نہیں کریں گے ورنہ میں آپ سے بات بھی" "نہیں کروں گی۔

نروٹھے پن سے دھمکی لگائی۔

"سوری مہرماہ، غلطی سے میری زبان سے پھسل گیا۔"

وہ اب بھی منہ بسور کر کھڑی تھی۔

"مہرماہ، کہا تو ہے میں نے سوری۔ پرامس آئندہ نہیں کہوں گا۔"

مہرماہ نے چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں نمی جھلک رہی تھی۔

پلیز نہیں مہرماہ، میں آپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ میں آپ کو"

"رلانے کا سبب بن رہا ہوں۔

وہ شرمندہ ہو رہا تھا۔

نہیں تو ایسا کچھ نہیں ہے۔ آپ مجھے اب ساری ڈیٹیلز بتائیں شروع سے لے کر"

"آخر تک اور جن پر شک ہے وہ بھی بتائیں۔

اس نے فوری طور پر ان آنسوؤں کو اندر دھکیلا اور بات بدلی۔ جس پر ایک گہرا سانس خارج کر کے اورہان نے اسے تفصیلات بتانا شروع کی۔

عین آپ کی گرفتاری سے ایک دن پہلے آپ کے وکیل کا ایکسیڈنٹ اور آئی سی"

"یو میں ایڈمٹ ہونا یہ سب سوچی سمجھی سازش لگ رہی ہے۔

وہ پین سے پوائنٹس نوٹ کر رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اپنا تجزیہ بھی اس کے ساتھ شئیر کر رہی تھی۔

پہلے مجھے لگا تھا کہ یہ صرف ولید نعمان کو بدنام کرنے کی سازش ہے مگر اب" حالات کا تقاضا یہی کہہ رہا ہے کہ یہ ولید نعمان سے زیادہ مجھے بدنام کرنے کی "کوشش ہے۔

آپ کی کسی سے کوئی دشمنی تو نہیں؟ میرا مطلب، بزنس میں لوگ حسد کا شکار ہو" جاتے ہیں اور ہو سکتا ہے اسی وجہ سے کسی نے آپ کا نام ڈبونے کی کوشش کی "ہو۔

"مجھے نہیں لگتا کہ یہ کسی بزنس رائول کا کام ہو سکتا ہے۔"

"ہوں۔ کوئی ایسا جس پر آپ کو شک ہو۔"

"نہیں مجھے کسی پر شک نہیں ہے۔"

چند سیکنڈز خاموش رہنے کے بعد اوہان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں پوری کوشش کروں گی کہ جلد از جلد آپ کی ضمانت ہو جائے۔"

"شکریہ مہرماہ"

اس پر مہرماہ نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔

"ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی۔"

وہ کسی کنفیوژن کا شکار تھا۔

"کونسی بات؟"

کاغذات سمیٹتے ہوئے کہا۔

آپ نے تو لاء پریکٹس نہیں کیا تھا۔ اور جہاں تک مجھے علم ہے آپ نے کبھی"

"کوئی کیس بھی نہیں لڑا۔

"ہوں"

NOVEL HUT

آپ میری خاطر کر رہی ہیں ناں کیونکہ میں جانتا ہوں آپ کو کبھی کیسز میں الجھنا"

"پسند نہیں تھا۔

"نہیں میں آپ کے لیے نہیں کر رہی۔"

بغیر ہچکچائے جواب دیا۔ اور ہان کا تو سانس ہی اٹک گیا۔

"پھر؟"

"میں یہ ہمارے لیے کر رہی ہوں اورہان، چاہے مجھے کورٹ کچہری نہیں پسند لیکن اپنی فیملی کے لیے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں اور آپ میری فیملی ہیں۔ اب میں چلتی ہوں آپ کو مزید ان سلاخوں کے پیچھے نہیں دیکھ سکتی۔"

وہ اورہان کو سرشار چھوڑ کر تھانے سے باہر آ گئی۔

ایس پی نے فوراً عریش کو فون کیا۔

"سر ایک گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"کیا ہوا؟"

عریش فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"سر آپ نے تو کہا تھا کہ اورہان حیدر عظیم کو کوئی وکیل نہیں ملے گا اسی صورت ہی اس کی ضمانت روکی جا سکتی تھی۔"

"تو اب کیا ہو گیا ہے؟"

"سر ایک لڑکی آئی ہے وہ کہہ رہی ہے کہ وہ اس کی وکیل ہے۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ تم رکو میں ابھی فہد سے پوچھتا ہوں۔"

اس نے غصہ میں ایس پی کی پوری بات سنے بغیر ہی فورا کال کٹ کر کے فہد کو کال ملائی۔ اصغر کی غیر موجودگی میں اس کا کام زیادہ ہو گیا۔

فہد تم سے ایک کام ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔ یاد رکھنا اگر اس کام میں کوئی مسئلہ" "ہوا تو میں نے تمہارا حشر نشر کر دینا ہے۔

فہد جو ہینڈز فری کانوں میں ٹھونسے گانے کے بول گنگنا رہا تھا اتنی گرج دار آواز پر فورا سے پہلے ہینڈز فری اتارے۔

"باس کیا ہو گیا میں نے کوئی گڑبڑ نہیں کی۔"

ایس پی کا فون آیا ہے وہ کہہ رہا کہ اورہان نے وکیل کا انتظام کر لیا ہے۔ مجھے ہر" حال میں اسے حوالات میں رکھنا ہے۔ اس وکیل کا فوری انتظام کرو، پیسے مانگتی ہے تو وہ دے دو اور اگر ایمانداری کا بھوت چڑھے تو اس کی کوئی کمزوری پکڑ لو۔ "اور یاد رکھنا آج ہی یہ کام ہو جانا چاہیے ورنہ۔۔

ورنہ کی نوبت نہیں آئے گی باس۔ اس وکیل کا تو میں کام تمام کرتا ہوں۔ ویسے"

"بھی عورتیں تو میری کمزوری ہے۔

گھٹیا الفاظ بولتے ہوئے مسکراہٹ سے جواب دیا۔ جس کو عریش نے مکمل سننے کی بھی زحمت نہیں کی۔

فہد نے فوری طور پر ایس پی سے رابطہ کر کے اس وکیل کا پتا لگایا اور اپنے جاننے والے سے کہہ کر اس کی معلومات نکلوائیں۔

"اوہ تو ایک معصوم چھوٹا بھائی ہے۔"

مکروہ مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اس وقت وہ خطرناک ارادے سے سرفراز ولا کی جانب جا رہا تھا۔ ساتھ ہی کسی سے فون پر رابطہ بھی کر رکھا تھا۔

زاویار اس وقت گھر پر ہی موجود تھا۔ سرفراز ولا کے گیٹ پر فہد کا بھیجا ہوا آدمی آیا اور گارڈ کو زاویار کو بلانے کے لیے کہا۔ خود کا تعارف مہرماہ کے ورکر کی حیثیت سے کروایا گیا تھا۔

زاویار گیٹ تک آیا تو اس نے اس آدمی کو بالکل نہیں پہچانا تھا۔

"سوری لیکن میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

"آپ ہی زاویار سرفراز ہیں؟"

گو ایک بار کنفرم کرنا مناسب سمجھا۔

"جی میں ہی ہوں۔"

"مجھے میم مہرماہ سرفراز نے آپ کو لینے بھیجا ہے۔"

دور کھڑے گارڈ کو یہ آدمی مشکوک دکھائی دے رہا تھا۔

"مگر آپ کون ہیں اور آپی آپ کو مجھے لینے کیوں بھیجے گی؟"

"سر اورہان کے کیس کے سلسلے میں انہیں آپ کی مدد درکار ہے۔"

"لیکن آپی مجھے فون بھی کر سکتی تھی۔"

زاویار کو کچھ کھٹک رہا تھا۔

وہ میم کا فون خراب ہو گیا تھا اسی لیے انہوں نے مجھے آپ کو لینے بھیجا۔"

ویسے بھی وہ یہ بات راز رکھنا چاہتی تھی تاکہ اس کیس میں مدد کے سلسلے میں

"کہیں پولیس کال ٹریس کر کے آپ کو بھی شامل تفتیش نہ کر لے۔

"اچھا میں گھر بتا دوں۔"

"سر انہوں نے گھر والوں کو بتانے سے بھی منع کیا ہے۔"

"لیکن میں انہیں اطلاع تو دے دوں کہ میں باہر جا رہا ہوں۔"

"شیور سر میں گاڑی میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔"

وہ زاویار کو دیکھ کر اتنا تو جان ہی چکا تھا کہ وہ نہایت معصوم ہے جسے قائل کرنا کافی آسان ثابت ہوا تھا۔

زاویار نے گھر میں یہی اطلاع دی کہ اسے بس ایک ضروری کام نمٹانا ہے جو وہ جلدی جلدی کر کے واپس آ جائے گا۔

وہ گاڑی میں آیا تو گاڑی میں موجود اس آدمی کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھری۔

تھوڑی دور جا کر گاڑی روک لی گئی اور فہد سیاہ ماسک سے چہرہ ڈھانپے اس میں آ بیٹھا۔ اس سے پہلے کہ زاویار جو شک کا شکار ہو کر گاڑی کا دروازہ کھول کر اس سے کودنے کی کوشش کرتا اس آدمی نے گاڑی لاک کر دی۔ زاویار نے اس آدمی کو دبوچنے کی کوشش کی لیکن فہد نے ایک مخصوص کیمیکل کو کپڑے پر لگا کر اس

کے ناک پر رکھا جسے ہٹانے کے لیے اس نے بھرپور مزاحمت کی مگر فہد جیسے انسان سے بچنا اتنا آسان نہیں تھا۔ چند لمحوں میں وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا۔

تو مہرماہ سرفراز کی کمزوری ان کے ہاتھ آچکی تھی۔

کھڑکی سے چھن کر آتی تیز دھوپ جب کرسی پر موجود بندھے وجود پر پڑی تو اس وجود میں تھوڑی سی جنبش پیدا ہوئی۔ بھاری ہوتی آنکھوں کو تین سے چار بار جھپک کر کھولا گیا تو منظر قدرے واضح ہوا۔

گرد آلود سے بھرا ایک چھوٹا سا کمرہ جس میں ہر چیز پر مٹی کی دبیز طے چڑھی ہوئی تھی، پرانا فرنیچر جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا اور اسی فرنیچر میں سے ایک خستہ حال کرسی پر موجود زاویار سرفراز قدرے ڈرے اور حیرت سے یہ سارا نظارہ دیکھ رہا تھا۔

دفعتا دروازہ کی چرچراہٹ پیدا ہوئی اور کوئی سیاہ ماسک سے چہرہ ڈھانپے اندر داخل ہوا۔ زاویار اب اس انسان کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اسی نے اس کو نشہ آور دوا سے بیہوش کیا تھا۔

"مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

وہ سہما ہوا تھا مگر بظاہر ہمت دکھانے کی کوشش کرتے ہوئے استفسار کیا۔

"اوہو۔۔۔ ایک وکیل کے بھائی ہو کر ڈرتے ہو۔ حیرت ہے ویسے مجھے۔"

"میری آپی تو وکیل نہیں ہیں ۔"

اسے تو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ جس کیس کے متعلق بات کرنے کے لیے اس کو بلانے کا ڈھونگ رچایا گیا وہ تو جانتا ہی نہیں کہ وہ کیس مہرماہ ایک وکیل کی حیثیت سے لڑنا چاہتی ہے۔

"اے۔۔۔ جھوٹ بول رہے ہو مجھ سے۔"

"نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تو تم مہرماہ سرفراز کے بھائی نہیں ہو؟"

"میں ان کا ہی بھائی ہوں۔"

"تو وہ وکیل نہیں ہیں؟"

"ہاں۔۔۔ وہ تو لیکچرار ہیں۔"

اور ایک زوردار مکہ زاویار کے چہرے پر پڑا جس سے اس کے چودہ طبق روشن ہو چکے تھے۔

تجھے لگتا ہے میں بیوقوف ہوں تو مجھے جو بھی کہے گا میں مان جاوں گا۔ اب"

"جلدی نمبر بتا اپنی بہن کا۔

"میں تمہیں ان کا نمبر کیوں دوں؟"

جبڑے میں ہوتی درد کو فراموش کرتے اس پوچھا۔

"کیونکہ میں کہہ رہا ہوں۔"

"میں نہیں دوں گا۔"

تجھے ابھی پتا نہیں ہے کہ ہم تیرے ساتھ کیا کر سکتے ہیں۔ اس لیے جتنا پوچھا گیا"
"صرف اس کا جواب دے۔

"کیا چاہیے آپ لوگوں کو میری آپی سے؟"

"زیادہ کچھ نہیں، بس کیس سے دستبردار ہو جائے۔ "

"کونسا کیس؟"

وہ نا سمجھی سے اس سیاہ ماسک والے کو دیکھ رہا تھا۔

"تو اس کا مطلب اسے کچھ بھی نہیں پتا۔"

وہ خود کلامی کر رہا تھا۔

تو نمبر بتا ورنہ نمبر نکلوانا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جو تجھے تیرے گھر"
سے اٹھا سکتے ہیں وہ تیری بہن کے ساتھ کیا کیا کر سکتے ہیں امید ہے تجھے علم ہو
"گا۔ اب شاباش جلدی کر اسی میں تیری اور تیری بہن کی بھلائی ہے۔

"میں پھر بھی نہیں بتاوں گا۔"

وہ ضدی لہجے میں بولا۔ اس کے ہاتھ کرسی کے پیچھے لے جا کر رسی سے بندھے ہوئے تھے جن کو وہ مسلسل کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر مسلسل ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ہٹ دھرمی سے اس کے انکار کرنے پر فہد نے اس کے دوسرے جبڑے پر بھی ایک زوردار مکہ دے مارا۔

اتنی دیر میں وہی شخص جو زاویار کو مہرماہ کا ورکر بن کر ملا تھا وہ اندر داخل ہوا۔

"باس یہ فون گاڑی سے ملا ہے اسی لڑکے کا ہوگا۔"

" ارے واہ شاباش"

فہد نے فون پکڑا اور کھولنے لگا تو وہ فنگرپرنٹ لاک تھا اس نے کرسی کے ساتھ بندھے زاویار کے ہاتھوں کی انگلی سے لاک کھولا اور مہرو آپی کے نمبر سے سیو کانٹیک پر کال کی۔بیل جا رہی تھی اور فون سپیکر پر لگایا جا چکا تھا۔ زاویار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس سیاہ ماسک والے وجود کو زخمی کر دیتا۔

"ہاں زاویار، گھر میں سب ٹھیک ہے ناں۔"

مصروف اور پریشانی سے بھرپور مہرماہ کی آواز اس چھوٹے سے گرد آلود کمرے میں گونجی۔

"گھر تو سب ٹھیک ہے وکیل صاحبہ مگر وہ کیا ہے ناں آپ کا بھائی ٹھیک نہیں ہے۔"

"کون ہو تم اور زاویار کہاں ہے؟"

مہرماہ سارے کاغذات کو ٹیبل پر چھوڑ کر کرسی سے اٹھ چکی تھی۔ اس کے سامنے والی کرسی پر موجود انس بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں کون ہوں اس کو تم چھوڑ دو کام کی بات پر آتے ہیں۔"

"میں نے پوچھا زاویار کہاں ہے؟"

قدرے سختی سے پوچھا۔ ساتھ ہی انس کے اشارے پر فون کو سپیکر پر لگا دیا۔

"زاویار ہمارے قبضے میں ہے۔ بالکل صحیح سلامت ہے بس دو مکوں سے مستفید ہوا ہے۔"

وہ مکروہ ہنسی ہنستا بہت مزے سے بتا رہا تھا ساتھ ہی اچانک ایک زوردار مکہ پھر سے زاویار کے دائیں گال پر دے مارا جس پر اس کی بے ساختہ چیخ برآمد ہوئی۔ جس کو سنتے مہرماہ تڑپ اٹھی۔

NOVEL HUT

"یہ لو میڈم تین ہو گئے۔"

"میرے بھائی کو ہاتھ نہیں لگانا دوبارہ ورنہ تمہیں ڈھونڈ کر تمہاری ہڈیاں اپنے سامنے تڑواوں گی۔"

انس نے ایک فون کال ملائی اور اس نمبر کو سینڈ کر کے اس کی لوکیشن ٹریس کرنے کو کہا۔

"اوہ میں تو ڈر گیا۔ ویسے کیا اپنے شوہر کو بھیجو گی میری ہڈیاں توڑنے۔۔۔ آں۔۔۔ یاد آیا وہ تو جیل میں ہے۔"

اونچی آواز میں قہقہہ لگایا۔ اس بات پر انس کی رگیں پھول چکی تھی۔ مگر اس نے خود پر قابو پایا ورنہ غصے میں وہ سب کے لیے مشکلات کھڑی کر سکتا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟"

"ہاں یہ کی ہے ناں مدے کی بات۔ اورہان حیدر عظیم کے کیس سے پیچھے ہٹ جاو۔ تمہیں، تمہارا بھائی مل جائے گا۔ لیکن جتنا وقت تم لوگی اتنا ہی اس بیچارے کی خوبصورتی میں کمی ہوتی جائے گی۔"

NOVEL HUT

وہ زاویار کے وجیہہ چہرے پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔ جیسے غالبا یہ بات سمجھ آچکی تھی کہ اس کی آپی وکیل کے طور پر خود کیس لڑیں گی۔

"آپی ان کی بات نہیں ماننا۔"

زاویار نے درد سے ہونٹ بھینچتے بمشکل کہا۔

"زاویار میری جان تم پرسکون رہنا۔ ان کو میں دیکھ لوں گی۔"

سن لو زاویار اپنی آپی کی آواز کیونکہ ہو سکتا ہے دوبارہ سن نہ سکو۔ اور میڈم"
"بات تو تمہیں میری ماننی ہی پڑے گی۔

انس نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا جس کو پڑھنے کے بعد مہرماہ نے بات کو طول دی۔

"اور میں کیوں مانوں گی تمہاری بات؟"

"کیونکہ تم مجبور ہو۔"

یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ میں مجبور ہوں اور تمہاری یہ غلط فہمی بہت جلد دور کر"
"دی جائے گی۔

"تو تم اس کیس سے پیچھے نہیں ہٹو گی؟"

"ہرگز نہیں۔"

تم اپنے شوہر کے لیے جس سے صرف نکاح ہی ہوا ہے اپنے بھائی کو چھوڑ رہی"

"ہو۔

وہ خاصا صدمے میں تھا اسے تو یہی محسوس ہوا تھا کہ وہ فوراڈر کہ اس کی بات مان لے گی۔ مگر یہاں تو سراسر الٹ ہو رہا تھا۔

"تم سے میں خود نپٹ لوں گی۔"

اس سارے عرصے میں انس مسلسل اس فون کال کی لوکیشن ٹریس کروانے کے لیے رابطے میں تھا۔

ادھر رابطہ منقطع ہوا اور ادھر انس کو لوکیشن معلوم ہو چکی تھی۔

مہرماہ اس وقت دوہری اذیت کا شکار تھی اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ آخر ان لوگوں کو اورہان سے کیا مسئلہ تھا۔ اس سے ایک بات تو واضح ہو چکی تھی کہ جو کوئی بھی ہے وہ اورہان کا دشمن ہے۔ لیکن اس سب میں اس کا بھائی تکلیف میں تھا۔

"بھابھی آپ ریلیکس رہیں میں ابھی اس لوکیشن پر جاتا ہوں۔ اور پولیس ٹیم کو نہیں لے کر جاوں گا کیونکہ فلحال کسی پر بھی بھروسہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان شاء اللہ زاویار ٹھیک ہو گا۔ میں ابھی نکلتا ہوں۔"

اس نے ٹیبل سے ریوالور اٹھایا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ پیچھے مہرماہ نے کرب سے آنکھیں موند لیں جن سے دو آنسو ٹوٹ کر اس کے چاند چہرے پر بہہ گئے۔

فہد نے کال بند کی اور غصے سے بیڈ کو ٹھوکر مار کر کمرے سے باہر چلا آیا۔ اس وقت اس کا دماغ غصے سے کھول رہا تھا کہ ایک آدمی اس کے پاس آیا۔

"باس آپ نے اس لڑکے کے فون سے کال کی ہے اگر انہوں نے لوکیشن ٹریس کر لی تو ہم پکڑے جائیں گے۔"

اور شدید غصے میں فہد تو یہ بات سرے سے ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو فورا نکلو یہاں سے اور دوسرے ٹھکانے پر پہنچو۔ اور اس لڑکے کو بیہوش کر دینا میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔"

اور وہ آدمی فورا اپنے کام پر لگ چکا تھا۔

انس اس لوکیشن پر پہنچا تو وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔یوں معلوم ہوتا تھا جیسے عرصہ سے کوئی وہاں نہ آیا ہو۔

"شٹ ، وہ لوگ تو یہاں سے جا چکے ہیں۔"

اس نے اطلاع دینے کے لیے فون جیب سے نکالا تو مہرماہ کی کال موصول ہو رہی تھی ۔ایک بہن جو اپنے بھائی کے لیے تڑپ رہی تھی وہ اس کو کیا جواب دے گا۔

انس بھائی کیا ہوا؟ زاویار مل گیا ہے ناں ؟وہ ٹھیک تو ہے؟ میری زاوی سے" "بات کروا دیں۔

بھابھی اس لوکیشن پر کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ یقینا وہ لوگ کہیں اور شفٹ" "ہو چکے ہیں۔ لیکن آپ پریشان نہیں ہوں میں ان کو ڈھونڈ لوں گا۔

وہ مہرماہ کی تکلیف کا اندازہ کر سکتا تھا۔

"آپ اسے کیسے ڈھونڈیں گے؟"

"بھابھی میں پوری کوشش کروں گا، آپ حوصلہ رکھیں پلیز۔ آپ نے گھر اطلاع دی؟"

"نہیں"

"آپ کو گھر اطلاع کر دینی چاہیئے۔"

"میں کرتی ہوں۔"

مہرماہ نے فون رکھا اور کاغذات سمیٹ کر فائل میں رکھے۔ تیز تیز قدموں سے چلتی وہ گاڑی کی جانب آئی ۔ گاڑی سٹارٹ کی اور گھر کی جانب رخ موڑ دیا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

عریش اپنے گھر میں موجود تھا جب فہد بھاگا بھاگا اندر داخل ہوا۔ آنے کی اطلاع دی اور لاؤنج کے چکر کاٹنے شروع کر دیے۔ اجازت ملنے پر فورا اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

وہ شاور لے کر نکلا تھا اپنے مخصوص حلیے کے برعکس سادہ سے ٹراوزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس ہئیر ڈرائیر سے بال سکھاتا ہوا فہد کی جانب متوجہ ہوا۔ غالبا آج وہ فارغ تھا۔

"باس مسئلہ ہو گیا ہے۔"

"مجھے کوئی فضول خبر نہ سنانا۔"

ہئیر ڈرائیر کو ڈریسنگ پہ رکھتے ہوئے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

باس ہم نے اس وکیل کے بھائی کو بھی اغوا کیا ہے مگر پتا نہیں کیا چیز ہے یہ"

"اورہان وہ وکیل پیچھے نہیں ہٹ رہی۔

عریش کچھ سوچ رہا تھا جس سے وہ اس وکیل کو راستے سے ہٹا سکے۔

عجیب عورت ہے ابھی جس سے نکاح ہی ہوا ہے اس کی خاطر اپنے بھائی کو"

"پیچھے ڈال رہی ہے۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

"باس وہ وکیل جو کیس ہینڈل کر رہی ہے وہ اورہان کی منکوحہ ہے۔"

"کون۔۔۔ مہرماہ سرفراز؟"

دل کی دنیا تہس نہس ہو رہی تھی۔

ہاں باس لیکن آپ کو کیسے پتا؟ ویسے یہ لڑکی ہے تو بہت حسین۔ میرا بس چلے تو" اس کو اغوا کر لوں۔ ویسے کیا کہتے ہیں آپ جب وکیل ہی نہیں ہوگی تو ضمانت "کون کروائے گا اور کیس کون لڑے گا۔

نہایت خباثت سے یہ الفاظ ادا کیے اور ان الفاظ کے ادا ہونے کی دیر تھی کہ عریش کے ہاتھ کا ایک زوردار تھپڑ اس کے بائیں گال پر پڑا۔

ایک لفظ بھی اور ادا ہوا تمہاری زبان سے تو یہیں اسی وقت زندہ زمین میں گاڑ" "دوں گا۔

مانا کہ وہ عورتوں کے بارے میں غلط گفتگو نہیں سنتا تھا مگر آج اس لڑکی کے بارے میں ان الفاظ پہ عریش کا آگ بگولا ہونا فہد کے لیے حیران کن تھا۔

"اچھا اچھا اب میں کچھ نہیں بولوں گا۔"

ساتھ ہی ہاتھ سے ہونٹوں پر زپ بند کرنے کا اشارہ کیا۔ جبکہ دل ہی دل میں اس کے پیچھے چھپی کہانی کو جاننے کی خواہش پیدا ہوئی۔

"اب مجھے پوری تفصیل بتاؤ۔"

اس کا گریبان چھوڑتا وہ صوفہ پر جا کر بیٹھ گیا۔

فہد نے اس کو سارے حالات و واقعات سے آگاہ کیا۔جس پر عریش نے اسے اگلے اقدامات کے بارے میں بتایا۔ فہد وہاں سے جا چکا تھا۔

مہرماہ آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں مجھے تو یہی محسوس ہوا تھا کہ اب آپ دوبارہ" اورہان کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہیں گی۔ مگر آپ تو اس کا کیس بھی لڑنے کو تیار ہیں۔ آخر ایسا کیا ہے جو آپ کو اس پر اتنا اعتماد ہے۔ اس دو دن کے رشتے "پر آپ اتنا بھروسہ کیسے کر سکتی ہیں؟

وہ حیرت اور صدمے کا شکار تھا۔ یہ جانے بغیر کہ جو دل میں سما جائے وہ دل سے جدا نہیں ہوتے پھر چاہے حالات کیسے بھی کیوں نہ ہو جائیں ۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مہرماہ نے گھر پہنچ کر سب کو اطلاع دی تو ماریہ بیگم جو پہلے اپنی بیٹی کے مستقبل کے حوالے سے پریشان تھی اس کا اورہان کے لیے سٹینڈ لینا انہیں بہت بھایا تھا۔ مگر ابھی وہ ڈھنگ سے خوش بھی نہیں ہو سکی تھی کہ مہرماہ نے زاویار کے

بارے میں بھی بتا دیا۔ گھر میں سب ٹینشن کا شکار ہو چکے تھے۔ مائیں تو پھر مائیں ہی ہوتی ہیں ان کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایک کا بیٹا جیل میں تھا تو ایک کا اغواکاروں کے پاس۔

مرد حضرات ایک ساتھ بہت کچھ سوچ رہے تھے۔یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں تھا جتنا انہیں محسوس ہوا تھا۔

"تم نے پولیس کو انفارم کیا؟"

سرفراز صاحب نے مہرماہ سے استفسار کیا۔

"نہیں بابا"

"مجھے تم سے اس بیوقوفی کی امید نہیں تھی۔"

سرفراز صاحب کو اس کی عقل پہ حیرت ہو رہی تھی ساتھ ہی انہوں نے پولیس کو کال کرنے کے لیے فون اٹھایا۔

"بابا جب مجھے اغواء کار کا فون آیا اس وقت انس بھائی بھی وہیں موجود تھے۔"

ساتھ ہی اس نے مکمل بات ان تک پہنچائی کہ کیسے انس نے نمبر ٹریس کروایا اور اس لوکیشن پر بھی گیا مگر وہ لوگ وہاں سے جا چکے تھے۔

"ایک تو میں نے ہزار دفعہ اس لڑکے سے پوچھا ہے کہ اس کی کسی سے کوئی دشمنی تو نہیں مگر وہ یہی کہہ رہا ہے کہ بابا میری کیوں کسی سے دشمنی ہو گی؟ مگر اب تو میرا شک یقین میں تبدیل ہو چکا ہے۔"

حیدر صاحب نے اپنی رائے سے آگاہ کیا۔

"انس بھائی تفتیش کر رہے ہیں بابا، وہ کہہ رہے تھے کہ ہم پولیس پر بھی یقین نہیں کر سکتے کیونکہ اس وقت جو ایس پی کا رویہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ پولیس بھی اس سب میں ملوث ہے۔"

مہرماہ ابھی بول رہی تھی کہ اس کے فون پر بیل ہوئی۔ اس نے ایکسکیوز کیا اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"جی کہیں۔ کچھ معلوم ہوا؟"

"بھابھی میں کوشش کر رہا ہوں ان شاء اللہ جلد ہی زاویار مل جائے گا۔"

"انس بھائی پلیز جلدی کریں مجھے سمجھ نہیں آرہا میں کیا کروں؟ زاوی کو اگر کچھ ہو گیا تو میں خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔ میں ماما کو کیسے سنبھالوں۔ بابا تو پھر حوصلہ سے کام لے رہے ہیں مگر ماما کی طبیعت بگڑتی جا رہی ہے۔"

وہ شدید پریشانی کا شکار تھی۔

"میں اپنی پوری کوشش کروں گا بھابھی۔"

انس نے فون بند کر دیا تھا۔ مہرماہ نے فریش ہو کر وضو کیا اور نماز ادا کی۔ اللہ پاک سے اپنے اور اپنی فیملی کے لیے رحم کی دعا مانگی۔ مشکلات کو آسان کرنے والے کے سامنے اپنی مشکل بیان کی اور اس پر یقین رکھتے ہوئے سارا معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔

اس سب سے بے خبر اورہان تھانے میں موجود تھا۔ جب انس اس کے پاس آیا۔

"اورہان میرے بھائی تجھے کیا سچ میں کسی پر شک نہیں ہے۔"

"نہیں۔۔۔ مہرماہ کہاں ہے؟"

یار مت پوچھ ،زاویار کو کڈنیپ کر لیا گیا ہے اور وہ ایک ہی مدعا رکھ رہے ہیں کہ" بھابھی تیرے کیس کو چھوڑ دیں۔وہ کسی صورت تجھے یہاں سے نکلنے نہیں دینا چاہتے۔ میڈیا پر بھی خبر پھیل چکی ہے باہر صحافی بھی موجود ہیں ۔"

"تم مہرماہ سے میری بات کرواو۔"

انس نے نمبر ملا کر دیا۔

"مہرماہ"

آہ ۔۔۔ کاش کہ حالات ایسے نہ ہوتے۔ مہرماہ نے ایک گہرا سانس بھرا۔

"جی"

آپ کیس چھوڑ دیں میں نہیں چاہتا میری وجہ سے آپ اور انکل، آنٹی مزید" پریشانی اٹھائیں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ مجھ پر شک نہیں کر رہی۔ آپ پلیز۔۔"

ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ مہرماہ بول پڑی۔

"بس کر دیں اورہان، آپ کو کیوں ایسے محسوس ہوا کہ آپ کا کیس لے کر یں دقت کا شکار ہوں۔ جو بھی ہوتا ہے وہ ہماری قسمت میں درج ہوتا ہے۔ اگر یہ آزمائش آئی ہے تو اس کا حل بھی اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ آپ مجھے شرمندہ نہ کیا کریں۔ زاویار بھی گھر آجائے گا مجھے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہے۔"

وہ ایک عزم سے بول رہی تھی اسے اپنی پوری فیملی کو ساتھ لے کر چلنا تھا نہ تو وہ اپنے شوہر کے لیے بھائی کو چھوڑ سکتی تھی نہ ہی وہ اپنے بھائی کے لیے اپنے شوہر سے دستبردار ہو سکتی تھی۔

"میں بے حد خوش قسمت ہوں مہرماہ کہ مجھے اللہ نے آپ سے نوازا۔ آپ میرے لیے بے حد اہم ہیں میں رب سے دعا کروں گا کہ وہ ہمیشہ ہمیں ایک دوسرے کا ساتھ نصیب کرے۔"

"آمین، میں نے ضمانت کے کاغذات جمع کروا دیے ہیں آج ہی آپ کی ضمانت بھی ہو جائے گی۔"

"اور زاویار؟"

"زاویار۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید بولتی گھر میں شور سنتے ہی مہرماہ فوراً نیچے کو بھاگی۔

"زاوی"

نیچے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا ہینڈسم بھائی موجود تھا۔ اس کی زبان سے فوراً الحمدللہ نکلا۔ وہ کال بند کیے بغیر فون کو وہیں چھوڑے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے آئی۔

ماریہ بیگم جو زاویار سے لپٹی ہوئی تھی اس کے ہلانے پر بھی اپنے بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ جس پر اس کی آنکھیں مزید دھندلانا شروع ہو گئی۔ جانے یہ اس کے مل جانے پر خوشی کے آنسو تھے یا گرد آلود اور جگہ جگہ سے پھٹے کپڑوں میں موجود اپنے بھائی کے چہرے پر زخموں کے نشانات دیکھ کر شرمندگی کے آنسو تھے۔

اس نے تو خود کو بہادر ثابت کرنے کے لیے وہ سب کہہ دیا تھا جبکہ اس کے دل کی حالت بے حد نازک ہو چکی تھی اور وہ خود کو ہی قصوروار سمجھ رہی تھی۔ وہ اب تک کیسے سنبھلی ہوئی تھی یہ یا تو وہ جانتی تھی یا اس کا خدا۔

زاوی اپنی ماما سے علیحدہ ہوا تو اپنی آپی کو روتے دیکھ وہ فوراً اس کے پاس آیا۔

"آپی"

اتنا کہنا تھا کہ مہرماہ اپنے بھائی کے گلے لگ گئی۔

معاف کر دو مجھے زاوی ۔۔۔ میری وجہ سے تمہارے ساتھ یہ سب ہوا۔"
"تمہاری آپی ایک اچھی بہن ثابت نہیں ہو سکی۔

مہرماہ کے آنسوؤں میں روانی آچکی تھی۔

نہیں آپی ۔۔مجھے آپ پر فخر ہے۔ آپ جانتی ہیں میں ڈر گیا تھا میں نے کبھی" ایسے حالات کا سامنا نہیں کیا تھا۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ میں شاید یہاں سے صحیح سلامت واپس نہ لوٹ سکوں۔ مگر جب آپ نے اس کو منہ توڑ جواب دیا تو مجھے بہت ہمت ملی۔ جانتی ہیں میں بہت خوش ہوا جب آپ نے میرے اور اوربان بھائی کے لیے سٹینڈ لیا۔ آپ کو پتا ہے کہ آپ کے جواب پر اس کڈنیپر کی "حالت دیکھنے والی تھی۔ سچ میں مجھے سارا درد بھول گیا تھا۔

وہ آخر میں مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہاں موجود سب لوگوں کی جان میں جان آچکی تھی۔

مہرماہ اتنے اچھے رشتوں پر اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتی وہ کم تھا جنھوں نے ہمیشہ ہر قسم کے حالات میں بھی اس کو سمجھا تھا نہ کہ غلط اور برا سمجھا تھا۔

اورہان کی ضمانت ہو چکی تھی۔ باہر نکل کر اس نے سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کیا پھر انس کے گلے لگا۔ انس کی تو خوشی دیدنی تھی گھر میں بھی سب کو اطلاع مل چکی تھی۔ سب اس کے گھر آنے پر بہت خوش تھے۔ ایک مشکل ترین مرحلہ سے گزر ہو چکا تھا۔ اب اس کیس سے بھی جلد از جلد نجات حاصل کرنا ضروری تھا۔

اورہان کے کہنے پر انس اس کی وائٹ اوڈی اور فون لے آیا تھا۔ انس اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب سے اورہان لاک اپ میں تھا اس نے ایک منٹ بھی سو کر نہیں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی اس بات کی گواہ تھی۔ اورہان کے ہی اصرار پر اس نے گھر کی راہ لی۔ اورہان کا کہنا تھا اسے ریسٹ کی اشد ضرورت ہے۔ جس پر وہ بھی انکار نہیں کر سکا۔

اورہان ایک دن لاک اپ میں رہنے کے بعد اب کھلی فضا میں سکون محسوس کر رہا تھا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کر کے واپس گھر کی جانب آ رہا تھا جب اس کے فون پر

بپ ہوئی اس نے موبائل سکرین کو دیکھا تو ایک غیر شناسا نمبر سے آیا میسج جگمگا رہا تھا۔اس نے تجسس کے ہاتھوں فورا اس کو کھولا۔

اگر اپنے دشمن کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔ تو ابھی اس جگہ پر پہنچ جاو۔"

"تمہارا خیر خواہ۔

ساتھ میں پتا بھی درج تھا جو اس کے لیے حیرانی کا باعث تھا۔ اورہان کو اپنے دشمن کے بارے میں جاننا تھا کیونکہ اس کے بغیر وہ کبھی اس کیس سے نہیں نکل سکتا تھا۔

جب تک مخالف کا علم نہ ہو آپ کبھی جیت نہیں سکتے۔

اسے بھی اس کیس سے رہائی چاہیے تھی۔ لیکن اگر کوئی اتنا ہی اس کا خیر خواہ ہے تو وہ اسے اتنے مشکوک انداز میں کیوں بلا رہا ہے۔ اسے یہ بات کھٹک رہی تھی۔ مگر اس شخص سے ملنا ضروری تھا کیونکہ یا تو وہ دشمن کے بارے میں بتا سکتا ہے یا وہ خود ہی دشمن ہو سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کو اپنے مخالف کا علم ہو جانا تھا۔

اس نے گاڑی کا رخ میسج والے ایڈریس کی جانب موڑ دیا۔

سرفراز ولا میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ زاویار ریسٹ کر رہا تھا جبکہ باقی تمام افراد اورہان کے گھر آنے کی خوشی میں حیدر صاحب کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ مہرماہ سرفراز جو کہ مہرماہ اورہان بن چکی تھی، اپنے محرم کو صحیح سلامت واپس آجانے پر آمنے سامنے خود اس کو مبارکباد دینا چاہتی تھی۔ اسی لیے وہ بھی تیار ہو رہی تھی۔

ان کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا کہ میڈیا والوں نے اورہان پر کتنا کیچڑ اچھالا۔ وہ شروع سے اورہان کو جانتے تھے، اس کی عادات و اطوار سے خوب واقف تھے۔ اور بزنس مین ہونے کی بدولت سرفراز صاحب اور ان کی فیملی حسد کی بنا پر کی جانے والی دشمنیوں سے بخوبی واقف تھے۔

وہیں گرے بنگلے میں قدم دھرا جائے تو صوفیا بیگم کی طبیعت اب جا کر سنبھلی تھی۔ فاریہ اپنے بھائی کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک دن کے بعد نہیں بلکہ ایک سال کے بعد آ رہا ہے۔

NOVEL HUT

مہرماہ اور اس کی فیملی بھی حیدر صاحب کے گھر آچکی تھی۔ مہرماہ نے سفید رنگ کا سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا جس پر سفید موتیوں کا ہلکا سا کام ہوا تھا۔ چونکہ یہ رنگ اس کا اور اورہان کا پسندیدہ تھا اس لیے اس نے خاص سفید رنگ کا انتخاب کیا تھا۔ اب سب کو اورہان کا انتظار تھا کیونکہ انس نے انہیں اطلاع دے دی تھی کہ اورہان گاڑی لے کر نکل چکا ہے۔ وہ بس آنے ہی والا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اورہان کی وائٹ اوڈی ایک فیکٹری کے سامنے آکر رکی۔ وہ یہ فیکٹری کیسے بھول سکتا تھا جو اس نے خود بنائی۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ہی تو اس نے عریش سلطان کے پراجیکٹ پہ کام کرتے ہوئے اس فیکٹری کا نقشہ بنایا تھا اور خود اپنی آنکھوں کے سامنے اس کی تعمیر کروائی تھی۔

جو کوئی بھی ہے اس نے آخر اس فیکٹری کا انتخاب ہی کیوں کیا؟

ابھی اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

رات کے اس پہر یہ جگہ کافی ویران تھی۔ اس نے اس نمبر پر میسج کیا کہ وہ آچکا ہے۔ فوراً جواب آیا کہ وہ فیکٹری کے اندر آجائے۔ اس نے گہرا سانس بھر کر

گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر فیکٹری کے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ اندھیرا ہونے کے باعث ایک پتھر سے ٹھوکر لگی اور اسی وقت زمین پر کچھ گرا تھا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا جس کی وجہ سے اس نے موبائل کی ٹارچ آن کر لی تھی۔

وہ ایک جگہ پر رک گیا اور اردگرد نظر دوڑائی ۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے اور کسی نے اس سے محض مذاق کیا ہے۔

"کوئی ہے یہاں پر؟"

اونچی آواز میں پوچھا مگر جواب ندارد۔۔۔

اس نے اسی طرح دو سے تین بار پکارا۔

جواب نہ ملنے کی صورت میں اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے کہ اس کے موبائل پر پھر سے میسج آیا۔

"مسٹر اورہان بس اتنا ہی صبر ہے؟"

اس نے اس نمبر پر میسج کرنا شروع کیا۔

تم جو کوئی بھی ہو اگر مجھے کچھ بتانا چاہتے ہو تو بتاو، ورنہ میرا وقت ضائع نہیں "کرو۔ کیونکہ اگر یہ مذاق ہوا تو تمہیں اس مذاق کی سزا چکانی پڑے گی۔

میں تو ڈر گیا۔ ویسے اتنا وقت لے کر کہاں جاو گے۔ تمہارے پاس اب وقت " "ہی تو نہیں بچا۔

اس سے پہلے کہ اورہان اس کی بات سمجھتا اور اپنے قدم باہر کی جانب اٹھاتا ایک بلند آواز آئی جیسے کسی نے مائک میں اونچی آواز میں بولا۔

"آئی ایم ویری سوری اورہان، لیکن یہ ضروری تھا۔"

یہ آواز تو جانی پہچانی تھی۔ اورہان نے اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کی مگر یک لخت پوری فیکٹری روشن ہو گئی اور یہ روشنی مصنوعی نہیں اصلی تھی۔ بھڑکتی ہوئی آگ نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری فیکٹری کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اتنی اچانک یہ سب ہونے پر اورہان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے بھاگتا فیکٹری کی بھاری چھت ایک جھٹکے سے گری اور سب ملیا میٹ ہو گیا۔

گرے بنگلے میں موجود سبھی افراد خوشی خوشی اوربان کا انتظار کر رہے تھے۔

"انس تو کہہ رہا تھا کہ وہ نکل گیا ہے۔ کہاں رہ گیا یہ لڑکا؟"

حیدر صاحب کو اپنے لاڈلے سپوت پہ اب غصہ آرہا تھا جو اتنے گھنٹوں سے گھر واپس نہیں آیا تھا۔

"آنے ہی والا ہو گا۔"

سرفراز صاحب نے ان کا غصہ دور کرنے کے لیے کہا۔

حیدر آپ اس کو فون کریں ناں، اتنی لاپرواہی کا مظاہرہ تو وہ کبھی بھی نہیں کرتا" "تھا۔

صوفیا بیگم کو فکر نے آن گھیرا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ واقعی اب اسے فون کر کے پوچھ ہی لینا چاہیے۔"

سرفراز صاحب نے صوفیا بیگم کی بات کی تائید کی۔ حیدر صاحب نے فون ملایا لیکن نمبر بند جا رہا تھا۔

"نمبر تو بند ہے۔"

"آپ انس سے پوچھیں ناں"

حیدر صاحب نے اب کی بار انس کو فون کیا جو فون کو سائلنٹ پر لگائے حالات سے بے خبر سو رہا تھا۔ کافی دیر بیلز جاتی رہیں مگر مسلسل کال نہ اٹھائے جانے پر گرے بنگلے میں پریشانی پھیل گئی۔

"کہیں بھائی ہمیں سرپرائز تو نہیں دینا چاہتے؟"

فاریہ نے اپنے دل کی بات بتائی۔

یہ کیسا سرپرائز ہے اس نے تو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اتنا تو بچپن میں بھی" "تنگ نہیں کرتا تھا۔

حیدر صاحب جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہے تھے ان کا میچور سپوت بچگانہ حرکات کرنے سے تو کوسوں دور تھا۔

مہرماہ نے بھی اپنے فون سے کال کی مگر اورہان کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا اور انس کال ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔

کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ اچانک حیدر صاحب کو یاد آیا کہ انس کے والد کا نمبر بھی انہوں نے ڈائری میں لکھ رکھا تھا۔ انہوں نے فون بک سے مجتبیٰ صاحب کا نمبر ڈائل کیا۔ تھوڑی تاخیر سے ہی سہی لیکن کال اٹھائی جا چکی تھی۔

"السلام علیکم مجتبیٰ بھائی"

"وعلیکم السلام، خیریت تو ہے اتنی رات کے وقت فون کیا۔"

مجتبیٰ صاحب جو سوئے ہوئے تھے رات کے اس پہر حیدر صاحب کی طرف سے کال آنے پر پریشان ہو گئے تھے۔ اس بات پر حیدر صاحب نے ٹائم دیکھا تو رات کا ایک بج رہا تھا۔

معذرت بھائی صاحب، انس کو کب سے کال کر رہے ہیں وہ اٹھا نہیں رہا۔ کیا"

"انس گھر پر ہی موجود ہے؟

اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ اور انس تو کافی دیر سے گھر آکر سویا ہوا" ہے۔ کافی تھکا ہوا تھا گھر آکر بتا رہا تھا کہ اورہان کی ضمانت منظور ہو گئی ہے اور اسی نے اسے زبردستی گھر آرام کرنے کے لیے بھیجا۔ ویسے بہت بہت

"مبارک ہو اورہان گھر آگیا۔

"یہی تو مسئلہ ہے مجتبیٰ بھائی ، اوربان گھر ہی تو نہیں آیا۔ "

"کیا مطلب اس بات کا ؟ کہاں ہے وہ؟"

ہم کافی دیر سے اس کا نمبر ٹرائی کر رہے ہیں۔ انس نے بتایا تھا کہ وہ گھر کے"
"لیے نکل چکا ہے۔ مگر یہ وقت آن پہنچا ہے لیکن اوربان گھر نہیں آیا۔

"آپ ہولڈ کریں میں انس کو جگاتا ہوں شاید اسے کچھ علم ہو۔ "

مجتبیٰ صاحب ، انس کے کمرے میں داخل ہوئے جو دنیا جہان سے بے خبر گہری نیند سو رہا تھا۔ مجتبیٰ صاحب کے زور زور سے ہلانے پر اس نے آنکھیں کھولیں۔

کیا ہوا بابا۔ اتنی رات کے وقت آپ یہاں، کیا کچھ ہوا ہے؟ امی اور سعد"
"ٹھیک ہیں ناں؟

وہ بوکھلا گیا تھا۔

کچھ نہیں ہوا تمہاری امی اور سعد کو ، یہ حیدر بھائی سے بات کرو انہیں تم سے "
"کچھ پوچھنا ہے۔

مندی مندی آنکھوں کو کھولے اس نے پریشانی میں فون تھاما۔ کسی انہونی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ حیدر صاحب کی بات سن کر وہ بھی سخت پریشانی کا شکار ہوا۔ اورہان اس کے ساتھ ہی تو نکلا تھا اور وہ سیدھا گھر ہی جا رہا تھا تو رات کے ایک بجے تک بھی اس کا گھر نہ پہنچنا یہ خطرے کی گھنٹی بجا رہا تھا۔

"انکل میں ابھی اورہان کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ آپ حوصلہ رکھیں۔"

وہ فورا اٹھا اور اسی رف حلیے میں گھر سے نکل پڑا۔ اس کے بابا نے اس کے ساتھ چلنے کا کہا مگر اس نے انہیں گھر ہی رکنے کو کہا۔

وہ سڑکوں کی خاک چھان رہا تھا۔ حیدر صاحب اور سرفراز صاحب بھی ایک گاڑی میں اورہان کی کھوج میں نکل پڑے تھے۔

گھر میں سب لوگوں کا حلق تک خشک ہو چکا تھا۔ کوئی کسی کو تسلی دے رہا تھا تو کوئی اللہ کے سامنے اپنی عرض پیش کر رہا تھا۔ سب ہی اورہان کے صحیح سلامت گھر آجانے کے لیے دعاگو تھے۔ وہ سب ہی اس بات سے واقف تھے کہ اورہان کا کوئی مخالف ہے جو اسے جیل سے رہا ہونے نہیں دینا چاہتا تھا۔

زاوی کا گھر آجانا ان کے لیے ایک معجزہ ہی تھا۔ کیونکہ زاوی کے مطابق وہ وہاں سے فرار ہو کر آیا تھا۔ ورنہ وہ کبھی ان کی قید سے رہائی حاصل نہیں کر پاتا یا شاید مہرماہ کے کیس سے دستبرداری کے عوض وہ اس کو رہا کر دیتے مگر یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔

"پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی میرے گھر کو، سب کچھ ٹھیک تھا۔"

صوفیا بیگم کی آنکھیں نم تھی۔ اور ماریہ بیگم ان کی حالت کو سمجھ سکتی تھی کیونکہ زاوی کی کڈنیپنگ پہ ان کی حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی۔

اللہ سب بہتر کرے گا صوفیا، تم ہمت کرو۔ دیکھو تمہیں روتا دیکھ کر فاریہ بھی" "پریشان ہو رہی ہے۔

فاریہ تو صوفہ کی ایک سائیڈ پر دبک کر بیٹھی تھی۔ وہ مزید کسی حادثہ کو سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ بہت مشکل سے یہ وقت گزرا تھا۔ یہ ایک دن اور رات ان پر بہت بھاری ثابت ہوا تھا مگر اب کی رات مزید تکلیف دہ تھی۔ پہلے تو یہ تسلی تھی کہ وہ صحیح سلامت ہے مگر اب تو اورہان کا کوئی آتا پتا ہی نہیں تھا۔

انس کی گاڑی تار کول کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی وہ مارا مارا پھر رہا تھا ساتھ ہی بار بار اورہان کا نمبر ڈائل کر رہا تھا جو مسلسل بند جا رہا تھا۔ اس کی گاڑی شہر کی حدود سے باہر آچکی تھی جب ایک جگہ پر دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔ اس نے گاڑی اس جانب بڑھا دی۔ وہاں لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ آس پاس کے رہائشی اور راہ گیر ٹھہر کر اس بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگ آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے تو کوئی فائر بریگیڈ کو کال ملا رہا تھا۔ اس سارے ہجوم میں اس کی نظر اس گاڑی پہ جا ٹھہری جو کہ اس کے دوست کی تھی۔ گاڑی دیکھ کر اسے یہی محسوس ہوا کہ اورہان آگ دیکھ کر رک گیا ہو گا۔ اس نے اپنی گاڑی سائیڈ پر لگائی اور اس سارے ہجوم میں اپنے دوست کو ڈھونڈنا شروع کیا۔

مگر ایک ایک کو دیکھنے پر بھی اسے اورہان نہیں دکھا۔ اتنی دیر میں حیدر صاحب کی کال آئی۔

"بیٹا، اورہان کا کچھ پتا چلا؟"

"جی انکل، ایک فیکٹری کے باہر اورہان کی کار کھڑی ہے مگر وہ کہیں پر بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ اور فیکٹری میں آگ لگی ہوئی ہے۔"

"مجھے ایڈریس بھیجو میں فورا آرہا ہوں۔"

انس نے ان کو لوکیشن بھیج دی تھی اور خود اس کی گاڑی کی جانب آیا۔ گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ کھل گیا جس پر اسے حیرت ہوئی کیونکہ اورہان کبھی گاڑی کو لاک کیے بغیر نہیں چھوڑتا تھا اور یہ تو اس کی فیورٹ کار تھی وہ اتنی لاپرواہی نہیں کر سکتا تھا۔

انس نے گاڑی میں دیکھا شاید اورہان کا فون اندر ہو مگر فون موجود نہیں تھا۔ اس کو اب گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ کہ ایک آواز اس کے کان کے پردوں کے پار ٹکرائی۔

فیکٹری کے اندر کوئی موجود ہے۔ آگ لگنے سے پہلے میں نے یہاں سے گزرتے" ہوئے کسی کو اندر جاتے دیکھا تھا۔ کافی اونچا لمبا مرد تھا۔ فائر بریگیڈ کے ساتھ "ہیلپ کے لیے ایمبولینس کو بھی کال کردو۔

کوئی اونچی آواز میں کسی کو تاکید کر رہا تھا۔ اور انس کے دل کی دھڑکن سست ہو رہی تھی۔

"نہیں اورہان نہیں ہو سکتا۔"

وہ سر دائیں بائیں ہلائے اپنے خیالات کی نفی کر رہا تھا۔ مگر اس کا دماغ اس بات کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

وہ فیکٹری کی جانب آیا کہ اس کی نگاہ ایک چمکتی چیز پر پڑی اس نے جھک کر زمین سے وہ چمکتی چیز اٹھائی جو کچھ اور نہیں اس کے دوست کی گھڑی تھی جو اس نے اپنی شادی کی شاپنگ کے دوران لی تھی اور اس کو پہچاننے میں اسے ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا کیونکہ یہ گھڑی اورہان نے انس کی پسند سے ہی لی تھی۔ اس لمحے انس کے دل کی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ شک، یقین میں تبدیل ہو رہا تھا اور اس سے پہلے کہ لوگ ریسکیو کا انتظار کرتے وہ بھڑکتی آگ میں اندر کی جانب بھاگا۔ جب لوگوں نے کسی کو اندر بھڑکتی آگ میں جاتے دیکھا تو وہ فورا اس کو پکڑنے لگے۔

"چھوڑو مجھے، میرا دوست اندر ہے۔ اسے میری ضرورت ہے۔"

وہ ان کو پیچھے دھکیلتا ہوا پھر آگ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اسے اس وقت کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی ۔ اگر وہ اپنی جان دے کر بھی اپنے دوست کی جان بچا سکے تو یہ اس کے لیے کافی تھا۔

"صبر رکھو بھائی، ابھی ریسکیو ٹیم آتی ہی ہو گی۔"

نہیں، نہیں ہے مجھ میں صبر۔ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہا میرا دوست اندر"
"ہے۔

وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہا تھا۔ تین سے چار لوگوں نے اس کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ اور وہ لوگ اس کو اندر جانے نہیں دے رہے تھے۔ کیونکہ اندر جو کوئی بھی تھا نہ جانے وہ زندہ بچا بھی تھا یا نہیں، اس کے لیے وہ کسی دوسرے انسان کو آگ میں جاتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مگر وہ اس انسان کی کیفیت نہیں سمجھ پا رہے تھے جسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اس کی جان سے پیارا اس کا یار شاید اس وقت اندر تھا۔ وہ باہر کیسے رہ سکتا تھا۔ وہ کیسے چھوڑ سکتا تھا اسے جس نے کبھی اسے نہیں چھوڑا تھا۔

NOVEL HUT

اتنی دیر میں حیدر صاحب کی گاڑی اس جگہ آکر رکی۔ وہ دونوں گاڑی سے باہر آئے۔ اورہان کی گاڑی پر نگاہ پڑی تو دل کو تسلی ہوئی کہ وہ یہیں کہیں ہو گا مگر انس کو اس حال میں دیکھ کر ان کو خدشات لاحق ہوئے۔ وہ تقریبا بھاگتے ہوئے انس تک پہنچے۔

"انس کیا ہوا ہے؟ اورہان کہاں ہے ؟ تم نے کہا تھا وہ یہیں ہو گا۔"

انس جس کو لوگوں نے سنبھالا ہوا تھا وہ ان کی جانب متوجہ ہوا۔

انکل یہ مجھے اندر جانے نہیں دے رہے۔ اورہان اندر ہے ، یہ دیکھیں اس کی" گھڑی۔ اگر وہ اندر نہیں ہوتا تو اب تک نظر آجاتا۔ میرا دل کہہ رہا ہے اسے "میری ضرورت ہے۔

انس نے کس دل سے یہ بولا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ اگر وہ سچ میں اندر ہوا اور اسے کچھ ہو گیا ہوا۔۔۔ نہیں، یہ سب وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

یہ الفاظ سنتے ہی حیدر صاحب کا ہاتھ ان کے دل پر پڑا تھا۔ سرفراز صاحب ان کی حالت سمجھ سکتے تھے۔

حیدر اچھا سوچو۔ اورہان ٹھیک ہو گا۔ وہ اندر نہیں ہو گا۔ وہ مدد کی غرض سے" یہاں رک گیا ہوا گا۔ تم تو جانتے ہو وہ کتنا ہمدرد ہے ہر ایک کے درد کو اپنا درد "سمجھتا ہے۔

سرفراز صاحب خود بھی ڈرے ہوئے تھے مگر اس وقت انہیں حوصلہ سے کام لینا تھا۔ وہ ان کو لے کر سائیڈ پر آئے اور ان کو تسلی دینے لگے یا شاید خود کو تسلی دے رہے تھے۔

آخر کار بے حد تاخیر کے بعد فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آچکی تھی جو آگ بجھانے میں مصروف ہو چکی تھی ریسکیو ٹیم بھی فیکٹری کے اندر جا رہی تھی تاکہ معلوم کر سکے کہ اندر کوئی موجود تو نہیں ۔ تاکی اگر کوئی اندر ہے تو اس کو بچانے کی کوشش کی جا سکے ۔ مگر جتنی دیر آگ لگی رہی تھی اندر موجود کسی بھی ذی روح کے بچنے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

گھر میں اطلاع دے دی گئی تھی ہر ایک آنکھ اشک بار تھی۔ سب کے دل مٹھی میں آئے ہوئے تھے۔ اور سبھی اورہان کے محفوظ ہونے کی دعا مانگ رہے تھے۔

وقت ان کے دل کی دھڑکنوں کی مانند ایک بار پھر دھیمی رفتار اختیار کر چکا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

سیاہ دھواں چار سو پھیلا ہوا تھا جس نے آس پاس کے سارے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ آگ کی لپٹیں اب قدرے کم ہو چکی تھی مگر دھواں اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ آگ کے ساتھ ساتھ دھواں بھی جان لیوا ثابت ہو رہا تھا۔ فیکٹری کے باہر موجود لوگ بھی کھانس رہے تھے تو اندر کیا حالت ہو رہی ہو گی یہ سوچ ہی اورہان کی فیملی کے لیے جان لیوا تھی۔ وہ دعا کر رہے تھے کہ کاش اورہان اندر موجود نہ ہو۔

انسان بھی کتنا خود غرض ہے ناں جب بات اپنے چاہنے والے پہ آجائے تو وہ کسی دوسرے کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ کسی کی زندگی کی وہ چاہ بھی نہیں رہتی ۔بس اپنا محفوظ ہو، یہ اہم ہوتا ہے۔ جیسے اس وقت وہ بس یہ چاہتے تھے کہ اورہان اندر نہ ہو، باقی کوئی بھی ہوتا تو انہیں فرق ضرور پڑتا مگر وہ تکلیف، وہ شدت کبھی محسوس نہ ہوتی۔

صوفیا بیگم کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ایک کے بعد ایک غم نے انہیں بے حال کر چھوڑا تھا۔ وہ جو ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھی اس وقت رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی۔ زاوی جو گھر ریسٹ کرنے کے لیے رکا تھا، خبر ملنے پر فوراً گرے

NOVEL HUT

بنگلے چلا آیا تھا ۔ صوفیا بیگم کی طبیعت کا سن کر وہ ڈاکٹر کو بھی اپنے ساتھ ہی لے آیا تھا۔ ڈاکٹر نے ان کو اینٹی ڈپریسنٹ دے دیا تھا۔ مگر جب جوان بیٹے کی زندگی کی بات ہو تو کوئی بھی ماں پرسکون نہیں ہو سکتی وہ بھی تو ایک ماں ہی تھی جو اس وقت اپنے بیٹے کے لاپتہ ہونے پر پریشان تھی۔ جن کو یہ تک علم نہیں تھا کہ ان کا بیٹا زندہ ہے بھی یا نہیں ۔ اور وہ اس کی زندگی کے لیے دعاگو تھی۔

مہرماہ اس وقت اورہان کے کمرے میں موجود تھی۔ وہ کمرہ جہاں اسے پورے حق اور شان سے آنا تھا ۔ وہی بھورا اور سفید کمرہ جس کی ہر اک شے سے اس کی مہک آتی تھی۔ مگر شاید تقدیر کو ابھی یہ منظور ہی نہیں تھا کیا معلوم منظور ہونا بھی تھا یا نہیں۔ اس کے کمرے میں پھیلی پرفیوم کی بھینی بھینی خوشبو اسے یہ احساس دلا رہی تھی جیسے ابھی وہ یہاں سے ہو کر گزرا ہو۔ اس کے کمرے میں اس کی یا کسی کی بھی کوئی تصویر موجود نہیں تھی شاید اسی لیے کیونکہ وہ نماز کا پابند تھا۔

اس نے فاریہ کی بتائی ہوئی جگہ سے جائے نماز نکالا اور زمین پر بچھا لیا۔ وہ باوضو تھی تو اس نے قبلہ رو ہو کر حاجت کے نفل پڑھنے شروع کر دیے۔ اسے ام ہانی

نے بتایا تھا کہ اللہ پاک کے پاس سچے دل سے حاجت لے کر جاو تو وہ کبھی رد نہیں کرتا، وہ دھتکارتا نہیں ہے۔ وہ بہت پیار سے اپنے بندے کے دل میں سکون اتارتا ہے جس سے وہ اپنا ہر غم بھول جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے رب کے سامنے اپنے محرم کی سلامتی کی حاجت لے کر حاضر تھی۔ بار بار اس کی آنکھیں دھندلا رہی تھی جن کو وہ بار بار پونچھ بھئ رہی تھی۔ مگر آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ سجدے میں جا کر اس رب کی پاکی اور کبریائی بیان کرتے ہوئے اس کی سسکی نکلی تھی۔ وہ زمین سے ماتھا اور ناک ٹکائے اپنے پاک پروردگار کی بڑائی اور بزرگی بیان رہی تھی۔ دل میں ایک امید زندہ تھی جس کے نہ بجھنے کی دعا اس کے لبوں پہ رواں دواں تھی۔

آہستگی سے پہلے دائیں جانب سلام پھیرا پھر بائیں جانب سلام پھیر کر جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اپنی ہتھیلی پر مہندی سے لکھا اس کا نام جو اب پہلے کی نسبت ہلکا ہو چکا تھا اسے دیکھ کر بے اختیار دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں سے اس نام کو بہت پیار اور عزت سے چھوا اور زور سے مٹھی کو بند کر کے اپنے دل کی سست ہوتی دھڑکنوں سے جا ملایا۔ جیسے کبھی اس نام کو اپنی ہتھیلی

سے الگ نہ ہونے دینا چاہتی ہو۔ جیسے اس نام والے کو دنیا جہان کی دعائیں دے ڈالی ہو۔

آنسو آنکھوں سے رواں دواں تھے۔ اور اس کی زبان پہ صرف ایک ہی دعا تھی کہ اس کا محرم صحیح سلامت ہو۔ اسے کوئی آنچ نہ آئی ہو۔

رات کے اندھیرے میں شدید دھوئیں کے مرغلوں میں ڈھکی فیکٹری کے آس پاس بھگڈر مچی ہوئی تھی۔ انس چیخ چیخ کر نڈھال ہو چکا تھا۔ مگر نہ اسے اندر جانے دیا گیا تھا اور نہ ہی اندر سے کسی کو باہر نکالا گیا تھا۔ جب بھی وہ اندر جانے کی کوشش کرتا تو مزید دو لوگ آکر اس کو پکڑ کر پیچھے کر دیتے۔ اس نے ایک دو لوگوں کو دھکے بھی دیے، غصے میں ایک دو پر وار بھی کیا۔ مگر پھر بھی اسے اندر جانے نہیں دیا گیا۔

فائر بریگیڈ آگ بجھانے میں مصروف تھی اور ریسکیو ٹیم کے کچھ افراد اندر کا جائزہ لے رہے تھے۔ انس کی نظریں فیکٹری کی جانب ہی مرکوز تھی جب ریسکیو والے ایک سٹریچر لے کر باہر نکلے جس پر کوئی جھلسا ہوا انسان موجود تھا۔

وہ دیوانہ وار بھاگتا اس تک آیا۔ دل ہی دل میں اس شخص کے اورہان ہونے کی نفی کر رہا تھا۔

"یہ ۔۔۔یہ ز۔۔زندہ ہے؟"

لڑکھڑاتی زبان سے بمشکل پوچھا۔

" نہیں"

یہ شخص جو کوئی بھی تھا اتنی بری طرح جھلسا تھا کہ اس کی پہچان بھی ممکن نہیں رہی تھی۔ ریسکیو کی ٹیم نے اس کو پیچھے ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے سٹریچر کو آگے کی جانب دھکیلا۔انس پیچھے ہٹنے ہی لگا تھا جب سفید کپڑے سے ڈھانپے گئے اس وجود کا بایاں ہاتھ جھٹکا لگنے کے باعث کپڑے سے نکل کر نیچے لٹک گیا۔ بے اختیاری میں انس نے اس ہاتھ کی جانب دیکھا اور اسی لمحے اسے لگا اب اس کی سانس نہیں چلے گی۔

کچھ دن پرانا منظر اس کی نگاہوں کے پار لہرایا۔

"یہ انگوٹھی میری طرف سے تیری شادی کا تحفہ۔"

انس ایک خوبصورت لیکن سادہ سی انگوٹھی اورہان کو دے رہا تھا۔

"اپنے ہاتھ سے پہنا۔"

"واہ بھئی میں تیری بیوی ہوں جو تجھے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی پہناوں۔"

"لگتا تیرا دماغ چل گیا ہے۔ لڑکا، لڑکی کو انگوٹھی پہناتا ہے نہ کہ لڑکی، لڑکے کو۔"

"لو بھئی منگنی پہ تو عورت بھی انگوٹھی پہناتی ہے۔"

"میرے بھائی وہ عورت ہوتی ہے ،بیوی نہیں۔"

"تیرے پاس لاجک کی کمی نہیں ہے۔"

وہ ہمیشہ کی طرح اس سے متاثر ہوا تھا۔

"بس کبھی غرور نہیں کیا۔"

فرضی کالر جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔

NOVEL HUT

اچھا چل لا دے ہاتھ ، انگوٹھی پہناوں۔ ویسے تجھے پتا ہے یہ بہت خاص"

"انگوٹھی ہے۔

"تو نے دی ہے تو خاص ہی ہے۔"

وہ انگوٹھی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"چل مکھن بعد میں لگانا۔ ابھی اس کی خصوصیت سن۔"

"جی، جی فرمائیے۔ بندہ آپ کے الفاظ کا منتظر ہے۔"

وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا جیسے وہ کوئی بڑی تکنیکی بات بتانے لگا ہو۔ جس پر انس نے اس کو گھور کر دیکھا اور وہ اس کی گھوری کو نظر انداز کر گیا۔

"یہ فائر ریزیسٹنٹ انگوٹھی ہے۔"

"دیٹ ساونڈز کول۔"

اور انس نے اورہان کی انگلی میں انگوٹھی پہنا دی تھی۔ دوستی کی ایک نشانی۔۔۔۔

منظر ختم ہو چکا تھا اور اب تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ایسا کوئی منظر دوبارہ جنم نہیں لے سکے گا۔

جھلسی ہوئی باڈی کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں وہی انگوٹھی موجود تھی۔ تو کیا صرف دوستی کی نشانی ہی رہ جائے گی؟ کیا انس اپنا دوست کھو چکا تھا؟

اورہان، اورہان ۔۔۔ میرے بھائی اٹھ جا۔مجھے معلوم ہے یہ تو نہیں ہے۔"

"میرا اورہان نہیں ہو سکتا یہ۔۔

وہ چیخ رہا تھا خود ہی اقرار کر رہا تھا اور خود ہی انکار۔

حیدر صاحب اور سرفراز صاحب بھی بھاگتے ہوئے انس کے پاس آئے جو اس وقت اپنے حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔

"انس تم ایسے کیوں رو رہے ہو۔ بولو، بتاؤ مجھے۔"

حیدر صاحب کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"یہ۔۔یہ۔۔۔اورہان نہیں ہو سکتا ناں۔"

ڈیڈ باڈی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ حیدر صاحب سے استفسار کر رہا تھا۔

"ہاں یہ اورہان نہیں ہے۔"

حیدر صاحب نے انس سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

"پھر یہ انگوٹھی۔۔ اس نے یہ انگوٹھی کیوں پہنی ہے۔"

انس نے اس ڈیڈ باڈی کے ہاتھ کو اونچا کر کے دکھایا۔ اور اس کی حالت کے پیش نظر ریسکیو والے بھی خاموش تھے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یہ انگوٹھی تو میں نے اوربان کو دی تھی۔ یہ اس کے ہاتھ میں کیا کر رہی ہے؟"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس انگوٹھی کو نکال لیتا اور کہہ دیتا کہ یہ اوربان نہیں ہے۔ انس کی بات پہ حیدر صاحب زمین بوس ہوئے تھے۔ جن کو بے ہوش ہوتا دیکھ کر انس ہوش میں آیا۔

ریسکیو ٹیم وہاں موجود تھی انہوں نے فوراً حیدر صاحب کو ٹریٹمنٹ دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد انہیں ہوش آیا تھا۔ ہوش میں آتے ہی انہوں نے اوربان کا پوچھنا شروع کر دیا تھا، انہیں اپنے بیٹا چاہیے تھا۔ باڈی کو ڈی این اے ٹیسٹ کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ کیونکہ فلحال کچھ بھی کہنا قبل از وقت تھا۔ یہ خبر ملتے ہی سب مزید نڈھال ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی ایک امید ابھی بھی قائم تھی۔ گھر میں سب بے چینی سے اچھی خبر کے منتظر تھے۔

\------------------

عریش سلطان راکنگ چئیر پر بیٹھا آج والے واقعہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کو اب اپنی منزل بہت آسان دکھائی دے رہی تھی۔ بس کچھ ہی دنوں میں مہرماہ، اورہان کو بھول کر اپنی روٹین میں واپس آجائے گی اور پھر وہ اس سے شادی کرلے گا۔

مگر اس سب میں اورہان کے ساتھ جو ہوا اس پر اسے افسوس تھا۔ عریش کے نزدیک اورہان ایک بہت اچھا انسان تھا مگر اب وہ اس کا رقیب بن چکا تھا اور اپنی کہانی میں اسے وہ تیسرا محسوس ہوا۔ کسی تیسرے کی موجودگی اس کو بری طرح چبھی تھی۔ اور اس کانٹے کو صاف کرنا اب اس کے لیے بے حد اہم تھا۔

"میں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا اورہان کہ تمہیں مروانا میرے لیے اتنا ضروری ہو جائے گا۔ کاش کہ تم ہمارے درمیان نہیں آتے۔ میں نے تمہیں بتایا بھی تھا کہ عریش کبھی اپنی خواہش سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تم جیسے اچھے اور رحم دل انسان کو اتنی بری موت ملی۔ مگر تم نے میرے لیے کوئی راستہ ہی نہیں چھوڑا تھا۔ مہرماہ کے دل میں تم نے کیسے اتنی جگہ بنا لی کہ وہ تم

سے اتنی محبت کرنے لگی۔ مگر کوئی بات نہیں، بھول جائیں گی وہ تمہیں، میں انہیں اتنی خوشیاں دوں گا کہ وہ ہر غم بھول جائیں گی۔"

خود سے مخاطب عریش اس لڑکی کو خوشیاں دینے کی بات کر رہا تھا جس کی خوشیاں وہ خود چھین رہا تھا۔ اس لڑکی کے بارے میں یہ گمان کر رہا تھا کہ وہ اورہان کو بھول جائے گی جسے اورہان تو کیا اس سے جڑی ہر ایک چیز سے بھی محبت تھی۔

\-------------

حیدر صاحب اور سرفراز صاحب گھر آ چکے تھے اور انس ریسکیو ٹیم کے ہمراہ ہسپتال چلا گیا تھا۔ فیکٹری سے صرف ایک ہی ڈیڈ باڈی ملی تھی جو صاف صاف اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ یہ اورہان ہی ہے کیونکہ اس جگہ پر اس کی گاڑی کا ہونا اور اس کا نہ ہونا ایک معمہ تھا جس کو حل کرنے کے لیے ڈے این ٹیسٹ کی رپورٹ بہت اہم تھی۔ مگر ابھی کوئی بھی یہ بات ماننے کو تیار نہ تھا کہ وہ ڈیڈ باڈی اورہان کی ہو سکتی ہے۔

کسی اپنے کو اس حالت میں دیکھنے کی سکت کسی میں بھی موجود نہیں ہوتی۔

انس اب بھی بار بار اورہان کے نمبر پر کال کر رہا تھا جو ابھی تک بند جا رہا تھا۔ دل میں ایک موہوم سی امید قائم تھی کہ اس کے فون کی بیٹری ڈیڈ ہو گئی ہو گی اسی لیے اس سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ اور کچھ ہی دیر میں جب وہ کال ملائے گا تو فون کی دوسری جانب سے اورہان کی مسکراتی آواز آئے گی۔

وہ ہسپتال کے کوریڈور میں چکر کاٹ رہا تھا۔ پریشانی کے باعث اس کا سانس پھول رہا تھا۔ آنکھوں کے سرخ ڈورے جو سونے کے باعث تھوڑے مندمل ہوئے تھے وہ پھر نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔ سوجی آنکھوں کو بمشکل کھولے وہ ایک اچھی خبر کے انتظار میں تھا۔ اتنی دیر میں ہسپتال کی ایک نرس اس کے پاس آئی۔

" سر ڈے این اے ٹیسٹ کی رپورٹ دو دن بعد ملے گی۔"

"آپ جلدی کیوں نہیں کر سکتے۔"

سر یہ بائیولوجیکل ٹیسٹ ہے۔ اور اس میں کم از کم اتنا وقت تو لگتا ہی ہے۔" آپ گھر چلے جائیں، جب رپورٹ آجائے گی آپ کو انفارم کر دیا جائے گا۔ آپ "یہاں اپنا نمبر نوٹ کروا دیں۔

ساتھ ہی اس نے ایک فارم اس کے سامنے کیا۔ وہ کافی دیر سے اس کو بے چینی سے ٹہلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اور ایک کیس کے سلسلے میں وہ باوردی یہاں آیا تھا اس لیے وہاں ہسپتال کے عملے کو اس کے اے ایس پی ہونے کا بھی علم تھا۔ آخر تھک ہار کر انس نے فارم پہ دستخط کیے اور اپنا نمبر نوٹ کروا دیا۔ اور تاکید کرتا قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔

انس ہسپتال سے باہر آیا تو فجر کی اذانیں سنائی دیں۔اس نے نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد کا رخ کیا۔

قریب ہی مسجد میں پہنچ کر اس نے وضو کیا اور باجماعت نماز ادا کی۔ پوری نماز میں اس کا دھیان بھٹک بھٹک کر اورہان کی طرف جا رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس کے خیال سے فرار حاصل نہیں کر پا رہا تھا۔

NOVEL HUT

دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے جن کو پونچھنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ زیادہ تر نمازی جا چکے تھے اور کچھ امام صاحب سے مصافحہ کر رہے تھے۔ کسی نے اس کے آنسوؤں پر توجہ نہیں دی تھی۔ مگر امام صاحب

کافی دیر سے اس جواں مرد کو روتا دیکھ رہے تھے۔ جب سب نمازی چلے گئے تو وہ اس کے پاس آئے۔

" السلام علیکم بیٹا"

امام صاحب بزرگ تھے ان کے چہرے پہ سجی سنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بے حد پاکیزہ اور خوبصورت بنا رہی تھی۔ وہ انس کے پاس آکر بیٹھ گئے تو انس نے دعا والے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر کر ان کے سلام کا جواب دیا۔ مگر نگاہ ان کی جانب نہیں کی تھی۔

"بیٹا آپ کو کبھی دیکھا نہیں یہاں، معلوم ہوتا ہے آپ یہاں مسافر ہو۔"

جی امام صاحب، میں پاس والے ہسپتال میں آیا تھا تو یہی مسجد قریب تھی"
"اس لیے میں یہاں نماز پڑھنے چلا آیا۔

وہ نظر جھکا کر بات کر رہا تھا۔

بہت اچھی بات ہے بیٹا۔ آج کل کے جوان مساجد میں کم ہی نظر آتے ہیں۔" اور اس طرح اللہ تعالٰی سے دعا مانگنے والے بھی میں نے بہت کم ہی دیکھے ہیں "حالانکہ چالیس سال سے امامت کروا رہا ہوں۔

اس بات پر انس نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا ۔ امام صاحب کے چہرے پر جب اس کی نگاہ پڑی تو وہ مبہوت رہ گیا۔ وہ اتنے جاذب نظر اور پاکیزہ دکھ رہے تھے ۔اس نے کسی بزرگ کو اتنا خوبصورت اور حسین نہیں پایا تھا۔ یہ ان کی دین کی لگن اور دین کی راہ میں خود کو وقف کر دینے کا ہی کمال تھا کہ ہر دیکھنے والی آنکھ ان کو دیکھ کر ہٹنا بھول جاتی۔ انس اب بھی خاموشی اختیار کیے ہوئے تھا کہ امام صاحب نے بات جاری کی۔

"بیٹا کیا کوئی اپنا ہسپتال میں ہے؟"

وہ اس کی بات سے یہی اندازہ لگا پائے۔

"کاش کہ ایسا نہ ہو۔"

"کیا مطلب ہے بیٹا؟"

وہ اس کی بات پہ حیران ہوئے تھے۔

آپ دعا کریں ناں امام صاحب کہ وہ اورہان نہ ہو۔آپ تو بہت نیک ہیں آپ"
"کی دعا تو ضرور قبول ہو گی۔

"آمین بیٹا، اللہ پاک آپ کی دلی مراد پوری کرے۔ مگر آپ نے یہ کیوں کہا کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہو گی؟"

"کیونکہ آپ تو اللہ کے بہت قریب رہتے ہیں ناں۔"

"بیٹا ہم اللہ کے قریب کب جاتے ہیں اللہ ہمارے قریب ہوتا ہے۔ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ کبھی ہم سے دور نہیں ہوتا، یہ ہم ہی ہوتے ہیں جو اس سے فاصلہ پہ آجاتے ہیں۔ اور آپ سے کس نے کہہ دیا کہ نیک لوگوں کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟"

"میں نے تو یہی سنا ہے کہ نیک اور اچھے لوگوں کی اللہ سنتا ہے۔"

"آپ نے ٹھیک سنا ہے بیٹا مگر میں ایک بات کا اضافہ کرتا چلوں۔ اللہ اچھے اور برے ہر ایک کی ہی سنتا ہے۔ بس شدت ہونی چاہیے اور پورے یقین سے دعا مانگنی ہے۔ یقین ڈگمگا گیا تو دعا قبول ہو بھی گئی تو سکون نصیب نہیں ہوتا۔ سکون کے لیے اللہ پر کامل یقین ضروری ہے۔"

انس پوری توجہ سے ان کی بات سن رہا تھا اور اتنی دیر کے لیے اس کے ذہن سے ہر چیز مفقود ہو گئی تھی۔ وہ رب کی بڑائی کو جان رہا تھا اور رب کو جاننے کے

سفر میں انسان ایسے ہی ہر چیز کو بھول جاتا ہے۔ اس کے دل میں سکون اتر رہا تھا اور اس وقت اس نے محسوس کیا کہ وہ کتنے دنوں سے بے سکون تھا۔

"بہت شکریہ امام صاحب"

اس نے کھلے دل سے ان کا شکریہ ادا کیا۔

"بیٹا صرف اللہ سے مانگنا ہمیشہ، وہی سب دینے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کسی سے نہیں مانگنا۔بیٹا تمہیں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا یاد ہے جب انہوں نے کہا تھا کہ "اے میرے رب میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔"

سورہ مریم :آیت نمبر4

انس نے آہستگی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"تو بس پھر اللہ سے پورے یقین سے دعا مانگنا ، وہ بہتر کرے گا۔ ہو سکتا ہے بظاہر تمہیں وہ چیز پسند نہ آئے ، قابل قبول نہ ہو۔ مگر اس کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ کچھ بھی ہو جائے اس سے بدظن نہیں ہونا۔"

انہوں نے آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ان شاء اللہ امام صاحب، میں کوشش کروں گا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔"

چلو بیٹا اب میں چلتا ہوں۔ قرآن پاک پڑھنے کے لیے بچے آتے ہی ہوں "گے۔

امام صاحب وہاں سے بچوں کو پڑھانے کے لیے مسجد کی دوسری جانب چلے گئے اور انس بھی وہاں سے اٹھ کر باہر چلا آیا۔ اب اسے گرے بنگلے جا کر انہیں سارے معاملے سے آگاہ کرنا تھا۔

گرے بنگلے میں آیا جائے تو اس وقت فاریہ اور مہرماہ، فاریہ کے کمرے میں فجر کی نماز ادا کر رہی تھی ۔ حیدر صاحب اور سرفراز صاحب مسجد میں نماز پڑھ کر گھر کو آ چکے تھے۔ ماریہ بیگم اور صوفیا بیگم بھی نماز سے فارغ ہو کر اب اورہان کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ ان کی فیملیز کسی بھی کنڈیشن میں نماز نہیں چھوڑتی تھی۔

انس کی گاڑی گرے بنگلے کے گیراج میں آکر رکی اور وہ اندر کی جانب آیا۔ اس کے آتے ہی سب لاؤنج میں جمع ہو چکے تھے۔ سب ہی پر امید نگاہوں سے اس کو دیکھ رہے تھے جس کا چہرہ تھکا ہوا تھا۔

"انکل وہ کہہ رہے ہیں کہ ٹیسٹ رپورٹ آنے میں کم از کم دو دن لگ جائیں گے۔"

حیدر صاحب تو ڈھے گئے تھے۔

"انکل آج میں اپنی ٹیم کے ساتھ اس کی تلاش میں نکلوں گا مجھے یقین ہے وہ ٹھیک ہو گا۔"

وہ ان کو حوصلہ دینے کی کوشش کر رہا تھا یا شاید پھر سے ایک امید جگا رہا تھا جو ابھی تک موجود تھی۔

"انس تم اسے ڈھونڈ لاؤ گے ناں؟"

صوفیا بیگم سوجی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھ رہی تھی۔ اورہان اور انس میں انہوں نے کبھی فرق نہیں کیا تھا۔ اور انس اس کے لیے ان کا جتنا بھی احسان مند ہوتا وہ کم تھا۔

"آنٹی وہ ٹھیک ہو گا۔ اور میں اسے تلاش کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"نہیں تم مجھ سے وعدہ کرو۔ تم اورہان کو بالکل ہنستا مسکراتا گھر لاوں گے۔"

وہ ایک امید سے اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی تھی مگر ان کی اس بات پر انس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اگر وہ ان کی امید پر پورا نہ اتر سکا تو وہ کیسے سامنا کرے گا۔ ماریہ بیگم، انس کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔ اس لیے فورا آگے بڑھ کر صوفیا بیگم کو تھاما۔

"آجاو صوفیا، بچہ پہلے ہی بہت پریشان ہے۔"

انس کی ظاہری کیفیت سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ اس وقت کتنے برے حال میں تھا۔ انس نے ایک نگاہ سب پر ڈالی تو فاریہ کی حالت دیکھ کر اسے مزید افسوس ہوا۔ کتنے لوگ اس ایک جان سے جڑے تھے۔ انس نے اپنی نگاہوں کو فورا پھیرا ورنہ ان سب کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے دل کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔

سب اپنے اپنے طور پر اپنے ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اورہان کی تلاش میں مگن تھے۔ حیدر صاحب اور سرفراز صاحب خود بھی اس کی تلاش میں دربدر بھٹک رہے تھے اور اپنے کولیگز اور بزنس پارٹنرز سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ ان کی مدد کرے۔ زاویار اپنے دوستوں کے ساتھ مختلف جگھوں پر اس کو ڈھونڈ رہا تھا۔ خواتین گھر میں موجود اس کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

مہرماہ نے یونیورسٹی سے لیو لے لی تھی اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کر دیا تھا کہ فلحال ان حالات میں وہ پڑھا نہیں سکتی۔ وہ اس کنڈیشن میں یونیورسٹی جانے سے قاصر تھی۔ اس کا دل و دماغ ہر وقت ایک ہی انسان کو مانگ رہا تھا۔وہ تھا تو سب حسین تھا اب نہیں تھا تو سب بے معنی ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اس سب میں اپنے سٹوڈنٹس کا نقصان نہیں کر سکتی تھی۔

انس اپنی ٹیم کے ساتھ اورہان کی تلاش میں نکلا ہوا تھا۔ عریش سلطان کی نظر اس کے ایک ایک قدم پر جمی تھی۔ وہ کسی ثبوت کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ہر ایک ثبوت کو مٹا دیا گیا تھا۔

NOVEL HUT

انس نے سب سے پہلے سی سی ٹی وی فوٹیج چیک کرنا چاہی کیونکہ فیکٹری تو بری طرح تباہ ہو چکی تھی اور فیکٹری کے آس پاس کوئی گھر یا بلڈنگ بھی موجود نہیں تھی۔ اس لیے وہ تھوڑے فاصلے پر موجود ایک رہائشی اپارٹمنٹ بلڈنگ میں آیا۔ اس نے وہاں کے کیمروں کی فوٹیج دیکھنی تھی تاکہ اندازہ لگا سکے کہ اورہان یہاں تنہا آیا تھا یا کوئی اور بھی اس کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے ساتھ مشکوک فرد کی شناخت کے لیے بھی یہ ضروری تھا۔ وہ اس وقت پولیس وردی میں ملبوس تھا جس کے باعث اپارٹمنٹ مینجمنٹ نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا اور اس کے معاملہ بیان کرنے پر وہ اسے کنٹرول روم میں لے گئے تھے۔ وہاں جا کر انس نے حادثہ والی رات کی فوٹیج آن کروائی اور غور سے دیکھنا شروع کی۔

یہ ہفتہ کی رات کی فوٹیج تھی جب رات کے تقریبا دس بجے کے قریب وائٹ اوڈی اس راستے سے گزرتی دکھائی دی۔ انس نے فورا فوٹیج روکی اور زوم کر کے دوبارہ دیکھی پھر سلو موشن میں بھی فوٹیج پلے کی اور اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ اورہان تنہا ہی اس فیکٹری کی جانب گیا تھا۔

NOVELHUT

یہ بات انس کو مزید کھٹک رہی تھی کہ اورہان رات کے اس پہر آخر کیوں اس ویران اور سنسان جگہ پر موجود فیکٹری میں جائے گا؟

کہیں اس کے پیچھے ان لوگوں کا ہی ہاتھ تو نہیں جو اس پر الزام لگوا چکے تھے؟

کیا وہ کسی سازش کا حصہ بن چکا ہے؟

کیا کوئی ہے جو صرف اس کو برباد ہی نہیں بلکہ زندہ ہی نہیں دیکھنا چاہتا؟

کیا وہ زندہ ہے بھی یا۔۔۔؟

اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکا اور سوچنا چاہتا بھی نہیں تھا۔ یہ دو دن انہیں بھرپور صبر سے کام لینا تھا اور امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا تھا۔ مگر وہ ان دو دنوں میں اپنے یارِ غار کو ہر قیمت پر تلاش کرنا چاہتا تھا۔

مگر ان دو دنوں بعد ان پر کیا قیامت برپا ہونی تھی اس کا اندازہ شاید کسی کو بھی نہیں تھا۔

دو دن کس کرب اور اذیت سے گزرے تھے یہ تو وہ خود جانتے تھے یا ان کا خدا۔ مگر دل کی امید کسی صورت ماند نہیں پڑی تھی۔ انس نے ہر جگہ چھان ماری تھی۔ اورہان کے بزنس پارٹنرز اور کلاس فیلوز سے بھی مل کر دیکھ لیا تھا مگر کسی کو اورہان کی گمشدگی کا بھی علم نہیں تھا۔

انس اس وقت حیدر صاحب کی طرف ہی موجود تھا جب اس کو ایک نامعلوم نمبر سے کال آئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے کال ریسیو کی۔ دو دن سے یہی ہوتا آ رہا تھا جب بھی گھر کے کسی فرد کو کسی نامعلوم نمبر سے کال آتی تھی وہ اسی طرح فون کال ریسیو کرتے تھے۔انہیں یہی محسوس ہوتا تھا کہ کال کی دوسری جانب اورہان موجود ہو گا اور اس کی ہنستی مسکراتی آواز سے ان کے دل کی ساری ویرانی دور ہو جائے گی مگر ابھی تک یہ محض ایک سراب ہی تھا۔

کال کی دوسری جانب ایک اطلاع موصول ہوئی تھی۔ جس کو سنتے ہی اس کے چہرے کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔ سب اس کے تاثرات پر غور کر رہے تھے۔

انس نے کال بند کی اور سب کو خود کی جانب متوجہ پایا۔

"کیا ہوا بیٹا، کس کی کال تھی؟"

یہ پوچھنے والے سرفراز صاحب تھے۔

"انکل ہسپتال سے کال آئی ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ آگئی ہے۔"

"انہوں نے بتا دیا ناں کہ وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔"

نہایت آس لیے صوفیا بیگم نے اس سے استفسار کیا۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ ہسپتال آکر رپورٹ لے لیں۔"

"چلو جلدی۔"

حیدر صاحب فورا باہر کی جانب گئے ان کے پیچھے ہی انس بھی بھاگا۔ سرفراز صاحب بھی فورا باہر آئے انہیں اسی وقت گھر پہنچنا تھا۔ کیونکہ سرفراز ولا میں بھی کسی بڑے کا ہونا ضروری تھا معلوم نہیں کہ کیا خبر موصول ہو۔

انس نے گاڑی ڈرائیو کی۔ حیدر صاحب اس کے ساتھ والی سیٹ پر براجمان تھے۔ ہر وقت ہشاش بشاش رہنے والے کی حالت اس وقت اتنی ویران تھی کہ انس نے جب ڈرائیو کرتے ہوئے ان کو دیکھا تو اس کی آنکھیں نم ہونا شروع ہو گئی۔

ہسپتال پہنچ کر اس کی راہداریوں سے گزرتے ہوئے اک لمحے کے لیے ان کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔ ایک ڈر تھا جو رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔ انس نے ریسیپشن سے ڈاکٹر کے کمرے کا معلوم کیا اور ٹیسٹ رپورٹ لینے ڈاکٹر کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ حیدر صاحب بھی اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک لمبا سانس کھینچ کر انس نے دروازہ کھولا۔

اب منظر کچھ یوں تھا کہ ڈاکٹر اپنی راکنگ چئیر پر موجود تھا اور نظر کا چشمہ ناک پر ٹکائے رپورٹ کو غور سے پڑھ رہا تھا۔ ایک نظر اٹھا کر ان دونوں کی جانب دیکھا جن کی خوشی اور غم اس رپورٹ کے نتائج پر منحصر تھے۔ پھر ایک آہ بڑھتے ہوئے رپورٹ کے نتائج بتانا شروع کیے۔

مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ"
"کے مطابق ڈیڈ باڈی مسٹر اورہان حیدر عظیم ہی کی ہے۔

ڈاکٹر کے الفاظ اور لہجے سے افسوس جھلک رہا تھا۔ مگر حیدر صاحب اور انس کو تو جیسے کسی نے زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا۔

موت کی خبر۔۔۔ اپنے بیٹے کی موت کی خبر۔۔۔ جوان بیٹے کی موت کی خبر۔۔۔ اتنی جھلسی ہوئی ڈیڈ باڈی کہ آخری دیدار بھی ممکن نہیں۔۔۔

(ابھی تو اورہان کا رشتہ لینے جائیں بابا)

اس کی شرارت میں ڈوبی آواز۔۔۔

(بابا مجھے معلوم ہے آپ اب بھی ینگ مین ہیں۔ مجھ بیچارے پہ رحم کریں)

اس کا بابا کے ساتھ مذاق۔۔۔

(آپ کا بیٹا آپ سے کبھی بڑا نہیں ہو سکتا بابا)

اس کی بابا کے لیے عزت۔۔۔

حیدر صاحب کا دل پھٹنے کے قریب تھا۔ ان کا بیٹا۔۔۔ ان کا اورہان۔۔۔ ان کی جان۔۔۔ ان کا مان۔۔۔ ان کا لاڈلا۔۔۔

کیا سچ میں وہ یہاں اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا؟

کیا اب وہ کبھی بھی اس کو اپنے سامنے دیکھ نہیں پائیں گے؟

کیا اب وہ کبھی مسکرا کر ان کے گلے نہیں لگا کرے گا؟

NOVEL HUT

کیا دوبارہ وہ ان سے کوئی فرمائش نہیں کرے گا؟

کیا اچھے لوگ اتنی جلدی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں؟

کیا کوئی ان کے بیٹے جتنا پیارا اور فرمانبردار ہو سکتا تھا؟

اس کی مسحور کن، مسکراتی آواز ان کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

نہیں، نہیں یہ ممکن نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو ناں۔"
"میرا بیٹا نہیں ہو سکتا وہ۔

وہ آہستہ آواز میں بڑبڑا رہے تھے اور آخر میں ان کی آواز اونچی ہو چکی تھی۔ وہ اس ڈاکٹر کی بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔

آئی ایم سو سوری۔ میں سمجھ سکتا ہوں آپ ایک باپ ہیں، یہ ایک بہت بڑا"
"دھچکا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے وہ آپ کو صبر دے۔

ڈاکٹر کی بات سننے کی بجائے وہ اب انس کی جانب متوجہ تھے۔

انس تم بتاو ان کو، ان سے غلطی ہوئی ہے۔ وہ میرا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ رپورٹ"
"درست نہیں ہے۔

وہ انس سے پوچھ رہے تھے جو ظاہری طور پر تو ان کے ساتھ ہی بیٹھا تھا مگر اس کا ذہن اس وقت ماضی میں گم تھا۔

(یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آزمائش کے وقت میں ہی نہ رہوں)

سلاخوں کے پیچھے موجود اس شخص نے یہ الفاظ کیسے کہہ دیے تھے؟

یہ کیا کہہ گیا تھا وہ۔۔۔

کیا وہ جانتا تھا کہ اب اس دنیا میں اس کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا؟

کیا وہ اس کو اندھیری غار میں تنہا چھوڑ گیا تھا؟

کیا دو دوستوں کی محبت اور خلوص کی داستان اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی؟

کیا یار غار کا سفر ختم ہو چکا تھا؟

NOVEL HUT

اس کا دل اس سب کی نفی کر رہا تھا۔

جب حیدر صاحب کے پکارنے پر بھی اس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تو انہوں نے اسے جھنجھوڑا۔ وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا تو حیدر صاحب کے الفاظ پر اس کا دل چاہا کہ کاش وہ کبھی ہوش میں نہ آتا۔

"تم نے کہا تھا تم اسے صحیح سلامت ڈھونڈ کر لاوں گے۔"

وہ اس سے جواب طلب کر رہے تھے۔ اور اس کی زبان ہلنے سے انکاری ہو چکی تھی۔

"تم بول کیوں نہیں رہے؟"

وہ اس کو گریبان سے پکڑ چکے تھے۔ جس پر انس نے آہستگی سے ان کے گرد اپنے دونوں بازو حائل کر دیے بالکل اسی انداز میں جیسے اورہان کیا کرتا تھا۔ گویا یہ احساس دلایا کہ ان کا ایک بیٹا اب بھی موجود ہے۔

انس کے گلے لگتے ہی ان کے ہاتھوں کی گرفت اس کے گریبان پر کمزور پڑ گئی۔ اور وہ چھوٹے بچوں کی طرح اس کے گرد زور سے بازو حائل کر گئے۔

یہ منظر اس حد تک دردناک تھا کہ وہاں موجود ڈاکٹر کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔ اپنی ناک سے چشمہ اتار کر انہوں نے ٹشو پیپر سے آنسو صاف کیے۔ ہسپتال کے عملے میں سے ایک نرس جو ہاتھوں میں ایک پیکٹ لیے ان تک آ رہی تھی۔ وہ بھی وہیں رک چکی تھی جب وہ دونوں الگ ہوئے تو وہ نہایت دکھی انداز میں ان تک آئی۔

سر میت کی تمام چیزیں جل کر بھسم ہو چکی تھی سوائے اس ایک انگوٹھی"
"کے۔

اس نے ایک ٹرانسپیرنٹ لفافہ ان کے آگے بڑھایا جس میں انس کی دی گئی ایک انگوٹھی موجود تھی جو اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اورہان کو پہنائی تھی۔

انس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس لفافے کو تھاما اور کسی متاع جان کی مانند اسے زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں تھام لیا۔ اور حیدر صاحب کو سہارا دیے ہسپتال کی سرد اور وحشت ناک راہداریوں سے گزرتا باہر آیا اور دل سے دعا کی کہ خدا دشمن کو بھی اس اذیت سے محفوظ رکھے۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر حیدر صاحب کو بٹھایا جن کی آنکھوں میں اب صدیوں کی تھکن موجود تھی۔

خود بھی گاڑی میں آکر بیٹھا اور گرے بنگلے کی طرف گاڑی کا رخ موڑ دیا۔ جہاں سب اس خبر سے بے خبر ایک اچھی خبر سننے کے منتظر تھے۔

انس کی گاڑی گرے بنگلے کے باہر آکر رکی۔ اس نے فورا باہر نکل کر حیدر صاحب کی طرف کا دروازہ کھولا اور انہیں تھام کر گھر کے اندر بڑھا۔ سب لوگ لاونج

میں ہی جمع تھے اور ان کے کان صرف یہ سننا چاہتے تھے کہ وہ اورہان نہیں ہے۔ مگر تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

ان دونوں کی حالت کو دیکھ کر ہی ان کے دل ڈر چکے تھے۔ ان کی چھٹی حس انہیں کسی بری خبر کی اطلاع دے رہی تھی۔ صوفیا بیگم اور فاریہ بھاگ کر حیدر صاحب کی جانب آئیں۔

"حیدر بتائیں وہ میرا اورہان نہیں ہے۔"

ان کے کان یہی جواب سننا چاہتے تھے۔

"بابا، بھائی کو ڈھونڈ لائیں۔ مجھے پتا ہے وہ میرے بھائی نہیں تھے۔"

فاریہ اپنے بابا سے التجا کر رہی تھی کہ وہ کہہ دیں کہ وہ آگ میں جھلسی ہوئی ڈیڈ باڈی اس کے بھائی کی نہیں ہے۔ مگر حیدر صاحب کی خاموشی انہیں کچھ اور ہی پیغام دے رہی تھی۔

"آپ ہی کچھ بتا دیں پلیز"

اپنے بابا کی مسلسل خاموشی پر وہ اب انس کی جانب متوجہ ہوئی تھی جس کی نگاہیں فرش پر ہی جمی ہوئی تھی۔ جو فاریہ کو مزید ڈرا رہی تھی۔ انس کی خاموشی پہ

صوفیا بیگم آگے بڑھی اس سے پہلے کو وہ انس سے کچھ پوچھتی سائرن کی آواز ان کی سماعت سے جا ٹکرائی اور دیکھتے ہی دیکھتے دو لوگ ہاتھوں میں سٹریچر تھامے اندر کی جانب آتے دکھائی دیے۔ میت کو لاؤنج کے عین وسط میں رکھ کر انس کے کندھے پر تھپکی دے کر وہ لوگ یہاں سے چلے گئے اور صوفیا بیگم اسی جگہ زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو چکے تھے۔

فاریہ جہاں کھڑی تھی ادھر سے ہل نہیں سکی۔

(میری گڑیا)

ہاں یہی تو کہا کرتا تھا اس کا بھائی اسے۔۔۔

تو کیا اس کو نہایت پیار اور مان سے گڑیا پکارنے والا اس دنیا میں نہیں رہا تھا؟

فون کب سے چنگھاڑ رہا تھا مگر کوئی بھی اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ کسی کو اس وقت کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ سب کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو چکی تھی۔ ایمبولینس کی آواز سن کر سوسائٹی والے ان کے گھر جمع ہو رہے تھے۔ ایک انکل نے کسی کو متوجہ نہ پا کر فون کی مسلسل بیل پر خود ہی کال ریسیو کر لی۔

"حیدر کیا رپورٹ آئی ہے؟"

فون کی دوسری جانب سرفراز صاحب بول رہے تھے اور ان کے تمام گھر والے ان کے پاس ہی موجود تھے۔ فون سپیکر پر لگا ہوا تھا۔

"حیدر کے بیٹے کی میت گھر آئی ہے اور۔۔۔"

وہ آگے بھی کچھ بول رہے تھے مگر ان سب کے کان تو سائیں سائیں کرنا شروع ہو گئے تھے۔ سرفراز صاحب کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین بوس ہوا تھا۔

ماریہ بیگم کا چہرہ ایک دم زرد پڑ گیا تھا۔ مہرماہ نے لڑکھڑا کر گرنے سے قبل پلر کا سہارا لیا تھا۔ زاوی کی سانس ایک پل کے لیے رک چکی تھی۔ یہ خبر ان پر قیامت بن کر وارد ہوئی تھی۔ ساری امیدیں دم توڑ گئیں تھی۔ سارے چراغ بجھ چکے تھے۔ ہر دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

زاوی نے آگے بڑھ کر اپنی بہن کو تھام کر صوفہ پر بٹھایا جس کے ہاتھ اب تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اور ہاتھ ہی نہیں اس کا پورا جسم کانپنا شروع ہو چکا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کی تو اس ساحر کا چہرہ اس کی نگاہوں کے پار لہرایا۔

اس کے لب ہولے ہولے اس کا نام پکار رہے تھے جیسے وہ پکارا کرتا تھا مگر جب وہ اس کا نام پکارتا تھا تو سب کتنا حسین تھا مگر اب۔۔۔ اب تو کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہنا تھا۔ اس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ پاس کھڑے زاوی کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ بس یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ بڑبڑا رہی ہے۔

زاوی بھاگ کر کمرے میں آیا اور کمبل لے کر واپس لاؤنج کی طرف بھاگا۔ جلدی سے اس کے گرد کمبل پھیلایا کیونکہ اس کی کپکپاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

سرفراز صاحب اور ماریہ بیگم کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ ان کی بیٹی نکاح کے بعد ہی بیوہ ہو چکی تھی۔ ان کا داماد جن کو انہوں نے شروع سے اپنا بیٹا مانا تھا وہ ان کی بیٹی کو تنہا چھوڑ گیا تھا۔

یہ سب کیا ہو رہا تھا؟

کیا خوشیوں کی معیاد اتنی کم ہوتی ہے؟

کیا غم، خوشی پہ قابض ہونے کے لیے ہر وقت تیار ہوتے ہیں؟

کیا زندگی اتنی آسانی سے دھوکہ دے جاتی ہے؟

کیا اس زندگی نے بھی کسی سے وفا کی ہے؟

وہ سرفراز ولا جس کی سجاوٹ ابھی تک اسی طرح موجود تھی جیسے رخصتی کے لیے کی گئی تھی ان کے رہائشیوں کی زندگی سے میل نہیں کھا رہی تھی۔

سرفراز صاحب کی پوری فیملی گرے بنگلے آچکی تھی اور یہاں تو کہرام بپا تھا۔
جوان موت کا سن کر دور دور سے لوگ یہاں جمع تھے اور افسوس کر رہے تھے۔
میت کو لان کے درمیان میں رکھا گیا تھا اور اردگرد کرسیوں پر لوگ موجود تھے۔
سارا انتظام اورہان کے بزنس پارٹنرز نے ہی کیا تھا ورنہ ان میں سے تو کسی کو بھی ہوش نہیں تھا۔
کسی کی آمد پر جب روتی ہوئی فاریہ کی نظر مہرماہ کی جانب اٹھی جس کا چہرہ مرجھاہٹ کا شکار ہو چکا تھا ایک لمحے کے لیے اس کے آنسو تھم گئے اور وہ سہارا لے کر زمین سے اٹھی۔

"مہرو آپی دیکھیں یہ سب کہہ رہے ہیں کہ یہ بھائی کی ---"

آنسوؤں کا سلسلہ پھر سے رواں دواں ہو چکا تھا اور اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ مہرماہ نے بہت نرمی سے اس کے گرد اپنے بازو حمائل کیے اور اس کی پیٹھ

سہلائی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سہارے پر کھڑی تھی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے کوئی زمین بوس ہوا تھا اور وہ کوئی اور نہیں اپنے بھائی کی گڑیا تھی جس کا سب سے مضبوط سہارا اس کا بھائی تھا اور آج اس سہارے کے بغیر وہ اپنے قدموں پر کھڑی نہ رہ سکی تھی۔

سارے لان میں ہلچل مچ چکی تھی۔ سب فاریہ کے اردگرد جمع ہو رہے تھے۔ مہرماہ مسلسل اس کو جگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"پانی لے کر آو جلدی"

وہ اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔ انس شور کی آواز سن کر فورا خواتین والی سائیڈ پر آیا تو ایک جگہ پر گول دائرہ کی صورت کافی لوگوں کو اکٹھا پایا۔ گھبراہٹ میں وہ فورا وہاں تک پہنچا۔ اور فاریہ کو ہوش و خرد سے بیگانہ دیکھ کر اس کا سانس اٹک گیا۔

"فاریہ۔۔ کیا ہوا ہے فاریہ کو؟ اٹھو فاریہ۔ ڈاکٹر۔۔۔"

فاریہ کے لیے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے انس کی تڑپ دیکھ کر ماہ رخ جو اطلاع ملنے پر اپنی خالہ کے ہمراہ یہاں آئی تھی دو آنسو ٹوٹ کر اس کے صبیح چہرے پہ

پھسل گئے۔ اور اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ معلوم نہیں یہ آنسو فاریہ کی تکلیف پہ تھے یا انس کی تڑپ پہ یا شاید یہ اس کی بے بسی کے آنسو تھے۔ سب ہی تو تکلیف میں تھے۔

کیا کوئی تھا یہاں جو پر سکون تھا؟

نہیں۔۔۔یقینا کوئی بھی نہیں۔

ایک لڑکی پانی لے کر آئی تو مہرماہ نے اس کے چہرے پر کچھ چھینٹے گرائے جن سے وہ ہوش میں آگئی۔ انس سکھ کا سانس بھرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور سر جھکائے واپس چلا گیا۔ فاریہ کی زبان پر اب صرف ایک ہی بات تھی۔

"مہرو آپی کہہ دیں یہ میرے بھائی نہیں ہیں۔ پلیز کہہ دیں۔"

میت کی جانب اشارہ کرتے وہ مہرماہ سے لپٹی ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔

" صبر کرو فاریہ"

مہرماہ نے اس کو سنبھالتے ہوئے کہا۔اس کی اپنی آنکھیں ویران ہو چکی تھی۔

وہ آنکھیں جن پر اورہان کا قلم صدیوں لکھ سکتا تھا ان کی ایسی حالت پر اورہان کے لکھے الفاظ بھی رو رہے تھے۔

کیا کوئی اس کے غم کا اندازہ لگا سکتا تھا جس کا شوہر نکاح کے بعد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہو؟

کیا کوئی اس جتنی ہمت اور ثابت قدمی دکھا سکتا تھا جو اپنی محبت کو کھو کر بھی ہوش میں تھی؟

آخر اس میں اتنا حوصلہ کہاں سے آتا تھا؟

"آپ کو صبر آجائے گا؟"

یہ سوال تھا مگر اس کا جواب دینا مہرماہ کے لیے بے حد کرب ناک تھا۔

"ہاں"

یک لفظی جواب۔۔۔

"تو کیا آپ بھائی کو بھول جائیں گی؟"

NOVEL HUT

اسے مہرماہ سے یہ امید نہیں تھی۔ وہ اتنی مضبوط تھی یا اسے زیادہ فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

"تم سے کس نے کہہ دیا فاریہ کہ اگر انسان واویلا نہ کرے تو اسے دکھ نہیں ہوتا۔ جانتی ہو جو انسان بظاہر نہیں چیختا اس کا اندر چیخ رہا ہوتا ہے۔ اس انسان کی تکلیف کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا جس کے اندر طوفان برپا ہو مگر بظاہر وہ پرسکون دکھائی دے۔ اور رہی بات اوہان کو بھولنے کی تو یہ ممکن نہیں۔ مگر میں ایسا کوئی فعل نہیں کروں گی جن سے ان کی روح کو اذیت ہو۔ تم بھی نہیں کرو گی ناں؟"

اس کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ نہیں تھی مگر اس کی آواز میں نمی کا عنصر موجود تھا۔

"ہاں میں اپنے بھائی کو تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔"

"تم اوہان کی پیاری گڑیا ہو اور جتنی ان کو عزیز تھی اتنی ہی مجھے ہو۔ تم نے حوصلہ کرنا ہے ۔ دیکھو آنٹی کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

اس نے فاریہ کو ساتھ لگاتے ہوئے صوفیا بیگم کی جانب اشارہ کیا جو اس وقت شاید یہاں موجود ہی نہیں تھیں ان کا ذہن اس دھچکے کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

انہیں تو اس وقت یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کی بیٹی کس حالت میں ہے۔ ماریہ بیگم ان کے ساتھ موجود ان کو تھام کر بیٹھی تھیں جو اس وقت یوں تھیں گویا ان کی ساری دنیا ویران ہو چکی ہو۔

وہیں مردوں والی سائیڈ پر آیا جائے تو حیدر صاحب کو دیکھ کر سرفراز صاحب نہایت افسوس کا شکار ہوئے تھے۔ چند ہی دنوں میں وہ ہشاش بشاش رہنے والے اورہان کے ینگ مین، بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کے چہرے پہ جھریاں نمایاں ہو رہی تھی ورنہ اورہان ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ بابا آپ کا چہرہ آج بھی نوجوان لڑکوں جیسا فریش ہے۔ مگر یہ وہی تو تھا جس کی بدولت اس کے بابا ہمیشہ فریش ہوتے تھے۔ اب وہی تو نہیں رہا تھا۔

سرفراز صاحب ان کو تسلی دے رہے تھے۔ حیدر صاحب کا بھتیجا جس کی فاریہ سے منگنی طے کی گئی تھی وہی کفن دفن کا نظام دیکھ رہا تھا۔

کیونکہ انس تو اس وقت ایک کونے میں نڈھال موجود تھا۔ نہ صرف اورہان کے جانے کا غم تھا بلکہ اس کی فیملی کی یہ حالت اس کے صبر کا پیمانہ لبریز کر رہی تھی۔ ایک آگ تھی جو اس کی آنکھوں میں دہک رہی تھی۔

ہر اس شخص کو جلا کر راکھ کر دینے کی آگ جس نے اس سے اس کا یار غار چھین لیا تھا۔

جنازہ کا وقت ہو چکا تھا ۔ نہایت تکلیف دہ بات یہ تھی کہ کوئی اس کا آخری دیدار بھی نہیں کر سکا تھا کیونکہ اس کی میت بے حد جل چکی تھی جس کی تکلیف ان کا دل چیرنے کو کافی تھی۔

وہ کس حد تک اذیت میں ہو گا جب اس کا جسم آگ کی لپٹوں میں جھلس رہا ہو گا؟

وہ وقت جب وہ مدد کے لیے پکار رہا ہو گا؟

جنازہ اٹھانے کی غرض سے مرد حضرات ، عورتوں والی سائیڈ پر آئے۔ انس کی نگاہ اس میت سے نہیں ہٹ رہی تھی۔ وہ اس کے دوست کا وجود تھا جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا تھا۔ پھر آج وہ اکیلا کیسے چلا گیا؟

انس آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ وہ جنازہ اٹھاتا فاریہ بول پڑی۔

"پلیز تھوڑی دیر رک جائیں میں دوبارہ اپنے بھائی کو دیکھ نہیں پاوں گی۔"

وہ معصوم گڑیا اپنے بھائی کے وجود کو قبر میں مدفن ہونے سے پہلے کچھ دیر اپنے پاس دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کی بات پہ انس کے ہاتھ تھم گئے۔ وہ پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا اور گم صم نگاہوں سے اس جانب دیکھنے لگا جہاں وہ اپنے بھائی کے کفن شدہ وجود کے پاس زمین پر بیٹھی اس کو تک رہی تھی۔ مہرماہ اس کے پاس ہی بیٹھی اس وجود کو بغیر پلک جھپکے دیکھ رہی تھی جیسے اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی آنکھ بند ہوئی تو وہ دوبارہ اس کو دیکھ نہیں پائے گی۔

سرفراز صاحب آگے بڑھے اور فاریہ کے سر پر پیار دیا جو بس اپنے بھائی کو خود سے دور ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"بیٹا ہمیں میت کو جلد از جلد دفن کرنا ہے۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

ایک بزرگ نے اپنی بات ان کے گوش گزار کی۔

اور مہرماہ یہ سوچنے لگی کیا انسان چند لمحوں میں اپنا نام کھو بیٹھتا ہے؟

کوئی اس کو اورہان کیوں نہیں پکار رہا تھا؟

سب اس کو میت کیوں کہہ رہے تھے؟

نڈھال سے حیدر صاحب، صوفیا بیگم کے پاس آئے۔

"صوفیا اجازت دو۔"

کس دل سے انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے یہ وہی جانتے تھے۔

"کس بات کی اجازت؟"

دنیا جہان سے بے خبر صوفیا بیگم ایک دم ہوش کی دنیا میں لوٹی تھیں۔

"تدفین کا وقت ہو رہا ہے۔"

"کس کی تدفین؟"

اور حیدر صاحب کا دل کیا وہ یہاں سے بھاگ جائیں۔ اس سوال کا جواب ان کے لیے اس حد تک اذیت ناک تھا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی کبھی اتنی اذیت برداشت نہیں کی تھی۔

NOVEL HUT

"اورہان کی تدفین، صوفیا"

"میرا اورہان، حیدر؟"

یہ سوال تھا یا جواب یہ وہ سمجھ نہیں پائے۔

"ہمارا بیٹا صوفیا، ہمارا اورہان"

تکلیف کی شدت سے ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھی۔ ان کا چہرہ اس وقت آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"یہ ہمارا بیٹا نہیں ہے حیدر۔ میرے اورہان کے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔"

وہ اب بھی اسے اورہان ماننے کو تیار نہیں تھیں۔

صوفیا حوصلہ کرو۔ دیکھو فری بچی ہے۔ اسے ہم نے سنبھالنا ہے۔ وہ اکیلی ہو" "گئی ہے۔

انہوں نے فاریہ کی جانب اشارہ کیا۔ فاریہ نے جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اپنے بابا کو دیکھ کر وہ ان کے پاس آئی۔ حیدر صاحب نے اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کے سر پر بوسہ دیا۔ وہ اپنی ایک اولاد کو کھو چکے تھے دوسری میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ فاریہ اپنے بابا سے الگ ہوئی اور اپنی ماما سے جا لپٹی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا۔ اپنے کو کھو دینے کے بعد اس بارے میں سوچنا کہ وہ دوبارہ کبھی اسے دیکھ نہیں پائے گا، اس سے مل نہیں پائے گا۔ یہ ڈر انسان کو اس شدت سے ہوتا ہے کہ اس کی روح بھی کانپ اٹھتی ہے۔

حیدر صاحب آگے بڑھے تو انس، سرفراز صاحب اور دیگر مرد حضرات بھی آگے بڑھے اور اللہ پاک کا نام لے کر جنازہ اٹھا لیا۔ اس وقت سب کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

مہرماہ، ماریہ بیگم سے لپٹی ہوئی تھی اور فاریہ، صوفیا بیگم کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی۔ ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ شدت سے چیخیں مگر انہیں کوئی بھی ایسا کام نہیں کرنا تھا جس کی دین میں اجازت نہیں۔

مہرماہ اس وقت مسلسل اورہان کے لیے دعا مانگ رہی تھی۔ اس کا دل و دماغ صرف اورہان کے گرد گردش کر رہا تھا۔ وہ انتہائی کرب سے گزر رہی تھی۔

جنازہ لے جایا جا چکا تھا۔ قبرستان میں پہنچ کر حیدر صاحب نے اپنے ہاتھوں سے اپنے جوان بیٹے کو مٹی کے حوالے کیا تھا۔

وہی مٹی جو اس کے وجود کا حصہ تھی۔

وہی مٹی جس میں انسان کو مٹی ہو جانا ہے۔

تدفین مکمل کر کے جب واپس جانے کی باری آئی تو سب نے واپسی کی راہ لی۔ سرفراز صاحب نے حیدر صاحب کو سہارا دیا۔ انس بھی ان کے ہمراہ آگے بڑھا

کیونکہ اسے کسی صورت اورہان کی فیملی کو تنہا نہیں چھوڑنا تھا ورنہ اس کا یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ان کے جانے کے بعد ایک وجود تھا جو قدم بہ قدم بڑھتا اس قبر کے قریب آ رہا تھا جس کی مٹی ابھی بالکل نم تھی۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی گئی۔

خدا تمہارے سارے گناہ معاف کر دے۔ میں پھر تم سے معذرت کرتا ہوں۔"
"لیکن بتایا تھا ناں یہ بہت ضروری تھا۔

سیاہ لباس زیب تن کیے سیاہ چشمہ لگائے عریش سلطان نہایت افسوس سے اس کی قبر پر کھڑا دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔

تدفین کے دوران انس کا فون کہیں گر گیا تھا جس کو لینے کے لیے وہ واپس آیا اور فون تو شاید بہانہ ہی تھا دراصل وہ اس کی قبر پر جانا چاہتا تھا۔ لیکن دور کھڑا یہ وجود اس کے دماغ کے کونوں میں بہت ساری پہیلیاں بن گیا۔

عریش جب پلٹا تو انس فوراً درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ قبر کی جانب بڑھا۔ اچانک سے پاوں کے نیچے کچھ کچلے جانے کی آواز پہ اس

نے جب نگاہ زمین پر کی تو اسے اپنا فون نظر آیا۔ اس نے جھک کر فون اٹھایا اور پھر قبر کے پاس آیا۔

میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اوربان اگر یہ شخص تمہاری اس حالت کا ذمہ دار ہوا" "تو اسے اپنے ہاتھوں سے اس کے انجام تک پہنچاوں گا۔

یہ کہتے ہوئے اس نے قبر کی نم مٹی کو اپنی مٹھی میں بھرا اور پھر مٹھی کھول دی۔

ایک جنون اس کی رگوں میں سرایت کر رہا تھا۔ ہر اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچانے کا جنون جو اس کے دوست کی اس حالت کا ذمہ دار تھا۔

رات اپنے اندھیرے کے ساتھ آن وارد ہوئی تھی ایسا اندھیرا جس میں روشنی کی رمق ہمیشہ موجود ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہر مشکل حال میں بھی امید کی کرن ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ گرے بنگلے سے مہمان واپس جانا شروع ہو گئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگ تعزیت کرتے، افسوس کا اظہار کرتے، آنسو بہاتے، دل میں جوان موت کا درد لیے یہاں سے جا چکے تھے۔ سرفراز صاحب

بھی اپنی فیملی کے ہمراہ جا چکے تھے۔ ابھی سب اکیلے رہنا چاہتے تھے۔ کسی کو اپنے غم کا اشتہار نہیں لگانا تھا۔ نگین پھوپھو اپنے بھائی کو حوصلہ دے رہی تھیں جو اپنے جوان بیٹے کو کھو چکے تھے۔ اورہان کی موت نے ہر ایک کو نڈھال کر دیا تھا۔

"بھابھی آپ نے اور فری نے کچھ نہیں کھایا۔ ایسے تو آپ کی طبیعت بگڑ جائے گی۔"

وہ ان کے لیے کھانا لے کر آئیں تھیں۔ سرفراز صاحب، حیدر صاحب کو چند نوالے کھلا کر ہی گئے تھے۔ وہ سب اس وقت اورہان کے کمرے میں موجود تھے۔ اس کے کمرے کی ہر شے اس کی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی۔ بس ایک وہ ہی نہیں تھا۔

"مجھے نہیں کھانا نگین۔"

صوفیا بیگم نے نم آواز میں ان سے کہا۔

"بھابھی ضد نہیں کریں۔ اگر اورہان آپ کو ایسے دیکھتا تو اسے کتنی تکلیف ہوتی۔ وہ آپ کو کتنا چاہتا تھا۔"

NOVEL HUT

وہ ان کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"اورہان ہی تو نہیں ہے نگین ۔ باقی تو آج بھی سب ویسا ہی ہے۔"

اردگرد نگاہ دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"اورہان کی خاطر کھانا لیں پلیز۔"

اپنی بھابھی کی ایسی حالت ان کو دکھ میں مبتلا کر رہی تھی۔ انہوں نے نوالہ بنا کر ان کی جانب بڑھایا تو اپنے بیٹے کی خاطر انہوں نے نوالہ منہ میں ڈال لیا مگر اس کو حلق سے اتارنا ان کے لیے بے حد مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ نگین پھوپھو نے ان کو پانی تھمایا تو پانی کا گھونٹ بھر کر انہوں نے اس نوالے کو کھایا۔ نگین پھوپھو نے دوسرا نوالہ بڑھایا تو انہوں نے منع کر دیا۔ وہ ان کی حالت سمجھ رہی تھیں اس لیے خاموشی سے یہاں سے چلی گئیں۔

پیچھے کمرے میں حیدر صاحب اور صوفیا بیگم ہی رہ گئے۔ جو اپنے بیٹے کے کمرے میں موجود اس کو محسوس کر رہے تھے۔

فاریہ کے کمرے میں آیا جائے تو گھپ اندھیرا تھا اور اس نے روشنی کرنا بھی نہیں چاہی تھی۔ وہ زمین پر بیٹھی ہاتھوں میں اپنے بھائی کی تصویر تھامے محو اسے تکی جا رہی تھی۔

"بھائی آپ کہاں چلے گئے ہیں۔ آپ کی گڑیا اکیلی رہ گئی۔"

اس کے آنسو فریم کے شیشے پر گر رہے تھے اور اورہان کی تصویر کو دھندلا رہے تھے جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہی تھی۔

"آپ تھے ناں اپنی گڑیا کا سہارا بھائی ! آج آپ کی گڑیا گر گئی۔ آپ میرا مان تھے بھائی میں نے اس دنیا میں سب سے زیادہ آپ پر بھروسہ کیا تھا۔ آپ مجھے اکیلا کیوں چھوڑ گئے؟"

اس کی سسکیاں اس اندھیرے کمرے میں گونجی رہی تھیں۔

وہیں سرفراز ولا میں داخل ہوا جائے تو سب اپنی اپنی جگہ بے حد غمزدہ تھے۔ مریم نے اپنے والدین کو کھانا کھلایا تھا۔ وہ خود بھی غم میں تھی اچانک اتنا سب کچھ ہو گیا تھا کہ سنبھلنے کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا۔

مہرماہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ مریم جب اس کو کھانا دینے آئی تو اس نے انکار کر دیا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مریم نے زیادہ اصرار نہیں کیا وہ اس کو وقت دینا چاہتی تھی تاکہ وہ خود ہی سنبھل جائے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ مہرماہ سرفراز ہے جو اپنی اذیت اپنے اللہ کے سوا کسی کو نہیں بتائے گی۔

مہرماہ نے وضو کیا اور اپنے خوبصورت چہرے کے گرد چادر لپیٹ کر جائے نماز بچھایا اور عشاء کی نماز ادا کی۔ پوری نماز میں ایک لمحے کے لیے بھی اس کے آنسو نہیں تھمے تھے۔ اور اس نے ان آنسوؤں کو روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اس نے بہت ہمت سے یہ وقت گزارا تھا مگر اب اپنے رب کے سامنے وہ ٹوٹ رہی تھی بکھر رہی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ وہ اسے جوڑ لے گا۔ ہاں وہی رب جو ہمیشہ دل کی کرچیوں کو جوڑ کر نئے سرے سے دل کو مضبوط کر دیتا ہے۔ وہی جو کبھی نہیں دھتکارتا۔ وہی جو دلوں میں سکون اتار دیتا ہے۔

"یا رحمن ! آپ تو رحم کرنے والے ہیں ناں مجھ پر رحم کر دیں ۔ یہ اذیت مجھے توڑ رہی ہے۔ میری ہمت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ میں تو بہت کمزور ہوں کیسے

سنبھالوں خود کو۔ مجھے تو صرف آپ ہی سنبھال سکتے ہیں۔ میں صرف آپ سے ہی مانگتی ہوں آپ مجھے محروم نہیں کرنا۔"

اپنے ہاتھوں کو دعا کی حالت میں اٹھائے وہ اپنے رب سے فریاد کر رہی تھی۔

"یا غفور ! تو تو بخشنے والا ہے ناں۔ تو میرے اورہان کی ہر غلطی ان کے ہر گناہ کو بخش دینا۔ وہ میری زندگی تھے اللہ۔۔۔مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں نے خود کو کھو دیا۔"

وہ اپنے رب کے حضور اپنے محرم کے لیے دعا گو تھی۔

"میں ان کے بغیر ادھوری رہ گئی اللہ۔۔۔ وہ میری محبت تھے میرے مالک ، مجھے تو انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا اور میرا ساتھ عالم ارواح میں ہی لکھ دیا تھا۔ مگر اس فانی دنیا میں ان کا اور میرا ساتھ فنا ہو گیا۔"

آہستہ آہستہ اس کی ہچکیاں بندھ رہی تھی۔

"یا اللہ مجھے صبر دے دے۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا۔ میرا دل پھٹ رہا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے میں اپنی زندگی ہار بیٹھوں گی۔"

اس اذیت ناک لمحہ میں ایک جملہ اس کے کانوں میں سنائی دیا۔

مہرو جانتی ہو جب میں پریشان یا خوش ہوتی ہوں غرض میری کوئی بھی کیفیت" "ہوتی ہے تو میں اپنے اللہ کی بات بھی سنتی ہوں۔

یونیورسٹی کے گارڈن میں ایک بنچ پر بیٹھی ام ہانی نے مہرماہ سے اپنا راز شئیر کیا۔

"وہ کیسے؟"

مہرو نے تجسس سے اس کی جانب دیکھا جس کی نقاب سے جھانکتی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک تھی۔

میں بسم اللہ پڑھ کر قرآن پاک کھولتی ہوں مہرو، اپنے سبق سے کھولوں یہ" ضروری نہیں ہوتا ویسے ہی جہاں سے بھی کھل جائے اور میری نظر کسی ایک آیت پہ ٹھہر جاتی ہے اور جانتی ہو اس آیت میں میرے ہر سوال کا جواب موجود "ہوتا ہے۔

NOVEL HUT

"واو! اٹس آمیزیکل"

وہ ام ہانی کے ساتھ رہتے ہوئے جان چکی تھی کہ وہ جھوٹ نہیں بولتی۔

"تم بھی ٹرائی کرنا۔"

"ہاں ضرور مجھے تو سن کر ہی کافی دلچسپ معلوم ہو رہا ہے۔"

اس آواز نے اس کو بھولی ہوئی بات یاد دلا دی تھی۔ یہ آواز اس کو یقینا اس دو جہانوں کے مالک و پروردگار نے ہی سنوائی تھی۔ وہ میکانکی انداز میں جائے نماز سے اٹھی۔ قرآن پاک والی الماری سے قرآن پاک اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور چلتی ہوئی بیڈ پر آ بیٹھی۔ اس کے آنسو تھم چکے تھے۔ اس وقت اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اپنے رب کے الفاظ پڑھنے جا رہی تھی۔ اس نے بسم اللہ پڑھی اور قرآن پاک کو کھول دیا۔

ایک آیت پر اس کی نگاہ خود بخود ٹھہر گئی۔

[وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ) [الشوری: 43)

اور جو شخص صبر کر لے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں "سے ہے۔"

اس آیت کو پڑھتے ہوئے اس کے آنسو پھر سے رواں ہو گئے۔ اسے اس کا رب اپنے الفاظ میں تسلی دے رہا تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ وہ بہت ہمت کا کام کر رہی ہے وہ اس کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ وہ اس کی ہمت بندھا رہا تھا۔ کون

کہتا تھا کہ اللہ سنتا نہیں ہے؟ اس نے تو اپنے رب سے صبر مانگا۔ اس کو اپنی اذیت بتائی۔ اس رب نے تو اس کو یہ نہیں کہا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ وہ تو اس کے دل کے حالات سے خوب واقف تھا۔

اسے اپنے رب پر بے انتہا پیار آیا۔ کتنا مہربان ہے اس کا رب جس نے کبھی کسی بھی مشکل میں اسے تنہا نہیں چھوڑا۔ جس نے اپنے الفاظ سے اسے تسلی دی۔ جس نے اسے صبر اور ہمت دی کیونکہ اس کی رضا کے بغیر تو وہ صبر بھی نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے قرآن پاک کے ورقوں کو پلٹا تو ایک اور آیت پہ اس کی نظر جا ٹھہری۔

(يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (153

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اپنے رب کی اتنی محبت اور تسلی پر اس کے اشک بہنا بند ہو گئے تھے۔ ہاں وہ ہے نا اس کے ساتھ ۔ وہ جس کے ساتھ بھی ہوتا ہے اسے بھلا ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت ہوتی ہے؟ وہ اپنے رب کی بھیجی ہوئی آیات کو پڑھنا شروع

ہو گئی۔ سکون اس کے رگ وپے میں سرایت کرنا شروع ہو گیا۔ اس کو نیند نے آن گھیرا اس نے قرآن پاک کو واپس الماری میں رکھا اور جائے نماز کو تے لگا کر اس کی جگہ پر رکھا۔ وہ بیڈ کی جانب آئی تو نیند کا غلبہ اس پر طاری ہو گیا اور وہ اپنے محرم کے لیے دعا کرتی ہوئی اس آزمائش بھری دنیا سے کچھ پل کے لیے بیگانہ ہو گئی۔

مڈل کلاس طبقے کے ایک چھوٹے لیکن خوبصورت گھر میں آیا جائے تو کھڑکی دروازے بند کیے، روشنی بجھائے ایک وجود بیڈ کی پائنتی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا نظر آیا۔ آنکھیں بند کیے، آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ وہ ایک خیال میں کھویا ہوا تھا۔ یہ اس وقت کا خیال تھا جب گھر کے جھگڑوں سے تنگ آکر بغیر سوچے سمجھے وہ ایک کبیرہ گناہ کرنے جا رہا تھا۔

"آج میں خود کو ختم کر لوں گا۔ میرے جیتے جی میں نے کبھی اس گھر میں سکون نہیں دیکھا۔ لیکن اب میں مر کر سکون حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بیوقوف خودکشی کو سارے غموں سے نجات کا ذریعہ سمجھے بیٹھا تھا۔ اس غرض سے وہ گاڑی میں آکر بیٹھا اور اس مڈل طبقے کے گھروں سے باہر سیدھی اور کشادہ سڑک پر گاڑی ڈال دی۔

وہ نہایت تیز سپیڈ میں گاڑی چلا رہا تھا۔ اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے کے قریب تھیں۔ ایک دم اس کے فون پر وائبریشن شروع ہوئی۔ فون اس کی جیب میں تھا لیکن اس نے نہیں نکالا۔ وہ کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مسلسل وائبریشن پر اس نے غصے دے فون کو نکالا اور نمبر دیکھے بغیر ہی کان کو لگا لیا۔

"سکون نہیں ہے تمہیں؟ کیا مسئلہ ہے؟ کیوں بار بار فون کر رہے ہو؟"

اورہان جس نے اس سے اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا۔ اس کے لہجے کی بیگانیت اور بیزاریت محسوس کرتے ہوئے اس کے دل میں وہم آنا شروع ہو گئے۔ انس نے کبھی اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ اس نے فورا لوکیشن ٹریکنگ ایپ کھولی۔ انس کی حالت کے پیش نظر اس نے احتیاطا یہ ایپ انسٹال کر رکھی تھی جس کا علم انس کو بھی نہیں تھا۔

اس نے جب انس کی لوکیشن کو شہر سے باہر والے راستے پر برق رفتاری سے موو کرتے دیکھا تو فورا بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بھاگتا ہوا وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

"کیا ہوا اورہان، اتنی جلد بازی میں کہاں جا رہے ہو؟"

"میں آکر بتاوں گا بابا۔ دعا کیجیے گا انس ٹھیک ہو۔"

"کیا ہوا انس کو؟"

حیدر صاحب پریشان ہو گئے تھے۔

"دعا کریں اسے کچھ نہ ہوا ہو۔"

یہ کہتے ساتھ ہی وہ دوڑتا ہوا گیراج تک آیا۔ وائٹ اوڈی سٹارٹ کی اور اس کی لوکیشن کو ٹریک کرنا شروع کر دیا۔

وہ مسلسل اس کو فون کر رہا تھا جس نے غصے میں فون کو سیٹ پر دے مارا تھا۔

رش ڈرائیونگ کرتے، سگنلز توڑتے، بہت بار ٹکراتے ٹکراتے بچتے وہ بھی اسی سڑک پر آچکا تھا جس پر انس کے نمبر کی لوکیشن شو ہو رہی تھی۔ انس کی گاڑی

NOVEL HUT

کی رفتار پہلے کی نسبت اب کم تھی۔ رات کے اس پہر فل تیز سپیڈ کے ساتھ اورہان کی وائٹ اوڈی سڑک پر بھاگ رہی تھی۔ اکا دکا گاڑیوں کا گزر بھی ہو رہا تھا۔ اور ان ہی گاڑیوں میں اسے دور ایک سینٹرو جاتی دکھائی دی۔ اس نے گاڑی کی رفتار مزید تیز کر دی تھی۔ کچھ ہی سیکنڈز میں اس کی وائٹ اوڈی انس کی سینٹرو کے بالکل برابر آچکی تھی۔

"انس گاڑی روکو فورا"

وہ جو اپنے ہی دھیان میں اپنے خیالات سے لڑتا خودکشی کرنے جا رہا تھا ایک جانی پہچانی آواز پر نگاہ سڑک سے موڑ کر دائیں جانب کی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

آہستہ آواز میں اورہان سے استفسار کیا جسے انس کی آواز بالکل بھی سنائی نہیں دی۔

"میں نے کہا گاڑی روکو انس"

نہایت اونچی آواز میں اس نے رعب دار لہجے میں انس کو گویا حکم سنایا۔ اسے انس کی حرکت پر شدید غصہ آرہا تھا۔

نہ جانے انس کے دل میں کیا آیا کہ اس نے گاڑی کی بریک پہ پاوں رکھ دیا اور ایک جھٹکے سے گاڑی رک چکی تھی۔

اورہان نے فورا اپنی گاڑی کو بریک لگائی اور سکون کا سانس بھرا۔ پھر اپنے وجیہہ چہرے پہ تیوری سجائے وہ گاڑی سے باہر نکلا اور اس سے پہلے کہ وہ ایک گھونسا اسے دے مارتا انس کی آنکھوں کی نمی نے اسے یہ سب کرنے سے روک دیا۔ اس کا سارا غصہ جھاگ کی مانند بیٹھ گیا اور وہ ہولے سے اس کے گرد اپنے بازو حمائل کر گیا۔ ساتھ ساتھ اس کی پیٹھ سہلانی شروع کر دی۔ اور اب کہ انس باقاعدہ رو رہا تھا۔ اس نے انس سے کوئی سوال نہیں پوچھا۔ کافی دیر رو لینے کے بعد انس اس سے الگ ہوا اور اپنے آنسو پونچھے۔

"اگر آج تم نہیں آتے تو شاید میں خود کی جان لے لیتا۔"

NOVEL HUT

اس کے الفاظ نے اورہان کو پھر سے غصہ دلا دیا تھا۔

"تم ہوتے کون ہو انس اپنی جان لینے والے؟ تمہیں کس نے اختیار دیا کہ تم اللہ کے کاموں میں مداخلت کرو؟"

وہ اس کا گریبان دبوچے اس سے پوچھ رہا تھا۔

مجھ سے نہیں برداشت ہوتے یہ جھگڑے۔ اب میں ہر روز کا یہ تماشا نہیں دیکھ"
"سکتا۔ وہ سمجھتے کیوں نہیں کہ میں ہرٹ ہوتا ہوں۔

وہ تمہارے والدین ہیں انس اور تمہیں کیا لگتا ہے انہیں شوق ہے لڑنے کا؟"
ان کی ذہنی مطابقت نہ ہونے کے باوجود بھی صرف تمہارے اور سعد کے لیے
"وہ کمپرومائز کر رہے ہیں ۔ اور تم یہ صلہ دے رہے ہو انہیں؟

یہ سب تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کے والدین شاید کب کی اپنی راہیں
جدا کر لیتے اگر انہیں انس اور سعد کا خیال نہ ہوتا۔

"تم انہیں یہ سب بتاو گے تو نہیں؟"

ایک شرمندگی نے اس کو آن گھیرا تھا۔ یہ سب وہ کیا کرنے جا رہا تھا۔

میں کیا بتاوں گا انہیں کہ ان کے بیٹے کو ان کی قربانیاں نظر ہی نہیں آئیں۔"
"تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں تمہیں یا انہیں دکھ دوں گا؟

" کبھی نہیں۔ لیکن میں گھر نہیں جاوں گا۔"

"وجہ؟"

آئی برو اچکا کر سوال پوچھا۔

"اورہان مجھے سانس لینے میں دقت ہوتی ہے۔ مجھے وہاں سکون نہیں ملتا۔"

وہ بیچارگی سے کہہ رہا تھا۔

تم میرے ساتھ چلو۔ آج تم میری طرف رہو اور کل ہم ناردرن ایریاز کی سیر کو"
"جائیں گے۔ تم پرسکون ہو جاو گے۔

"لیکن۔۔۔"

لیکن ویکن کچھ نہیں۔ میں انکل آنٹی کو انفارم کر دوں گا۔ اب تم ڈھنگ سے"
"ڈرائیو کرتے ہوئے میرے گھر چلو۔

انس کو باقاعدہ تاکید کرتے ہوئے وہ اپنی گاڑی کی جانب آیا۔ انس، اورہان کے ساتھ اس کے گھر چلا آیا تھا۔ اورہان اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا اس کو خود اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا اور پھر اسے نیند کی گولی دی تاکہ وہ پرسکون نیند لے سکے۔ اس رات انس پرسکون نیند سویا تھا اور اس کے بعد ہی اس نے سکون کی غرض سے نیند کی گولیاں لینی شروع کر دی تھیں۔ صبح ہوتے ہی وہ اپنے سارے کام چھوڑ کر اس کے ساتھ ایک ہفتے کے لیے سیر و تفریح کے لیے نکل

پڑا تھا۔ انس کی اذیت کے پیش نظر اسے اپنے والدین کو اس بات سے آگاہ کرنا پڑا۔ یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اورہان گھر سے اتنی دیر دور رہا ہو۔ وہ اورہان سے انس کی خیریت بھی معلوم کرتے رہتے تھے۔ اور اس کی واپسی پر صوفیا بیگم نے اس کے لیے پورا اہتمام بھی کیا تھا۔ گویا وہ ایک ہفتہ نہیں بلکہ ایک سال بعد آیا ہو۔

منظر ختم ہو چکا تھا لیکن منظر کے احساسات آج بھی تازہ تھے۔

تم نے تو مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑا تھا اورہان۔ وہ لمحہ جب بھی مجھے یاد آتا ہے" تو میں کانپ اٹھتا ہوں۔ اگر تم اس وقت وہاں نہیں آتے تو میں ایک بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہو جاتا۔ لیکن میں کیسا دوست ہوں تم مصیبت میں تھے اور "میں دنیا سے بیگانہ پرسکون نیند لے رہا تھا۔

وہ شدید غم اور پچھتاوے کا شکار ہو چکا تھا۔

میں تمہارے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر اب سکون سے نہیں بیٹھوں" گا۔ ہر وہ شخص جس نے تمہیں تکلیف پہنچائی انس مجتبیٰ کسی ایک کو بھی معاف "نہیں کرے گا۔

اپنی آنکھوں میں اس کا چہرہ سمائے وہ ایک عزم سے بول رہا تھا۔ اب وہ ایک سیکنڈ بھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

گرے بنگلے میں حیدر صاحب کے کمرے میں آیا جائے تو صوفیا بیگم بیڈ پر سوئی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کے پاس ہی بیڈ پر فاریہ مرجھایا چہرہ لیے بیٹھی ہوئی تھی۔ نرس نے ڈرپ سیٹ کر دی ہوئی تھی صوفیا بیگم کے بائیں ہاتھ کو تکیے کے اوپر رکھا ہوا تھا اس پر برنولا لگا ہوا تھا اور سفید مادہ قطرہ قطرہ ان کی رگوں میں سرایت کرتا ہوا ان کے سرخ خون میں حل ہو کر اپنا اثر دکھا رہا تھا۔

ڈاکٹر نے پریسکرپشن لکھ کر حیدر صاحب کو تھما دی تھی۔ نرس جو ڈاکٹر کے ہمراہ آئی تھی حیدر صاحب کی درخواست پر صوفیا بیگم کی حالت کے پیش نظر فلحال یہیں رک گئی تھی۔ حیدر صاحب ڈاکٹر کو باہر تک چھوڑنے کے لیے کمرے سے باہر کی جانب بڑھے۔

"ڈاکٹر صاحب کوئی مسئلہ والی بات تو نہیں ہے؟"

چلتے چلتے انہوں نے ڈاکٹر سے استفسار کیا۔ حیدر صاحب نے ڈاکٹر کو پہلے ہی ہدایت کر دی تھی کہ فاریہ کے سامنے یہی کہیں کہ اس کی ماں بالکل ٹھیک ہے۔ وہ اس کو مزید پریشانی میں نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ پہلے ہی ان کی ہر وقت مسکراتی رہنے والی بیٹی کے چہرے سے ساری رونق اور تازگی ختم ہو چکی تھی۔

نہیں زیادہ مسئلہ تو نہیں ہے۔ مگر کسی صدمے یا غم کے باعث ان کو پینک" اٹیک آیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔

"ویسے کیا کوئی وجہ ہے جو ان کی ایسی حالت ہوئی؟

ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں سوال پوچھا۔

"ہمارا جوان بیٹا فوت ہوا ہے۔ کل ہی اس کا جنازہ تھا۔"

ایک لمحہ کے لیے رکنے کے بعد انہوں نے اصل مسئلہ ڈاکٹر کے گوش گزار کیا۔

"اوہ۔۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر دے۔ سن کر بہت افسوس ہوا۔"

ڈاکٹر نے اپنے دکھ کا اظہار کیا۔

"بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب"

وہ انہیں گیٹ کے پاس چھوڑ کر خدا حافظ کہہ کر ابھی مڑے ہی تھے کہ گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو ایک بلیک پراڈو اندر آتی دکھائی دی جس میں نہ جانے کون موجود تھا کہ گارڈ نے سر تک ہاتھ لے جا کر اس کو سلام پیش کیا تھا۔ یقینا کوئی تعزیت کرنے ہی آیا ہو گا۔ کل سے یہی تو ہو رہا تھا۔ وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی آ رہا تھا۔ اور بار بار اپنے بیٹے کی موت کا سن کر ہی صوفیا بیگم کی یہ حالت ہو گئی تھی۔

حیدر صاحب وہیں رک گئے تھے۔ سیاہ پراڈو کی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں سے اصغر باہر نکلا اور بھاگ کر دوسری جانب کا دروازہ کھولا جس میں سے عریش سلطان پوری وجاہت اور رعب دار شخصیت کے ساتھ باہر نکلا۔ ڈارک بلو کلف شدہ سوٹ زیب تن کیے، کالی کھیڑی پہنے، سیاہ چشمہ لگائے عریش سلطان قدم قدم چلتا حیدر صاحب کی جانب بڑھ رہا تھا۔ چہرے پر افسوس کے تاثرات سجے ہوئے تھے۔ اور حیدر صاحب تو اس کو یہاں دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

ان کے تو خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ عریش سلطان یہاں آئے گا۔ بلکہ وہ تو شاید یہ بھی بھول گئے تھے کہ ان کا بیٹا اس کے پراجیکٹ پہ کام کر چکا تھا۔

عریش سلطان نے حیدر صاحب کے پاس پہنچ کر سیاہ چشمہ کو بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے تھام کر اپنے چہرے سے جدا کیا تو اس کی کالی سیاہ آنکھیں جو چشمہ نے ڈھانپی ہوئی تھیں وہ واضح ہوئیں جن میں دکھ کا تاثر پوری آب و تاب سے جھلک رہا تھا۔ حیدر صاحب ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ مشہور شخصیات سے ان کا کوئی واسطہ نہیں تھا مگر عریش سلطان کا یہاں آنا نہایت غیر متوقع تھا۔

عریش نے حیدر صاحب کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تو حیدر صاحب نے بھی اس کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور عریش نے نہایت نرم ہاتھوں سے ان سے ہاتھ ملایا۔

"سلام انکل میں عریش سلطان، اورہان کا دوست"

عریش نے اپنا تعارف کروایا۔ اور اسے دوست کہا جسے خود موت کے گھاٹ اتارا۔

"جی بیٹا میں پہچان گیا ہوں۔"

کاش کہ وہ سچ میں اسے پہچان پاتے۔

"آئیے اندر۔"

حیدر صاحب اس کو لے کر اندر کی جانب بڑھے۔ اگر ان کو معلوم ہو جاتا کہ وہ اپنے بیٹے کے قاتل کو خود اپنے ہی گھر لے کر جا رہے ہیں تو شاید حالات کچھ اور ہوتے۔ مگر یہ حالات بھی کہاں انسان کی سوچ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

وہ اسے لیے ڈرائینگ روم میں آئے اور نورین آپا سے کہہ کر اس کے لیے چائے کا بندوبست کرنے کو کہا۔

اس سے پہلے کہ عریش کچھ بولتا چند قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اور کوئی چلتا ہوا ڈرائینگ روم کی جانب بڑھا۔ حیدر صاحب اور عریش نے یک وقت آنے والے کی جانب نگاہ کی تو سامنے انس کو کھڑے پایا۔

انس کی گاڑی عریش کے اندر بڑھنے کے بعد گرے بنگلے میں داخل ہوئی تھی اور بلیک پراڈو دیکھ کر وہ فورا ڈرائینگ روم کی جانب ہی آیا تھا۔ انس کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور یہ بات تقریبا وہاں موجود دونوں نفوس نے نوٹ کی

تھی۔ انس آکر حیدر صاحب کے برابر بیٹھ گیا تو حیدر صاحب نے اس کا تعارف کروایا۔

"یہ انس ہے اورہان کا دوست اور بالکل بھائیوں کی مانند اور ہمارا دوسرا بیٹا۔"

ہمیشہ اورہان اور اس کی فیملی کی جانب سے اسے کس عزت اور مان سے نوازا گیا تھا۔ اگر کوئی یہ کہتا کہ سگے رشتے سب سے خوبصورت ہوتے ہیں تو انس فوری اس کی نفی کر دیتا۔ اس کو اورہان کی دوستی کے رشتے نے ہر دوسرے رشتے کی محرومی سے باہر نکالا تھا۔

انس نے ایک ہاتھ سے حیدر صاحب کا ہاتھ تھام کر اس کو نرمی سے سہلایا۔

انہوں نے اسے اپنا بیٹا کہا تھا تو وہ انہیں بیٹا بن کر بھی دکھائے گا۔

عریش طائرانہ نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

"بہت اچھا لگا آپ سے مل کر مسٹر انس"

"مجھے بھی"

اپنے الفاظ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایک لمحہ کے لیے چہرہ پر مصنوعی مسکراہٹ سجائی۔ جس پر عریش نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر سے سلسلہ کلام جوڑا۔ اب کی بار وہ حیدر صاحب سے مخاطب تھا۔

انکل مجھے اورہان کی ڈیتھ کا علم ہوا۔ بہت افسوس ہوا مجھے۔ یقین کریں" اورہان سے بہت اچھا اور دوستانہ تعلقات رہا ہے۔ اگر میں کل شہر سے باہر نہ "ہوتا تو ضرور اس کے جنازے میں بھی شرکت کرتا۔

وجیہہ چہرے پہ سنجیدگی اور افسوس کے تاثرات لیے وہ نہایت ادب سے تعزیت کر رہا تھا۔ اور اس کی کل شہر سے باہر والی بات پر انس کا دل کیا ایک مکہ اس کے خوبصورت چہرے پر دے مارے مگر اس نے خود پر قابو پایا۔

بہت شکریہ بیٹا آپ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر آئے۔ مجھے بالکل بھی" اندازہ نہیں تھا کہ آپ آو گے۔ اللہ تعالیٰ کی امانت تھا میرا بیٹا اس نے لے لیا۔ "مجھے اپنے اللہ سے کوئی شکوہ نہیں۔

وہ نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"اللہ آپ کو اور آپ کی فیملی کو صبر دے۔"

ان کی زندگی سے ان کے بیٹے کو چھین کر وہ ان کو دعا دے رہا تھا۔

"آمین بیٹا"

حیدر صاحب کی آنکھوں کی نمی نے ایک پل کے لیے عریش کے ضمیر کو جھنجھوڑا تھا مگر شاید وہ یہاں اپنا پچھتاوا ختم کرنے کے لیے ہی آیا تھا۔

حیدر صاحب نے اپنی آنکھوں کی دھندلاہٹ کو ختم کرنے کے لیے اپنی آنکھوں کو رگڑا۔ اتنی دیر میں نورین آپا چائے اور دیگر لوازمات لا چکی تھی اور سرو کرنے لگی۔عریش نے چائے کا کپ لیا اور انس نے پانی کا گلاس اٹھا کر حیدر صاحب کے آگے کیا جس کو تھام کر انہوں نے پانی کو اپنے حلق میں انڈیلا۔

"آپ اورہان کو کب سے جانتے ہیں؟"

یہ سوال پوچھنے والا انس تھا۔

"جب انہوں نے میری فیکٹری والا پراجیکٹ کیا تھا۔"

دودھ اور پتی کے ملاپ سے بنی شیرینی اور کڑواہٹ سموئے چائے گھونٹ گھونٹ اس کے حلق سے نیچے جا رہی تھی۔

"اور آپ ہی کی فیکٹری میں اس کے ساتھ یہ سب ہوا۔"

مجھے جب اس بات کا علم ہوا تو شدید افسوس ہوا۔ ایک وقت تھا جب انہوں" نے خود اس پراجیکٹ کو ہینڈل کیا تھا۔ ویسے وہ رات کے اس پہر فیکٹری کس "وجہ سے گیا تھا؟

وہ انس کو ٹٹول رہا تھا ساتھ ہی چائے کا کپ واپس ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔

"یہ بات تو کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہی کہ وہ آخر وہاں کیا کرنے گیا تھا۔"

یہ بولنے والے حیدر صاحب تھے۔

"آپ کو کسی پر شک ہے کیا؟ آخر کو فیکٹری تو وہ آپ نے ہی بنوائی تھی۔"

"فلحال تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ہو سکتا ہے یہ ایک حادثہ ہو؟"

اس کی زبان بغیر لڑکھڑاہٹ جھوٹ بولتی جا رہی تھی۔

"اور اگر یہ حادثہ نہ ہوا تو؟"

انس کا انداز تفتیشی تھا اور اس کے لہجے کی کاٹ حیدر صاحب بھانپ چکے تھے۔

"مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کسی تفتیشی ٹیم کا حصہ ہیں۔"

عریش نے طنزیہ کہا۔یہ صاف صاف اس کے برا مان جانے کی نشاندہی تھی۔

"دراصل انس پولیس آفیسر ہے ۔"

حیدر صاحب نے گویا صفائی دینے کی کوشش کی۔

"او آئی سی"

جانتے بوجھتے لاعلم ہونے کا مظاہرہ کیا۔

تو آپ کو اس پر باقاعدہ تفتیش کرنی چاہیے۔ میں بھی آپ کا ساتھ دوں گا۔"
جہاں کہیں بھی آپ کو میری مدد کی ضرورت محسوس ہوئی آپ مجھ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ اورہان ایک بہت اچھا اورنیک دل انسان تھا اس کے لیے اتنا تو "میں کر ہی سکتا ہوں۔

انس کے سوال کا جواب دیا اور مدد کی آفر بھی کر دی۔ اس کے لہجے میں اتنی شائستگی موجود تھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہو گا اس بات پر پھر انس شک میں بتلا ہو چکا تھا۔

NOVEL HIT

میں چلتا ہوں انکل ۔ آپ کو جب بھی میری ضرورت محسوس ہو آپ بلا"
" جھجھک مجھ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

عریش صوفہ سے اٹھ کھڑا ہوا جس پر حیدر صاحب بھی کھڑے ہو گئے تھے ۔وہ آگے بڑھ کر ان کے گلے لگا اور پھر انس سے ہاتھ ملایا۔ لیکن اس بار اس کے ہاتھ ملانے میں وہ نرمی نہیں تھی۔خدا حافظ کہتا وہ جس رعب دارانہ شخصیت سے آیا تھا اسی طرح واپس لوٹ گیا۔
لیکن اپنے ایک جھوٹ سے وہ انس کے شک کو مزید یقین میں تبدیل کر گیا تھا۔جس کے بارے میں عریش کو خبر بھی نہیں تھی۔

شہریار صاحب کی طبیعت خراب ہونے کے باعث امل کافی دنوں سے یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ آخری بار جب مہرماہ سے اس کی بات ہوئی تھی تو اس نے بتایا تھا کہ اورہان کی ضمانت کے کاغذات جمع کروا دیے ہیں۔ امل نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ اس کی میم کی زندگی سے بہت بڑی پریشانی دور ہو گئی تھی۔ مگر وہ اس بات سے لاعلم تھی کہ اس کی پیاری میم کیا کھو چکی تھی۔

آج ایک ہفتہ بعد وہ یونیورسٹی آئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ خود مہرماہ کو مل کر مبارکباد دے گی۔ وہ اس سے مزید انسپائر ہو چکی تھی کیونکہ وہ صرف ایک قابل ٹیچر ہی نہیں بلکہ ایک قابل وکیل بھی تھی۔

براون کلر کا کرتا اور ٹراوزر پہنے سکن کلر کے دوپٹے کو اچھی طرح شانے پر پھیلائے وہ خوشی خوشی یونیورسٹی داخل ہوئی تھی۔ اس کے بابا کی طبیعت سنبھلنے کا سکون اور اتنے دنوں بعد مہرماہ سے ملنے کا سوچتے ہی اس کو خوشی نے آن گھیرا تھا۔

وہ کلاس میں داخل ہوئی اور جا کر اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گئی۔ پوری کلاس میں صرف امل ہی یہ بات جانتی تھی کہ مہرماہ اب فاریہ کی بھابھی بن چکی تھی۔

لیکن کلاس میں فاریہ کو نہ دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔ اب تو ایک ہفتہ ہو چکا تھا تو فاریہ کیوں نہیں آئی۔ فاریہ تو ہمیشہ کلاس میں وقت پر موجود ہوتی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ مصروف ہو گی اسی لیے نہیں آئی۔"

وہ خود سے مخاطب فاریہ کے نہ آنے کی وجہ سوچ رہی تھی۔

NOVEL HUT

دروازہ ناک ہوا تو سب سٹوڈنٹس نے سر اٹھا کر اس جانب دیکھا۔ جہاں پرنسپل کے ساتھ ایک نئی ٹیچر موجود تھی۔

"یہ تو مہرماہ میم کی کلاس ہے۔ وہ آئیں نہیں کیا؟"

امل نے پاس بیٹھی کلاس فیلو سے استفسار کیا۔

"وہ تو ایک ہفتے سے نہیں آئیں۔ سنا ہے کہ لیو پر ہیں۔"

" صحیح"

دل میں یہی سوچ تھی کہ شادی کی وجہ سے نہیں آئیں ہوں گی۔

" السلام علیکم سٹوڈنٹس"

پرنسپل نے پوری کلاس کو مخاطب کیا۔

"وعلیکم السلام سر"

"کیسے ہیں آپ سب؟"

"ٹھیک"

سب سٹوڈنٹس نے اونچی آواز میں جواب دیا۔

NOVEL HUT

"تو جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ یہ کلاس مس مہرماہ سرفراز لیتی تھی مگر قریبی وفات کے باعث انہوں نے ایک سمیسٹر کے لیے لیو لے لی ہے۔ اس لیے آپ کو یہ سمیسٹر میم روشانہ جیب پڑھائیں گی۔"

پرنسپل نے اپنا یہاں آنے کا مقصد بیان کیا جس پر پوری کلاس میں چہ مگویاں شروع ہو گئی۔ ان کی فیورٹ میم اب انہیں نہیں پڑھائیں گی ان پر وہ پریشان ہوئے مگر وفات والی بات پر سب دکھی ہو گئے تھے۔

"سر میم مہرماہ کس کی وفات کی وجہ سے نہیں آ رہیں؟"

ایک لڑکی نے تجسس کے مارے سوال پوچھا۔

"بیٹا ان کے شوہر کی وفات ہو گئی ہے۔"

اس بات پر وہاں موجود سب لوگ سکتے میں آ گئے۔ ابھی دو ماہ پہلے ہی تو ان کی میم کا نکاح ہوا تھا۔ اور ان سب نے اسے مبارکباد دی تھی۔ امل کی سانس تو سینے میں ہی الجھ چکی تھی۔ اسے غلط فہمی ہوئی ہو گی سننے میں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

"سر آپ مہرماہ میم کے شوہر کی وفات کی بات کر رہے ہیں؟"

چند لمحہ سکتے کی حالت میں رہنے کے بعد دل کو تھام کر مہرماہ میم پر زور ڈالتے ہوئے سوال پوچھا۔

"جی جی بیٹا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔"

پرنسپل اب کلاس کو نئی ٹیچر سے متعارف کروا رہے تھے۔ مگر امل کی سماعت اسی جملے پر رک چکی تھی۔ جیسے تیسے کر کے اس نے کلاس اٹینڈ کی جبکہ اس کے ذہن کا مرکز اس وقت محض مہرماہ ہی تھی۔

کلاس کا وقت ختم ہوا تو وہ بھاگی بھاگی باہر آئی اور فورا گھر کی جانب رخ کیا۔ اس کی آنکھوں میں نمی جھلکنا شروع ہو چکی تھی جس کو صرف مہرماہ ہی پہچان پاتی تھی۔

گھر پہنچ کر وہ فورا اپنی پھوپھو کے کمرے کی جانب آئی۔ اس کے بابا آج ہی آفس گئے تھے اس لیے اس نے ان سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے بھی فلحال اسے اپنی پھوپھو کے ساتھ ہی جانا چاہیے تھا۔

"پھوپھو، مہرو آپی۔۔۔"

اتنی دیر سے آنسوؤں پہ بندھا بند اب ٹوٹ چکا تھا۔

"امل میرا بچہ کیا ہوا؟"

اکھڑی ہوئی سانس اور بڑی بڑی آنکھوں سے رواں آنسو دیکھ کر اس کی پھوپھو جو بیڈ پر ٹیک لگا کر بیٹھی کسی کتاب کا مطالعہ کر رہیں تھیں وہ فورا بیڈ سے اٹھیں۔

"پھوپھو، مہرو آپی کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔"

"یا میرے خدا ! یہ کیا کہہ رہی ہو امل؟"

انہیں تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ مہرماہ کی تعریف سن سن کر وہ اس بچی کو بہت پسند کرنے لگی تھیں۔ اور اس کی شادی والے دن کے حادثے کے بارے میں جب امل نے انہیں بتایا تھا تو انھوں نے دل سے اس پیاری لڑکی کے لیے دعا مانگی تھی۔ مگر اب یہ بات ان کے لیے بہت تکلیف دہ تھی۔ بھلے وہ بیٹی کی ماں نہیں تھیں مگر امل کو انھوں نے بیٹیوں کی طرح ہی پالا تھا اور امل کی ہی طرح وہ ہر بیٹی کے اچھے نصیب کی دعا کرتی تھیں۔

"پھوپھو آپ میرے ساتھ چلیں گی ناں مجھے مہرو آپی کے پاس جانا ہے۔"

وہ اپنی پھوپھو کے گلے لگی ان سے استفسار کر رہی تھی۔

"کیوں نہیں میری جان میں ضرور چلوں گی بلکہ ابھی چلتے ہیں۔"

امل فوراً اپنی پھوپھو سے علیحدہ ہوئی۔

"پہلے اپنا چہرہ دھو کر آؤ آنسوؤں سے بھیگا پڑا ہے۔"

انہوں نے اس کی توجہ اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کی جانب مبذول کروائی۔

"ٹھیک ہے پھوپھو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ جلدی سے چہرہ دھو کر واپس آئی اور اب کی بار دوپٹہ کی بجائے ایک چادر اس کے سر پر موجود تھی۔

"یہ چادر تو تمہاری ماما کی ہے ناں؟"

اس کی پھوپھو نے فوراً نوٹ کر لیا تھا۔

NOVEL HUT

"جی پھوپھو"

امل نے چادر کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

آج تمہیں دیکھ کر بھابھی یاد آگئیں۔ وہ اس چادر میں بہت معصوم اور پیاری "

"دکھتی تھیں بالکل جیسے تم دکھ رہی ہو۔

امل کی آنکھوں کے پار اس کی ماما کا پر کشش اور روشن چہرہ دکھائی دیا جس پر اس کے لبوں نے مدھم مسکراہٹ کو چھوا۔ آج اپنی ماما سے تشبیہ دیے جانے پر اسے بے حد خوشی ہوئی۔ وہ اپنی ماما جیسا بننا چاہتی تھی مگر کبھی بن نہیں سکی تھی لیکن آج مہرماہ کی بات یاد آجانے پر اس نے یہ چادر اوڑھی تھی اور ابھی اور اسی وقت سے اس نے چادر اوڑھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کیونکہ جب کوئی اچھا کام کرنے کا خیال دل میں آئے تو اسے فورا کر لینا چاہیے، ٹالنا نہیں چاہئیے۔

وہ اپنی پھوپھو کے ہمراہ سرفراز ولا پہنچی تھی۔ اس نے مہرماہ کی فیملی سے اپنی پھوپھو کا تعارف کروایا تھا۔ مریم اطلاع دینے کے لیے مہرماہ کے کمرے کی جانب گئی تو مہرماہ کو قرآن پاک پڑھتے ہوئے پایا۔ وہ اس کو امل اور اس کی پھوپھو کی آمد سے آگاہ کر کے واپس چلی گئی۔ مہرماہ نے رکوع مکمل کر کے بہت ادب اور محبت سے قرآن پاک کو واپس الماری میں رکھا۔ سب لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے جب مہرماہ سیڑھیاں اترتی نظر آئی۔ سی گرین لمبی قمیض کے ساتھ میچنگ کھلا ٹراوزر پہنے چہرے کے گرد سفید چادر لپیٹے وہ بہت خوبصورت دکھ رہی تھی۔ دھلا دھلایا چہرہ جس پر رونے کے باعث سرخی آئی ہوئی تھی اس کو بہت پر کشش بنا رہی تھی۔ اور مہرماہ کو دیکھ کر بے اختیار امل کھڑی ہو گئی تھی۔

مہرماہ نے سب کو سلام کیا جس پر لاؤنج میں موجود امل، اس کی پھوپھو اور ماریہ بیگم نے بھی اس پر سلامتی بھیجی۔ مہرماہ، امل کے پاس آئی اور اس کے کندھے پر تھپکی دی جس پر وہ دوبارہ صوفہ پر بیٹھ گئی۔

بیٹا میں امل کی پھوپھو ہوں مجھے امل آپ کے بارے میں بتاتی رہتی ہے۔ آج"
"یہ خبر سنی تو فوراً چلی آئی۔ اللہ پاک آپ کو صبر دے۔

"آمین، شکریہ آنٹی"

مہرماہ کافی کمپوزڈ تھی۔

"بیٹا میں آپ کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتی تھی۔"

اس بات پر سب نے ان کی جانب دیکھا۔

NOVEL HUT

"کس بات کا شکریہ آنٹی؟"

امل بتاتی تھی جب آپ کلاس میں اور کلاس کے علاوہ بھی اللہ سے تعلق پہ"
بات کیا کرتی تھی۔ میری امل میں بہت بدلاو آیا ہے۔ میں دین میں اس کی
"راہنمائی نہیں کر سکی مگر آپ نے ایک بہترین ٹیچر کا فرض نبھایا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی یہ اس کا مجھ پر کرم ہے۔اور اگر آپ کے دل میں میرے لیے عزت ہے تو وہ بھی اللہ ہی کی دین ہے۔"

ہمیشہ کی طرح پر سکون طریقہ سے جواب دیا جس پر امل کی پھوپھو متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکیں۔

اتنی دیر میں مریم ملازمہ کے ساتھ چائے اور دیگر لوازمات لے آئی تھی اور اب وہ ان سے اورہان اور حادثہ کی بابت تفصیلات پوچھ رہیں تھیں۔

دوپہر کی یہ چائے مہرماہ نے اورہان کے بارے میں بات کرتے ہوئے پی تھی۔

عریش کے چلے جانے کے بعد انس، حیدر صاحب کے ہمراہ ان کے کمرے کی جانب بڑھا۔ وہ دراصل صوفیا بیگم کی حالت کا سنتے ہی دوڑا چلا آیا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو فاریہ کو بھیگی آنکھوں سے صوفیا بیگم کو دیکھتے پایا۔ ان سب کی ایسی حالت پر اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ وہ خود بھی تو رنج کا شکار تھا۔ وہ صوفیا بیگم کے پاس آیا تو فاریہ کی نظر اس پر گئی جو اپنے دل و دماغ کی جنگ میں مبتلا اس کو بھی اذیت سے دوچار رکھتا تھا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے

اٹھ گئی۔ اور کمرے سے باہر جانے لگی جب ایک آواز نے اس کے قدم روکے۔

"کہاں جا رہی ہو فری؟"

حیدر صاحب نے لہجے کو حتی الامکان نارمل رکھتے اور لہجے کی نمی کو چھپاتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں جا رہی ہو بابا۔"

نگاہیں دروازے پہ جمائے ہی جواب دیا۔ انس کو یہی محسوس ہوا جیسے وہ اس کی وجہ سے یہاں سے جا رہی ہے۔ مگر وہ صوفیا بیگم کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے بیٹا جا کر آرام کر لو۔ میں نورین کے ہاتھ چائے بجھواتا ہوں۔"

"میں خود لے لوں گی بابا۔"

یہ کہتے ہی وہ کمرے سے چلی گئی۔ انس، صوفیا بیگم کے پاس بیٹھا حیدر صاحب سے ان کی خیریت معلوم کرنے لگا۔ ادویات کے باعث صوفیا بیگم گہری نیند میں تھیں۔ انسان کے پاس تکالیف سے بچنے کا ایک طریقہ تو اب بھی موجود تھا اور اسی طریقے کی مرہون منت وہ دنیا کی ہر اذیت سے بیگانہ، ہوش کی وادی سے

دور نیند میں تھیں۔ انس نے ڈیوٹی پر بھی جانا تھا اس لیے وہ حیدر صاحب سے اجازت طلب کرتا واپسی کے لیے کمرے سے باہر آیا۔

ابھی وہ لاؤنج کے پاس ہی پہنچا تھا کہ اسے فاریہ ہاتھ میں پانی کا گلاس تھامے اپنے کمرے کی جانب بڑھتی دکھائی دی۔

"فاریہ"

نہ جانے کیسے لیکن وہ اسے روک بیٹھا اور فاریہ کے قدم وہیں جم گئے تھے۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ فاریہ کی پیٹھ انس کی جانب تھی اور وہ سامنے دیوار کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ انس کی نگاہ زمین پر ہی جمی ہوئی تھی۔

"آپ اور رہان کے ساتھ ہوئے حادثہ کی ذمہ دار مجھے سمجھتی ہیں؟"

اسے فاریہ کا کمرے سے اٹھ کر جانا کھٹک رہا تھا۔

"آپ کو اس سے کوئی فرق پڑتا ہے؟"

بغیر مڑے سوال داغا گیا۔

"ہاں"

فورا جواب دیا۔ جس پر فاریہ نے پلٹ کر بے یقینی سے اس کو دیکھا۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں دونوں کی نگاہوں کا ملاپ ہوا تھا۔ کیا کچھ نہیں تھا ان آنکھوں میں؟ ایک کی آنکھوں میں محبت تھی اور دوسرے کی آنکھوں میں حیرت۔ چند لمحے ہوا کی مانند ان کو بہت نرمی سے چھو کر گزرے تو انس نے نگاہیں دوبارہ زمین کی جانب مرکوز کر لیں۔

"کیوں فرق پڑتا ہے؟"

انس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے وجہ جاننی چاہی۔

"کیونکہ آپ اورہان کی بہن ہیں۔"

ایک مضبوط جواز پیش کیا۔

"اسی اورہان کی بہن جس کو بچانے کے لیے آپ وقت پر نہیں پہنچ سکے۔"

وہ اس کی جانب دیکھتے غصہ سے بولی۔ اور انس کے شک پر یقین کی مہر لگ چکی تھی۔ وہ سچ میں اس سے بدزن ہو چکی تھی۔

فاریہ میرا یقین کریں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ اورہان مشکل میں ہے تو میں کبھی"

"سکون سے سو نہیں رہا ہوتا۔ میں اس کی خاطر اپنی جان بھی دے سکتا تھا۔

منت والے لہجے میں اپنی صفائی پیش کی جو سو فیصد درست بھی تھی۔ اور کہیں نہ کہیں فاریہ بھی یہ بات جانتی تھی۔

جھوٹ، صرف جھوٹ بولنا آتا ہے آپ کو۔ آپ صرف باتیں ہی کر سکتے"

"ہیں۔

غصے سے بولتی وہ اپنے دل کا وبال نکال رہی تھی۔

"مجھے معاف کردیں فاریہ"

ایک بار نگاہ اٹھا کر اس معصوم لڑکی کو دیکھا جس کے بھورے گھنگھریالے بال اسے پھر سے اورہان کی یاد دلا گئے۔

"کس چیز کی معافی؟"

آج وہ اس کو معاف کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ کون کونسے زخم نہیں ادھڑے تھے۔

"ہر چیز کی معافی"

لہجے میں شرمندگی سموئے برسوں کی تھکاوٹ چہرے پہ لیے وہ اس لڑکی سے اپنی لاپرواہی اور بزدلی کی معافی مانگ رہا تھا۔

"جس دن میرے بھائی کے مجرموں کو سزا دلوائیں گے اس دن فاریہ معاف کرے گی آپ کو۔"

انگلی اٹھا کر بولتی ایک لفظ بھی سنے بغیر انس کے پچھتاوے کو مزید بڑھائے وہ وہاں سے جا چکی تھی۔

انس یہاں سے سیدھا پولیس سٹیشن آیا تھا۔ صبح ایمرجنسی میں وہ اورہان کے گھر گیا تھا اور واپسی پر فاریہ کی باتیں سوچتے غائب دماغی کے باعث وہ یونیفارم بھی نہیں پہن سکا تھا۔ یہ تو جب وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا تو دوسرے پولیس ورکرز کو دیکھ کر اسے اپنے حلیے کا خیال آیا۔ مگر اب وہ دوبارہ گھر جا کر چینج نہیں کر سکتا تھا اس لیے ایسے ہی کام نپٹانے چاہے۔

وہ تھانے اپنے کمرے میں بیٹھا کیسز سٹڈی کر رہا تھا۔ اور اپنے سے نچلے عملے کو کام بتا رہا تھا۔ اسے اورہان کی بات آج بھی یاد کی تھی جو اس نے انس کی

جوائننگ والے دن اس سے کہی تھی۔ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اس نے ایک کال ملائی۔

میں تمہیں ایک نمبر سینڈ کر رہا ہوں اس کی کالز ہسٹری اور میسج وغیرہ کا ریکارڈ" " سینڈ کرو۔

فون کی دوسری جانب سے اثبات میں جواب آیا۔

" جلد از جلد"

ساتھ ہی کام کو وقت پر کرنے کی بھی تاکید کی۔

مثبت جواب ملتے ہی اس نے فون بند کیا اور کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ ابھی اس نے آنکھیں بند ہی کیں تھیں کہ اورہان کا جھلسا ہوا جسم اس کی نگاہوں کے پار لہرایا اور اس نے ڈر کر فورا سے آنکھیں وا کر لیں۔ اور ٹیبل پر موجود پانی کا گلاس اٹھا کر ایک گھونٹ میں پی گیا۔

(ہاں ناں پورے دو سیکنڈ پہلے آ گئے ہو، آئی لائک اٹ)

کیسے وہ اس کو وقت سے پہلے پہنچنے پر داد دے رہا تھا۔۔۔

اورہان ، میرے ذہن سے تمہارا خیال ایک پل کے لیے بھی نہیں جاتا۔"
تمہاری فیملی بہت تکلیف میں ہے۔ تم کتنا خوش تھے میں جانتا ہوں ۔ تم بھابھی
سے کتنی محبت کرتے تھے۔ جانتے ہو فاریہ تمہاری گڑیا وہ اتنی سنجیدہ ہو چکی ہے
کہ تم اس کو دیکھتے تو حیران رہ جاتے۔ آج اس کی آنکھوں میں اپنے لیے اتنی
بے اعتباری دیکھی ہے کہ شرم سے ڈوب مرنے کا دل کر رہا ہے۔ میں تم جیسا
نہیں ہوں اورہان۔ مجھے رشتوں کو مینج کرنا نہیں آتا۔ اگر آتا ہوتا تو شاید میرے
" گھر میں سکون ہوتا اور فاریہ پر میرا حق ہوتا۔ مگر میں کمزور ہوں اورہان۔

آہستہ آواز میں وہ آنکھوں میں اپنے یار کا چہرہ سموئے اس کو اپنے راز بتا رہا تھا۔
وہ راز جو کبھی اس کے جیتے جی وہ اس کو بتا نہیں سکا تھا۔

اتنی دیر میں موبائل کی بپ بجی۔ اس نے فون کو نگاہوں کے سامنے کیا تو اس پر
اورہان کی موت والے دن کی اور دو دن قبل تک کی کالز ہسٹری اور میسجز کا
ریکارڈ موجود تھا۔ اس نے میسجز پڑھنے شروع کیے۔

اگر اپنے دشمن کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو ابھی اس جگہ پر پہنچ جاو۔"

" تمہارا خیر خواہ

انس فورا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کا مطلب کہ اورہان کو بلوایا گیا تھا۔

"مگر کون؟"

یہ سوال اس کے ذہن میں گردش کرنے لگا۔

"مسٹر اورہان بس اتنا ہی صبر ہے؟"

تم جو کوئی بھی ہو اگر مجھے کچھ بتانا چاہتے ہو تو بتاو، ورنہ میرا وقت ضائع نہیں"

"کرو۔ کیونکہ اگر یہ مذاق ہوا تو تمہیں اس مذاق کی سزا چکانی پڑے گی۔

میں تو ڈر گیا ویسے اتنا وقت لے کر کہاں جاو گے۔ تمہارے پاس اب وقت ہی"

"تو نہیں بچا۔

صرف چار میسجز تھے جو حادثہ سے قبل نامعلوم نمبر سے کیے گئے تھے جن میں ایک اورہان کا جواب تھا۔

انس کی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی۔ دکھ، اذیت، تکلیف، غصہ، جنون ہر احساس گڈمڈ ہو رہا تھا۔ اب یہ پتا لگانا تھا کہ یہ میسجز کرنے والا کون تھا؟ کیونکہ ایک بات کا علم تو ہو چکا تھا کہ یہ ایک حادثہ نہیں بلکہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی جس میں اورہان کو ٹارگٹ کیا گیا تھا۔

امل اپنی پھوپھو کے ہمراہ گھر واپس آچکی تھی۔ اس کی پھوپھو اپنے کمرے میں چلی گئیں تھیں۔ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی جب اپنے کزن کے کمرے کے باہر سے گزرتے ہوئے ایک آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی جس نے اسے منجمند کر چھوڑا۔

باس آپ بے فکر رہیں سارے ثبوت مٹا دیے گئے ہیں کوئی نہیں جان سکتا کہ" "اورہان کے ساتھ یہ سب کس نے کروایا ہے۔

فون کی دوسری جانب سے کچھ پوچھے جانے پر وہ دوبارہ گویا ہوا۔

جی باس اگر انہیں علم ہو بھی گیا کہ وہ اپنی مرضی سے وہاں نہیں گیا تھا تب بھی" کوئی یہ نہیں جان سکے گا کہ وہ کس کے کہنے پر وہاں گیا۔ آپ کا نام کبھی بھی نہیں "آئے گا۔

فہد، عریش کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کر رہا تھا۔ اور امل شہریار جو یہاں سے گزر رہی تھی اور کمرے سے آتی آواز پہ ایک لمحہ کو رکی تھی وہ یہیں جم چکی تھی۔ اس کے چودہ طبق روشن ہو چکے تھے۔ اورہان کا نام معمولی نہیں تھا بلکہ اس نے تو

صرف ترکش ڈراماز میں ہی یہ نام سنا تھا۔ تو ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ کسی اور کی بات کر رہا ہوتا۔

"ف۔۔۔فہ۔۔۔فہد بھائی۔۔۔۔یہ سب فہد بھائی نے کروایا ہے۔"

وہ شاید یقین نہ کرتی مگر ابھی تو وہ مہرماہ کے گھر سے ہو کر آئی تھی جب انہوں نے انہیں ساری تفصیل بتائی تھی۔

فہد کچھ محسوس کرتے ہوئے مڑا تو اپنے کمرے کا دروازہ کھلا پایا اور امل صرف چند لمحے پہلے وہاں سے پیچھے ہٹ کر پلر کی اوٹ میں ہوئی تھی۔

فہد قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا اور امل کا سانس حلق میں ہی اٹک چکا تھا۔

بھاری بوٹوں کی آواز اب کمرے سے باہر سنائی دے رہی تھی۔ فہد نے ایک نظر باہر دوڑائی اور کچھ نظر نہ آنے پر واپس کمرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا کیونکہ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کی ماں اور کزن واپس گھر آچکی ہیں ۔ امل نے سکھ کا سانس خارج کیا اور ایک نظر فہد کے کمرے کے بند دروازے پہ ڈال کر اپنے کمرے کی جانب بھاگی۔ بھاگنے کی وجہ سے اس کے سر پہ ٹکی چادر

سرک چکی تھی۔ اور وہ چادر کو اپنے کانپتے ہاتھوں کی انگلیوں سے تھامے کمرے تک پہنچی اور دروازہ کھول کر اندر آتے ہی ٹھک سے دروازہ بند کیا۔

وہ کانپ رہی تھی۔یہ سوچ کہ مہرماہ کے ساتھ درپیش ساری مشکلات کی وجہ اس کے اپنے گھر میں ہی موجود تھی۔

"یا اللہ ! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا اورہان بھائی کے ساتھ جو ہوا وہ حادثہ نہیں بلکہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔ اور فہد بھائی۔۔۔ وہ اس سب میں شامل ہیں ۔ ان کا باس کون ہے؟ اور انہیں اورہان بھائی سے کیا مسئلہ تھا؟"

اب وہ اپنی ہر خوشی اور غم کو اپنے اللہ سے شئیر کرتی تھی۔

"میں کس سے بات کروں؟ کیا کوئی میری بات پہ یقین کرے گا؟"

وہ کشمکش کا شکار تھی۔ اس کے پاس تو کوئی ثبوت بھی نہیں تھا۔

"بابا۔۔ نہیں، پھوپھو۔۔ نہیں، وہ بھی یقین نہیں کریں گی۔ کیا مجھے مہرو آپی کو بتانا چاہیے؟"

" لیکن کیسے بتاوں میں ان کو؟"

اس کی بڑی بڑی آنکھیں پانی سے لبریز ہو چکی تھیں۔

فہد تو اس کی سوچ سے بھی برا نکلا تھا۔ بعض اوقات رشتے ایسے ہی اپنا آئینہ دکھاتے ہیں جن میں دیکھ کر انسان کو رشتوں سے خوف آنے لگتا ہے۔ جیسے اس وقت امل، فہد سے خوفزدہ ہو رہی تھی۔

انس نے پہلے اس نمبر پر کال ملائی جس سے اورہان کو میسجز ریسیو ہوئے تھے مگر نمبر مسلسل بند تھا۔ اسے اب اس بات کا پتا کرنا تھا کہ کون تھا جس نے اورہان کو فیکٹری میں آنے کے لیے کہا تھا۔ اس نے نمبر ٹریس کرنے کے لیے اپنے جاننے والے کو کال ملائی۔ اب اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ حادثے کی رات یہ نمبر کس کے استعمال میں تھا۔

ڈیوٹی ٹائم ختم ہو چکا تھا۔ وہ تھانے سے باہر نکلا اور گھر کی جانب گاڑی کا رخ موڑ دیا۔ سرمئی سڑک پہ سرمئی سینٹرو نہایت دھیمی رفتار سے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہ بہت ساری سوچیں سوچتا گاڑی چلا رہا تھا۔ ایک سگنل پر اس کی گاڑی آکر رک گئی۔ ہری بتی جلنے پر اس نے گاڑی کو دوبارہ دھیمی سپیڈ پر بڑھنے

دیا۔ بڑھتے بڑھتے گاڑی مڈل کلاس طبقے کے بنے رہائشی گھروں کے قریب پہنچ گئی۔ اپنے گھر کے سامنے پہنچ کر اس کی نگاہ ایک گاڑی پر گئی جس سے اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کی خالہ آئیں ہوئیں ہیں۔ اس نے ہارن دیا تو سعد نے آکر گیٹ کھولا۔ گاڑی گھر کے اندر بنے چھوٹے سے گیراج میں پارک کرنے کے بعد وہ اندر چلا آیا۔

" السلام علیکم"

اس نے سب کو سلام کیا۔ جس پر سب نے اس پر بھی سلامتی بھیجی۔ وہ خالو کے گلے ملا اور خالہ سے پیار لیا۔ اسے آج اس بات نے بھی حیران نہیں کیا تھا کہ خالو کیسے آ گئے تھے۔

"کیسے ہو بیٹا؟"

" ٹھیک"

وہ صدیوں کا تھکا ہوا معلوم ہو رہا تھا جس پر سب دکھی ہوئے۔

"انس تم آج یونیفارم کے بغیر ہی چلے گئے؟"

یہ پوچھنے والے اس کے بابا تھے۔

"بابا ذہن میں نہیں رہا۔"

مختصر جواب دیا گیا۔ جس پر سب اس کی غائب دماغی کو نوٹ کر چکے تھے۔

بیٹا تمہارے دوست کی وفات کا علم ہوا۔ ماہ رخ بھی وہاں گئی تھی نا اپنی خالہ" کے ہمراہ ۔ اس نے بتایا سب بہت رنجیدہ تھے۔ بہت افسوس ہوا مجھے۔ اللہ "تمہیں اور ان کے خاندان کو صبر دے۔

اس کے خالو اس سے تعزیت کر رہے تھے۔ مگر انس اپنے خیالات میں ہی الجھا بیٹھا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"انس فریش ہو جاو بیٹا۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔"

انہوں نے اس کی خاموشی کا اثر زائل کرنے کے لیے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے ماما۔ میں ریسٹ کروں گا۔"

"تم صبح بھی کچھ کھا کر نہیں گئے۔"

وہ اس کے لیے پریشان ہو رہیں تھیں جو خود کو سرے سے ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔ وہ صبح بھی اس کو بار بار کہتی رہیں تھیں مگر وہ بغیر ناشتہ کے ہی چلا گیا تھا۔

"ایک دن نہ کھانے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

جواب دے کر وہ فورا اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"انس تو مجھے کھویا کھویا محسوس ہو رہا ہے۔"

اپنے بھانجے کو اتنا سنجیدہ اور افسردہ دیکھ کر انہیں دکھ ہوا تھا۔

بہت محبت کرتا تھا اپنے دوست سے۔ بچپن کا ساتھ تھا دونوں کا۔ اس لیے"

"ابھی وقت لگے گا۔

انہوں نے انہیں اورہان اور انس کی دوستی کے بارے میں آگاہ کیا۔

"اللہ بہتر کرے۔"

خالو نے دعا دی جس پر سب نے آمین کہا۔

"اچھا تو آپ بتا رہے تھے کہ ایک ماہ بعد آپ واپس دبئی جا رہے ہیں۔"

مجتبیٰ صاحب نے موضوع بدلا۔

جی، جی اور ساتھ ہی ہم آپ کو ماہ رخ کے رشتے کے حوالے سے بھی بتانے"

"آئے ہیں۔

اس بات پر مجتبیٰ صاحب خوشگوار حیرت کا شکار ہوئے۔ انس کی ماما جو ماہ رخ کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں وہ تھوڑی افسردہ بھی ہوئیں مگر اپنی بھانجی کا رشتہ اچھی جگہ پر طے ہونے کے باعث انہیں خوشی ہوئی۔ ماہ رخ کے تایا کا بیٹا ایک خوبصورت، باکردار، پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا لڑکا تھا جس کے باعث ان کے خاندان میں سب ہی اپنی بیٹی کا رشتہ اس سے کرنا چاہتے تھے مگر انہوں نے ماہ رخ کو چنا تھا۔

"تو کیا اپنے بھتیجے سے رشتہ طے کیا ہے؟"

جی بالکل، ماشاءاللہ بہت اچھا اور سلجھا ہوا بچہ ہے۔ اور پھر بڑے بھائی"
"نے رشتہ مانگا تو انکار کرنے کا کوئی جواز ہی پیدا نہیں ہوا۔

ماہ رخ کے والدین بہت خوش تھے۔

"اللہ تعالیٰ ماہ رخ کے نصیب اچھے کرے۔"

آمین۔ دو ہفتے بعد ماہ رخ کا نکاح اور رخصتی طے ہوئی ہے۔ پھر ایک ہفتہ بعد وہ"
"لوگ ولیمہ کریں گے۔

"بہتر۔ بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔"

آپ کو بھی بھائی صاحب۔ اب خالہ اور خالو کو پورے مان سے شرکت کرنی" ہے۔"

تحمینہ بیگم نے ان کو بہت خلوص سے انوائٹ کیا تھا۔

"ضرور"

خوشگوار ماحول میں ماہ رخ کی شادی کی پلاننگ شروع ہو گئی تھی۔ اب ماہ رخ کے والد مجتبیٰ صاحب سے بینکوئیٹ کی تفصیلات لے رہے تھے اور تحمینہ بیگم اپنی بہن کو مختلف لہنگے دکھا کر بارات کا جوڑا طے کر رہی تھیں۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

خوبصورت اور نفیس کمرے میں داخل ہوا جائے تو کتابوں کے ڈھیر کے پاس بیٹھی ماہ رخ ایک کتاب ہاتھ میں تھامے اس کے صفحات کو اپنی مخروطی انگلیوں سے آگے پیچھے کر رہی تھی۔ اس کی سوچیں اس وقت کتاب میں موجود کرداروں کے گرد نہیں گھوم رہی تھی۔ جب انسان اپنی زندگی کے کرداروں کے بارے میں سوچتا ہے تو وہ ان تصوراتی کرداروں سے بہت دور نکل جاتا ہے جیسے اس وقت ماہ رخ نکل چکی تھی۔

اسے بچپن سے لے کر اب تک انس کے ساتھ کی ہوئی شراتیں،
مذاق، روٹھنا، منانا سب یاد آرہا تھا۔ اس نے اپنے ذہن کے پردوں پر زور ڈالا تو
کہیں بھی انس کی آنکھوں میں وہ جذبات نہیں پائے جو فاریہ کو دیکھ کر اس کی
آنکھوں میں ماہ رخ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اور اسی لمحے اس نے ایک
گہرا سانس بھرا۔

"میں ماہ رخ ۔۔آج، ابھی اور اسی وقت اپنی بیوقوفی کے عوض کی جانے والی
اس پسندیدگی اور معصوم محبت سے دستبردار ہوتی ہوں۔ میری زندگی میں انس
ہمیشہ اہمیت رکھے گا بالکل ایسے جیسے اس کی زندگی میں میری اہمیت ہے۔
ایک اچھی کزن اور دوست کی مانند۔۔۔ مگر، مگر اب اس سب میں وہ محبت
شامل نہیں ہوگی۔"

ماہ رخ کی آنکھیں خشک تھیں۔ اس نے محبت میں مات قبول کی تھی اور وہ بھی
پوری شان سے۔۔۔

"ہاں ماہ رخ اب صرف اپنے محرم کے بارے میں ہی سوچے گی اور اسی سے
محبت کرے گی۔"

اس نے اپنی غلطی کو مانا تھا اور اس غلطی پر توبہ بھی کر لی تھی۔

اس نے ڈپریشن لینے کی بجائے قدرت کے فیصلے کو دل سے قبول کیا تھا اور اس محبت سے آزاد ہو کر زندگی میں آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اور اب وہ اپنے محرم کے ساتھ اپنی خوشگوار زندگی کے لیے دعاگو تھی۔

آخر میں ایک دعا اور تھی جو ماہ رخ نے مانگی تھی۔ انس اور فاریہ کی محبت کی تکمیل کی دعا۔۔۔ کیونکہ ایک بار میں ہی فاریہ کو دیکھ کر وہ اس لڑکی کے دل کا حال جان چکی تھی۔

ہاں وہی لڑکی جو دل و جان سے انس پر مر مٹی تھی مگر شاید انس ہی کی طرح بزدل تھی۔

جان سے گزر گئے مگر بھید نہیں کھلا کہ ہم

کس کی شکار گاہ تھے کس کے لئے ہدف ہوئے

(پروین شاکر)

انس اس وقت اپنے کمرے میں موجود اس سارے واقعے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کے دوست کو جان بوجھ کر وہاں بلایا گیا تھا اور پھر جو اس کے ساتھ ہوا سب سوچی سمجھی سازش تھی۔ اب کی بار اس نے سیدھا عریش کو تفتیشی کٹھرے میں کھڑا کرنے کا سوچ لیا تھا۔

لیکن ایک بات وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ عریش کبھی کوئی ثبوت نہیں چھوڑے گا۔ اور بغیر ثبوت کے نہ تو وہ اس شک کی تصدیق کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی کاروائی کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ صرف اپنی گٹ فیلنگ کے زور پہ اس کو مجرم ثابت نہیں کر سکتا تھا۔

"لیکن کوئی تو ہو گا جسے اس نے یہ کام سونپا ہو گا۔ کوئی ایسا شخص جو اورہان کے کاموں پہ نظر رکھتا ہو۔ کیونکہ وہ خود تو اتنا فارغ نہیں ہوتا۔ لیکن ایک بات مجھے کھٹک رہی ہے کہ اس روز اورہان نے خود مجھے کہا تھا کہ اسے عریش پہ شک ہے۔ مگر خود کے ساتھ اتنے واقعات ہو جانے پر بھی اس کا شک عریش پہ کیوں نہیں گیا۔"

انس اس کیس کے مشکوک فرد کا سوچ رہا تھا جب اورہان نے اسے ریسٹورنٹ بلوا کر عریش پہ شک واضح کیا تھا۔

انس کے ذہن میں جس بات نے طلاطم برپا کیا تھا وہ بھی یہی تھی کہ جو شخص کسی کی ساخت تباہ کرنے کے لیے بلڈنگ گروا سکتا ہے اس کے لیے کسی سے بدلہ لینے کے لیے بلڈنگ کو جلانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

لیکن ایک کڑی سلجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے ولید نعمان کی ساخت برباد کر کے فائدہ تھا مگر اورہان کی زندگی سے کیا مسئلہ ہو سکتا تھا۔

اس وجہ کو ڈھونڈے بغیر وہ اورہان کے قاتل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ دشمن کی دشمنی کی وجہ کا علم ہونا ہی اس معاملے کو حل کرنے کے لیے ضروری تھا۔

انس مجتبیٰ کی پوری رات اس وجہ کو تلاش کرنے میں گزرنے والی تھی۔

دو ہفتہ کا وقت صحرا میں اونٹ کی مانند تیز قدموں سے دوڑ رہا تھا۔ مہرماہ اب بھی ہر لمحہ اورہان کو سوچتی تھی۔ اس نے ابھی تک یونیورسٹی جوائن نہیں کی

تھی۔ حیدر صاحب اور صوفیا بیگم ان دو ہفتوں میں بوڑھے دکھنے لگے تھے۔ کیونکہ ان کے فریش رہنے کی ایک وجہ اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ فاریہ اب بالکل خاموش ہو چکی تھی۔ اس کا چہرہ ہر لمحہ سپاٹ ہوتا تھا۔ نہ وہ کسی بات پہ مسکراتی تھی اور نہ ہی واویلا کرتی تھی۔ خاموشی کا لبادہ اوڑھے بس اپنی زندگی کو گزار رہی تھی۔ انس مسلسل اس انسان کو کھوج رہا تھا جو اس سارے واقعے کے پیچھے تھا۔ غرض کوئی بھی سکون کی زندگی نہیں گزار رہا تھا۔

دوسری طرف آیا جائے تو ماہ رخ کی شادی کی تیاریاں زوروشور سے جاری تھیں ۔ انس کی والدہ اپنی بہن کے ہمراہ بازاروں کے چکر کاٹ رہیں تھیں۔ ان کی لاڈلی بھانجی کی شادی تھی وہ کوئی کمی نہیں رکھنا چاہتی تھیں۔

ایک طرف غم تھا تو دوسری طرف خوشیاں۔۔۔

NOVEL HUT

ایسا ہی تو ہوتا ہے خوشیاں منانے والوں کو کسی کا غم یاد نہیں رہتا اور غم منانے والوں کو کسی کی خوشیوں کی پرواہ نہیں ہوتی۔۔۔

انس ان دونوں کے درمیان الجھ کے رہ چکا تھا۔

وہ اپنے دوست کی موت کا غم مناتا، اس کے مجرموں کو تلاش کرتا یا اپنی سب سے اچھی دوست کی خوشیوں میں شرکت کرتا۔

نکاح کے روز شرکت کرنا اس کے لیے ضروری بھی تھا۔

شادی کا سارا ارینجمنٹ ایک خوبصورت بینکویٹ میں کیا گیا تھا۔ انس سکن کلر کا سوٹ پہنے ،آستینوں کو کلائیوں تک موڑے، کندھوں پر بھوری شال لیے، ہاتھ میں گھڑی پہنے، سیاہ سلکی بالوں کو ماتھے سے پیچھے ہٹاتا، چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ سجائے مہمانوں کو ریسیو کر رہا تھا۔

لوگوں کے مسکراتے چہرے دیکھ کر وہ حیران ہو رہا تھا وہ دکھ میں تھا لیکن باقی کس طرح ہنس رہے تھے۔

دنیا بھی ایسی ہی ہے کوئی کسی کے غم میں شرکت نہیں کرتا۔

بارات آچکی تھی ۔ دولہا سفید شیروانی پہنے بہت خوبرو دکھ رہا تھا۔ اس کو سٹیج پر بٹھایا گیا۔ نکاح کا مرحلہ طے ہوا۔ دولہا اور دلہن کے نکاح کے بعد اب دلہن کو سٹیج پ رلائے جانے کی باری تھی۔ قدم قدم سینچ سینچ کر رکھتی ماہ رخ بھاری

سرخ لہنگے میں ایک ہاتھ میں پرس لٹکائے دوسرے ہاتھ سے لہنگا تھامے سپاٹ لائٹ میں آگے بڑھ رہی تھی۔

اس کی نگاہ کبھی جھک رہی تھی تو کبھی اٹھ رہی تھی۔ نگاہ اٹھتے ہی اس کی نگاہ شادی کے انتظامات سنبھالتے انس کی جانب اٹھی تو اس نے فورا نگاہوں کا زاویہ بدل کر اسے سامنے سٹیج پر موجود اپنے محرم کی جانب کیا جو آنکھوں میں دیپ جلائے بغیر پلک جھپکے اس اپسرا کو دیکھ رہا تھا۔ ماہ رخ جب سٹیج کے پاس پہنچی تو دولہے نے آگے بڑھ کر اس ہاتھ تھاما جس پر ہوٹنگ شروع ہو گئی۔ وہ ماہ رخ کو سٹیج پر موجود صوفہ تک لے کر آیا اور اس کے بیٹھتے ہی اس کے ساتھ پوری شان سے براجمان ہو گیا۔ ان کے اردگرد مہمانوں کا ہجوم ہو چکا تھا جو اس میڈ فار ایچ ادر والے کپل کو داد دینے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے اپنا بنانے کا اور میری بننے کا بہت شکریہ ماہ رخ"

اس نے ماہ رخ کی جانب دیکھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا جس پر ماہ رخ نے شرم سے نگاہیں جھکا لیں۔ ساری رسومات ہوتی رہیں لیکن انس سٹیج کے پاس

بھی نہیں آیا تھا۔ اور حیرت کی بات تو یہ تھی کہ ماہ رخ نے اس چیز کو نوٹ بھی نہیں کیا تھا۔

تقریب کے اختتام کے قریب انس سٹیج پر آیا اور آکر دونوں کو مبارکباد دی۔

"اپنی پیاری سی کزن اور دوست تمہیں سونپی ہے اس کا بہت خیال رکھنا۔ اور ہاں ایک بات اور یہ جب بھی تم سے ناراض ہوگی تو اسے کتابیں دے دینا۔ مان جائے گی اور خوش بھی ہوگی۔"

کتنا جانتا تھا نا وہ اسے مگر پھر بھی جان نہیں سکا تھا۔

"اپنی جان سے بڑھ کر خیال رکھوں گا۔ تم فکر مت کرو۔"

اس کے جواب پر انس خوش ہوا تھا اور ایک خوبصورت مسکان نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

رخصتی کا وقت ہوا تو ماہ رخ کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ وہ اپنے ماما ، بابا اور خالہ کے گلے لگی ایموشنل ہو رہی تھی۔

"ماہ رخ رونا نہیں۔ دیکھو تیس ہزار کا میک اپ خراب کرو گی اور ایویں بیچارا دولہا تمہیں ادھر ہی نہ چھوڑ جائے۔"

انس نے اتنے دنوں میں پہلی بار ایسے ہلکے پھلے انداز میں مسکرا کر بات کی تھی جس پر سب نے سکون کا سانس خارج کیا تھا۔ لیکن ماہ رخ کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"فکر مت کرو یہ ہمیں ہر حال میں قبول ہیں۔"

یہ بولنے والا ماہ رخ کا ہمسفر تھا۔ جس پر ماہ رخ نے جھٹکے سے اسے دیکھا تھا جو اب اسی کو مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ نظریں ملنے پر ماہ رخ نے گڑبڑا کر نظریں جھکا لی تھیں۔

رخصتی ہو چکی تھی اور ماہ رخ اب اپنے سسرال رخصت ہو چکی تھی۔ وہ نروس ہو رہی تھی پہلے وہ کسی اور رشتے سے یہاں آتی تھی مگر اب رشتہ بدل چکا تھا۔

اس کو کمرے میں لے جا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ وہ کمرے کا جائزہ لے رہی تھی جہاں سرخ پھولوں کی مہک نے اس کو اندر تک معطر کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اندر داخل ہوا جس کے نام کے ساتھ اب اس کا نام جڑ چکا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن اس کے ہر قدم پر تیز

ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھا۔ اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جس پر ماہ رخ نے تھوڑے وقفے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

جانتی ہیں ماہ رخ بچپن سے آپ کو اپنے دل میں بسایا تھا۔ لیکن کبھی سوچا بھی" نہیں تھا کہ آپ میری قسمت میں ہو سکتی ہیں۔ آپ مجھے بہت دور محسوس ہوتی تھی۔ جب آپ چچا کے پاس دبئی گئی تھی اس وقت مجھے پہلی بار اس بات کا "ادراک ہوا تھا کہ میں آپ سے محبت کرنے لگا تھا۔

وہ اس کے چہرے کی طرف یک ٹک دیکھتا اس سے اپنے دل میں چھپے رازوں سے آشنا کروا رہا تھا۔ ماہ رخ پلک جھپکے بغیر اس کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے اپنا ساتھ سونپ کر آپ نے مجھے میری ہر دعا کا صلہ دے دیا ہے۔"

وہ اس کے بائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی میں انگوٹھی پہناتا اسے اس کی اہمیت بتا رہا تھا۔ جس پر ماہ رخ نے رب کا شکر ادا کیا تھا۔ اس نے انس کی محبت کو دل سے نکالا تھا تو اس کے رب نے اسے اتنے اچھے لائف پارٹنر کا ساتھ عطا کیا تھا۔

صحیح کہتے ہیں کہ بعض اوقات آپ کسی کے دل کی دنیا تہس نہس کر چکے ہوتے ہیں اور آپ کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔

صبح تازگی اور اجالا لیے آن وارد ہوئی تھی۔ باغات میں ہوا کے دوش پہ سبزے کی لہلہاہٹ رقص کا منظر پیش کر رہی تھی۔پرندوں کی چہچہاہٹ نے ماحول میں دھیمے سر پیش کیے ہوئے تھے۔پرندے چہچہاتے ہوئے اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل پڑے تھے۔ لوگ رزق کی تلاش کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکلنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کوئی اسکول جا رہا تھا تو کسی کو دفتر جانا تھا۔ غرض ہر جانب افراتفری مچی ہوئی تھی۔

اسی افراتفری بھری صبح میں ایک کمرے میں داخل ہوا جائے تو وہ بیڈ پر کمفرٹر اوڑھ کر لیٹی نگاہیں مسلسل کمرے کی چھت پہ ٹکائے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔

اسے اس چھت میں بھی کسی کا عکس نظر آ رہا تھا۔ لیکن وہ عکس چھت پر نہیں اس کی آنکھوں میں سمایا ہوا تھا جسے وہ اس چھت پہ تلاش کر رہی تھی۔ کچھ پل

چھت کو دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اپنی بھوری آنکھوں کو سرخ و سفید پپوٹوں میں چھپا لیا۔

چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد اس نے آنکھیں وا کیں اور بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک نظر اپنے مچلگے لباس کو دیکھا پھر وارڈروب سے ایک پریس شدہ جوڑا نکالا اور واش روم میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ واش روم سے باہر آئی۔ گرین کلر کی لانگ شرٹ اور ٹراوزر پہنے ،گیلے سیاہ سلکی بالوں کو تولیے میں لپیٹے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی۔ بالوں کو ڈرائیر کی مدد سے خشک کرنے کے بعد اس نے دوبارہ وارڈروب کھولی اور اس میں سے ایک برقع نکالا ۔ وہی جو مریم آپی نے اسے اس کی شادی کی شاپنگ کے دوران گفٹ کیا تھا۔ برقع پہنے، حجاب اوڑھے، اپنا بیگ اٹھائے وہ کمرے سے باہر چلی آئی۔وہ سیڑھیاں اتر کے نیچے آئی تو سرفراز صاحب کو لاونج میں اخبار پڑھتے پایا۔ ماریہ بیگم کچن میں موجود ان کے لیے ناشتہ بنا رہیں تھیں۔

"السلام علیکم بابا"

"وعلیکم السلام بیٹا، ادھر آو میرے پاس"

سرفراز صاحب نے اخبار پر سے نظریں ہٹاتے اس کو دیکھا اور اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا جس پر مہرماہ چہرہ پہ زبردستی مسکراہٹ سجائے ان کی جانب آئی۔

"بیٹا کیا یونیورسٹی واپس جوائن کرلی ہے؟"

اس کو صبح کے وقت برقع پہنے باہر جانے کے لیے تیار دیکھ ان کو یہی خیال آیا۔

"نہیں بابا"

"پھر صبح کے وقت کہاں جا رہی ہو؟"

"بابا میں حیدر انکل کے گھر جانا چاہتی ہوں۔"

نہ جانے بتا رہی تھی یا اجازت طلب کر رہی تھی مگر اس کی بات سن کر سرفراز صاحب نے اپنی معصوم بیٹی کو بہت دکھ بھری نگاہ سے دیکھا تھا جسے اتنی سی عمر میں اتنے بڑے حادثے سے گزرنا پڑا تھا۔

"ضرور جاو بیٹا۔ آپ کو دیکھ کر وہ بھی بہت خوش ہوں گے۔"

"شکریہ بابا"

"رکو مہرو"

وہ اٹھ کر جانے ہی والی تھی جب ماریہ بیگم کی آواز پہ وہیں رک گئی۔ ماریہ بیگم ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے اس کی طرف آرہیں تھیں۔

"چائے پی کر جانا ورنہ سر درد کرے گا۔"

غالبا وہ سب سن چکی تھیں۔ اور مہرماہ نے حیران نظروں سے اپنی ماما کو دیکھا تھا جو اسے ہمیشہ جوس پینے کے لیے کہتی تھیں آج وہ خود اس کو چائے دے رہی تھیں۔

"ماما دل نہیں چاہ رہا چائے پینے کا۔ آپ مجھے ایک گلاس جوس لا دیں گی۔"

اور اب حیران ہونے کی باری ان کی تھی وہ لڑکی جو چائے کی شوقین تھی آج وہ جوس مانگ رہی تھی۔

"میں ابھی لے کر آتی ہوں۔"

ماریہ بیگم فورا کچن میں آئیں تھیں اور اس کے لیے جوس بنا کر لے کر آئیں۔

اس نے جوس کا گلاس تھاما اور گھونٹ گھونٹ پینا شروع کیا۔ وہ دونوں اس کو جوس پیتا دیکھ رہے تھے۔ اس بات سے لاعلم کہ مہرماہ سرفراز نے اورہان سے

ہی محبت نہیں کی تھی اس کی ہر پسندیدہ شے سے مہرماہ کو انسیت تھی اور اپنی خواہشات تو وہ بہت پیچھے چھوڑ چکی تھی۔

جیسے چائے کو چھوڑ کر اس نے جوس کو چنا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اس کی گاڑی گرے بنگلے میں داخل ہوئی تھی۔ گیراج میں گاڑی پارک کرتے ہوئے اس کی نگاہ وائٹ اوڈی پہ گئی ۔ وہ گاڑی پارک کر کے باہر نکلی اور قدم قدم چلتی اس گاڑی کے پاس آئی۔ ایک ہاتھ کو آگے بڑھا کر گاڑی پہ پھیرا۔ بہت ساری یادیں تازہ ہو رہیں تھیں۔

اورہان کا اس گاڑی میں موجود ہونا، گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کی جانب بڑھنا، اس کو گاڑی کی چابی تھمانا، اس کا اورہان کے ہاتھ سے چابی لینا۔۔۔۔

یادیں تو کبھی ماند نہیں پڑتی۔ ہم جتنا بھی ان کو دفن کرنے کی کوشش کریں یہ قبر کھود کر واپس آہی جاتی ہیں۔

ایک آخری نظر گاڑی پہ ڈال کر وہ اندر کی جانب بڑھی۔ سارا لاؤنج سنسان پڑا تھا۔ وہ حیدر صاحب کے کمرے کے باہر پہنچی اور ناک کیا۔ اندر سے آنے کی

اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوئی اور بیڈ پر موجود صوفیا بیگم نے اورہان کی تصویر والے فریم سے نظر اٹھا کر اس کو دیکھا اور ان کے چہرے پہ آج بہت دنوں بعد ایک مسکراہٹ نے بسیرا کیا تھا۔ وہ ان کے اورہان کی محبت تھی جس کو پانے کے لیے وہ اتنا بے تاب تھا۔

"مہرماہ میری جان"

وہ بیڈ سے اٹھنے لگی تھیں جب مہرماہ نے فوراً آگے بڑھ کر انہیں روکا۔ ان کے ہاتھوں میں موجود فریم کو بھی وہ دیکھ چکی تھی مگر اسے اپنے جذبات پہ قابو پانا آتا تھا۔

"آنٹی پلیز بیٹھ جائیں۔ کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

وہ ان کے پاس بیٹھی ان سے ان کا حال احوال پوچھ رہی تھی۔

"مہرماہ تمہیں بہو بنانا کر لانا چاہتی تھی مگر قسمت کو منظور ہی نہیں ہوا۔"

وہ اس کو دیکھتے ہوئے کرب سے کہہ رہیں تھیں۔

آنٹی میں ہمیشہ آپ کی بیٹی رہوں گی اور بہو تو آپ مجھے بنا چکی ہیں۔ دیکھیں میں"
"آپ کے گھر بھی موجود ہوں۔

مہرماہ کے الفاظ نے صوفیا بیگم کو پرسکون کر دیا تھا۔

"مہرماہ چھوڑ کر تو نہیں جاو گی؟"

وہ اس کا ہاتھ تھامے اپنے خدشات اس کے سامنے پیش کر رہیں تھیں۔

"نہیں آنٹی"

یہ الفاظ ٹھنڈی پھوار کی طرح ان پر برسے تھے۔اتنی دیر میں حیدر صاحب واش روم سے باہر آ چکے تھے اور مہرماہ کو دیکھ کر وہ بھی خوشگوار حیرت کا شکار ہوئے تھے۔

"السلام علیکم انکل"

"وعلیکم السلام بچے، کیسی ہے میری بیٹی؟"

"الحمد للہ انکل میں ٹھیک ہوں۔"

"میں نورین سے چائے کا کہتا ہوں تم بیٹھو۔"

وہ کچن کی جانب چلے گئے۔ مہرماہ بیڈ سے اٹھی اور وارڈ روب کی جانب آئی ایک نظر تمام کپڑوں پہ ڈال کر ایک سوٹ باہر نکالا۔

"چلیں آنٹی فورا اٹھیں"

مہرماہ نے صوفیا بیگم کو سہارا دے کر اٹھایا۔ ایک خوبصورت اور نفیس سا لائٹ پنک کلر کا سوٹ اس نے صوفیا بیگم کو تھما دیا۔

"جلدی سے فریش ہو کر یہ پہن کر آئیں۔"

"پر اس سوٹ میں کیا مسئلہ ہے؟"

انہوں نے اپنے سوٹ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس مجھے آپ کو اس کلر میں دیکھنا ہے۔"

وہ انہیں یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ اگر اورہان اپنی ماما کو اس طرح دیکھتا تو اسے کتنا دکھ ہوتا۔ اس کی ماما ہمیشہ تروتازہ اور نکھری ہوئی ہوتی تھیں۔ صوفیا بیگم سوٹ لیے واش روم کی جانب بڑھ گئیں۔ پیچھے مہرماہ نے سکھ کا سانس لیا اور کمرے سے باہر نکلی۔ اب اسے اورہان کی گڑیا کے پاس جانا تھا۔ وہ فاریہ کے کمرے میں آئی تو اس کو سوتے ہوئے پایا۔ دھیرے سے اس کے پاس جا کر ایک نظر

اس سوئی ہوئی معصوم گڑیا کو دیکھ کر وہ کمرے سے باہر آگئی۔ وہ لاونج میں موجود ششں وپنج میں مبتلا کھڑی تھی جب حیدر صاحب نے اس کو پریشان کھڑے دیکھا تو اس کے پاس آئے۔

"کیا ہوا بیٹا ؟ پریشان دکھائی دے رہی ہو۔"

وہ انکل۔۔" وہ آگے بول نہیں پا رہی تھی۔"

"کیا بات ہے مہرو؟"

"انکل کیا میں اورہان کے روم میں جا سکتی ہوں؟"

ہچکچاتے ہوئے اپنا مدعا پیش کیا۔

اس میں پوچھنے والی کونسی بات ہے بیٹا وہ کمرہ آپ کا بھی ہے۔ آپ جب بھی" "چاہیں جا سکتی ہیں۔ اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

اس بات کو سنتے مہرماہ کے دل میں درد کی ایک لہر دوڑی تھی۔ کاش کہ وہ بھی موجود تھا۔

"بہت شکریہ انکل۔"

وہ فورا اورہان کے کمرے کی جانب بڑھی۔

دروازہ کے باہر جا کر ایک لمحہ ٹھہر کر اس نے دروازہ کھول دیا۔

وہ میری نظر سے چھپیں گے کیا جو مکیں ہے میرے خیال میں

انہیں جب بھی چاہوں میں دیکھ لوں وہ کبھی سہی، وہ کہیں سہی

ایک خوشبو بھرا ہوا کا جھونکا اس کے پاس سے ہو کر گزرا۔ اس نے ایک لمبا سانس بھر کر اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔ اس کا کمرہ بھی اس کی طرح معطر رہتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کمرے کے وسط میں آچکی تھی۔ ایک نظر پورے کمرے پہ دوڑائی جس کی ہر چیز اس سے جڑی تھی جو ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔ سفید اور بھورے رنگ والے کمرے میں آج ایک روشنی سی چھا گئی تھی۔ اورہان نے ہمیشہ اس کو اس کمرے میں اپنی بیوی کے روپ میں دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

مہرماہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی تو وہاں موجود پرفیومز کو لیکشن میں سے ایک پرفیوم کا ڈھکن کھول کر اس کی خوشبو کو ہوا کے سپرد کیا تھا۔ یہ وہی پرفیوم تھا جو اورہان نے نکاح کے وقت استعمال کیا تھا۔ اس کی خوشبو کو اپنی سانسوں کے

ساتھ اندر اتارتے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ اپنے بالکل پاس کسی کی سانسوں کی آواز محسوس کرتے اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور گھبرا کر اردگرد دیکھا۔ مگر وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"اورہان میں نے سنا تھا کہ لوگوں کو محبت میں وہم ہو جاتے ہیں مگر کبھی سوچا نہیں تھا کہ میرا شمار بھی ان لوگوں میں ہو جائے گا۔ آپ کہتے تھے ناں کہ مہرماہ آپ اتنی چائے کیسے پی لیتی ہیں پر جانتے ہیں آج چائے پینے کا دل نہیں کیا۔ آپ کے لبوں سے اپنا نام سننے کے لیے ترس چکی ہوں۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی آپ میرے سامنے آجائیں گے اور میرا نام پکاریں گے۔ اورہان مجھے آپ کی بہت یاد آرہی ہے۔"

وہ بیڈ پر بیٹھی ہلکی آواز میں اپنے دل کا حال کہہ رہی تھی لیکن کمرے میں مکمل خاموشی کے باعث اس کی آواز باآسانی سنائی دے رہی تھی۔ اس کی بھوری آنکھیں بہنا شروع ہو چکی تھی۔

"آپ کی مہرماہ آپ کے بغیر ادھوری ہے۔ آپ کے گھر والے بہت تکلیف میں ہیں۔ آنٹی، انکل نے اپنا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ فری خاموش ہو چکی ہے۔"

وہ اس کے کمرے میں بیٹھی اس سے باتیں کر رہی تھی جیسے وہ اس کے سامنے موجود ہو اور اس کی ساری باتیں سن رہا ہو۔

اچانک اس کی نظر تکیے کے نیچے گئی کچھ محسوس کرتے ہوئے اس نے تکیہ پیچھے ہٹایا تو ایک ڈائری نظر آئی۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر ڈائری اٹھائی اور شروع سے کھول دی۔ پہلے صفحہ پہ صرف چند الفاظ تحریر تھے۔

"اورہان کے دل کی ملکہ کے نام"

اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے اگلا صفحہ کھولا۔ جس پر اس دن کا سارا حال درج تھا جب مہرماہ کی ڈگری مکمل ہوئی تھی۔ یہ بات تو اسے اورہان نے بھی بتائی تھی کہ اس روز اسے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ اس نے صفحات آگے کرنے شروع کیے وہ بہت انہماک سے یہ الفاظ پڑھ رہی تھی۔ اپنی آنکھوں پہ کی گئی اس کی شاعری کو پڑھتے اس کی آنکھوں سے اشک گر کر ان الفاظ کو بھگو رہے تھے۔ اس نے مہرماہ اور اپنا ہر لمحہ اس ڈائری میں محفوظ کیا ہوا تھا۔ جب اس نے رشتہ بھیجا، مہرماہ سے نکاح، اس سے ملاقات، اس کو ملکہ کا خطاب دینا اور اس ڈائری میں موجود تحریر شدہ آخری صفحہ

پہ لکھے الفاظ جس میں مہرماہ کے مکمل ساتھ کی خوشی اور ایکسائٹمنٹ درج تھی۔ کتنی محبت کرتا تھا وہ اس سے جس کا مہرماہ نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اس نے ڈائری بند کی اور اسے سینے سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ اس کی سسکیاں اس خاموشی میں ارتکاز پیدا کر رہی تھی۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کا راستہ روک رہی تھی۔ وہ غم، وہ اذیت، وہ دکھ، وہ حادثہ سب تازہ ہو چکا تھا۔ اور اس بار بھی اسے اپنے آنسو خود ہی روکنے تھے۔ کیونکہ اس کی خوشی کے آنسوؤں کو بھی اپنی پور پہ چننے والا اب موجود نہیں تھا۔

انس نے ولید نعمان والا کیس ری اوپن کر لیا تھا۔ وہی کیس جس کے بارے میں اورہان کا شک عریش سلطان پہ گیا تھا۔ کیونکہ ایک سیاست دان دوسرے سیاست دان کا دشمن ہوتا ہے۔ اور اس بات پہ انس کو کوئی شک نہیں تھا۔ لیکن اگر عریش کسی کو برا بنانے کے لیے یہ حرکت کر سکتا تھا تو عریش کی ہی بلڈنگ اس رات کیوں جلی۔ اس سب میں انس کا شک عریش کے ساتھ ساتھ ولید نعمان پہ بھی جا رہا تھا۔ وہ ان دونوں کے ماضی کے حالات و واقعات اور

ان کی کمزوریوں کو تلاش کر رہا تھا۔ اس وقت وہ رات کی سیاہی میں سڑکوں پہ گاڑی دوڑا رہا تھا جب سگنل پہ رکتے اس کی نگاہ ساتھ والی گاڑی میں موجود شخص پر گئی۔ اس کو تو وہ بھول ہی چکا تھا۔ اورہان نے اسے بتایا تھا کہ فہد ہی نے ولید نعمان والا پراجیکٹ اسے دلوایا تھا اور اسی پراجیکٹ سے ہی تو کہانی شروع ہوئی تھی۔ وہ اس وقت جینز اور ٹی شرٹ میں موجود تھا اس نے ڈیش بورڈ سے ماسک اٹھایا اور اسے اپنے چہرے پہ لگا لیا۔ سیاہ سلکی بال جو پہلے ہی ماتھے پہ گرے تھے ان کو مزید بکھیر دیا۔ اب اسے اس کا پیچھا کرنا تھا لیکن اس طرح کہ وہ کسی کی نظر میں نہ آئے۔

اس نے اپنی گاڑی فہد کی گاڑی کے پیچھے لگا دی جو اس وقت اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ کوئی خاتون بیٹھیں تھیں۔ فہد کی گاڑی ایک گھر کے باہر آکر رکی تھی پھر گیٹ کھلنے پر گاڑی اندر کی جانب بڑھ چکی تھی۔

کیا فہد اس سب میں شامل ہو سکتا ہے؟" ابھی وہ اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس نے گاڑی واپس اپنے گھر کی جانب موڑ لی۔

اگلے روز سے اس نے ایک آدمی کو فہد کا پیچھا کرنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ وہ آدمی اس کو فہد کے آنے جانے کے اوقات سے آگاہ کر دیا کرتا تھا۔ اس کے اوقات کار اس کو مشکوک بنا رہے تھے۔ ایک شخص جو پراجیکٹ دلوانے کا کام کیا کرتا تھا وہ اتنے عرصے سے کوئی پراجیکٹ نہیں دلوا رہا تھا۔ نہ ہی وہ کسی سیاسی شخصیت سے مل رہا تھا حالانکہ اس کا زیادہ تر وقت سیاسی اور کاروباری شخصیات میں ہی گزرتا تھا۔ اس نے فہد کے نمبر کا ڈیٹا نکلوایا تھا جس میں کچھ بھی مشکوک نہیں تھا۔ اس کی زیادہ تر کالز اور میسجز میں لڑکیوں کو کی گئی کالز اور میسجز ہی موجود تھے۔ گویا وہ ایک گھٹیا اور ٹھرکی قسم کا انسان معلوم ہوا تھا۔ مگر انس نے ابھی تک اسے شک کے کٹہرے سے باہر نہیں نکالا تھا۔ اسے فہد اور عریش کے درمیان کسی جوڑ کی تلاش تھی جو اس گتھی کو سلجھا سکتا تھا۔ لیکن وہ اس بات سے لاعلم تھا کہ فہد اور عریش دونوں اس چیز سے آگاہ ہیں کہ انس ان کی مخبری کر رہا ہے۔

پیر کی صبح جب وہ ڈیوٹی کے لیے گھر سے نکلا تو اس کا ذہن عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ اس نے کل رات فہد کو ایک آدمی سے جھگڑتے دیکھا تھا جو اس سے یہ کہہ

رہا تھا کہ وہ سب پولیس کو بتا دے گا۔ انس نے چھپ کر یہ سب سنا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ فہد اس کو دیکھ چکا تھا۔

وہ پورا راستہ یہی سوچتا جا رہا تھا۔ تھانے پہنچ کر اپنے فرائض ادا کیے۔ رات کو واپسی کی راہ پکڑی تو تاریک اور ویران راستے سے گزرنے کے دوران اسے ایک آدمی سڑک پہ گرا ہوا نظر آیا۔ وہ آدمی زخمی تھا ساتھ ہی اس کی بائیک بھی گری ہوئی تھی۔ غالبا وہ کسی گاڑی سے ٹکرا گیا ہو گا اور گاڑی والا اسے زخمی کرتا ہوا فرار ہو گیا۔ اس نے فورا بریک پہ پاوں رکھا اور گاڑی سے باہر آیا۔ سڑک پہ اکا دکا گاڑیوں کا گزر ہو رہا تھا۔ وہ اس زخمی شخص کے پاس پہنچا اور مدد کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ شخص جو درد سے کراہ رہا تھا اس نے ایک نظر اس کو دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں چمک آئی جو انس کو دکھائی نہیں دی کیونکہ وہ اس وقت اس کے زخموں کی جانب متوجہ تھا۔ انس نے اس انسان کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال پوچھتا ایک سٹیل کا چھوٹا ٹکڑا نہایت تیز رفتار سے اس کے بازو کو چھو کر گزرا جس سے اس توازن بگڑا اور اس نے کراہ کر اپنے بازو کی جانب دیکھا جہاں سے خون ابل ابل کر باہر آنا شروع ہو چکا تھا۔ ابھی وہ سنبھلا نہیں تھا کہ ایک اور گولی اس کی ٹانگ کو چھوتی گوشت کے اندر

دھنسی تھی۔ ایک دم اس کا توازن بگڑا تھا اور وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ جسم سے خون اور آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو چکا تھا۔ اسے اپنی بصارت دھندلی پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے آس پاس دیکھنے کی کوشش کی مگر سر بھاری ہونے اور شدت کی تکلیف سے اس کی آنکھیں بند ہونا شروع ہو چکی تھی۔

ایک دم اس کا سر سرمئی سڑک پہ جا کر لگا تھا۔ اور اس کی آنکھوں کے پار اندھیرا چھا گیا۔ اس نے آنکھوں پہ زور ڈال کر کھولنے کی کوشش کی مگر ناکام ٹھہرا۔ اس کے ذہن کے پردوں پہ اس کے اپنے نظر آرہے تھے۔ ماما، بابا، سعد، اورہان، فاریہ۔۔۔

سارے منظر گڈمڈ ہو رہے تھے اور اس کا ذہن مفلوج ہونا شروع ہو چکا تھا۔ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا۔

اس سارے واقعے سے لاعلم مجتبیٰ صاحب کے فون پر ایک کال آئی تھی۔

"سر ہم نے آپ کو یہ اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے کہ اے ایس پی انس مجتبیٰ کو گولیاں لگی ہیں اور اس وقت ان کا آپریشن چل رہا ہے۔"

مجتبیٰ صاحب جو صوفہ پہ بیٹھے انس کی ماما سے باتیں کر رہے تھے اطلاع ملتے ہی ان کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔

"کک۔۔۔کون سے۔۔۔ہسپتال؟"

انہوں نے ہکلاتے ہوئے سوال پوچھا تھا اور انس کی ماما کا دل کسی انہونی کے خوف سے لرز گیا تھا۔ مجتبیٰ صاحب نے فون رکھا تو وہ فورا بول پڑیں۔

"کون تھا؟ ہسپتال کون ہے؟کیا ہوا؟"

مجتبیٰ صاحب کی خاموشی انہیں مزید پریشان کر رہی تھی۔

"آپ بتا کیوں نہیں رہے کون ہے ہسپتال؟"

انس۔۔۔انس کو گولیاں لگی ہیں۔ اس کا آپریشن ہو رہا ہے۔ ہمیں اسی وقت" "ہسپتال کے لیے روانہ ہونا ہے۔ دعا کرو میرے بچے کو کچھ نہ ہو۔

وہ برق رفتاری سے کھڑے ہوئے تھے اور سن ہوئی اپنی بیوی کو بازوؤں سے تھام کر باہر کی جانب بڑھے۔ سعد اس وقت سو رہا تھا۔ انہوں نے دروازہ لاک کیا اور ہسپتال کی راہ لی۔

ہسپتال۔۔۔ ایک ایسی جگہ جہاں کئی لوگ زندگی پاتے ہیں اور کئی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اسی ہسپتال کے اندر داخل ہوتے مجتبیٰ صاحب اور ان کی بیگم کی سانسیں سینے میں الجھی ہوئی تھیں۔ ابھی وہ اندر داخل ہی ہوئے تھے جب کچھ باوردی پولیس والے ان کے پاس آئے۔

"سر میرے ساتھ آئیں میں آپ کو آپریشن تھیٹر تک لے جاتا ہوں۔"

ایک پولیس والے نے مجتبیٰ صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔

کتنا شوق تھا انہیں جب ان کے بیٹے کی وجہ سے لوگ ان کی عزت کرتے مگر افسوس کہ آج انہیں کسی چیز کی بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ پولیس والا انہیں لیے آپریشن تھیٹر کے باہر آیا تھا جس کی جلتی ہوئی سرخ بتی اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ ابھی آپریشن جاری تھا۔ مجتبیٰ صاحب ایک جگہ پہ جمے کھڑے تھے جبکہ ان کی بیگم مسلسل کوریڈور کے چکر کاٹ رہیں تھی۔ ان کا دل ہول رہا تھا۔ وہ دونوں اپنے بچے کی زندگی کے لیے دعاگو تھے۔

آپریشن تھیٹر کی سرخ بتی بجھ چکی تھی اور ان کی سانسیں اٹک چکی تھی۔ دو ڈاکٹر اوور آل پہنے باہر نکلے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر آگے بڑھ گیا جبکہ دوسرا ان کے پاس آیا۔

پیشنٹ اب خطرے سے باہر ہے۔ ان کو دو گولیاں لگی تھیں۔ ایک دائیں بازو" پہ جو گوشت کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی اور دوسری بائیں ٹانگ میں جس کو آپریشن کے ذریعے نکال لیا گیا ہے۔ مگر خون بہت زیادہ مقدار میں ضائع ہو چکا ہے۔ اس لیے ابھی پیشنٹ بے ہوش ہے۔ امید ہے جلد ہی انہیں ہوش آجائے "گا۔ آپ دعا کریں۔

ڈاکٹر کے یہ الفاظ کہ وہ خطرے سے باہر ہے ان کو آب حیات کی مانند محسوس ہوئے تھے۔

"ڈاکٹر صاحب کیا ہم اس کو دیکھ سکتے ہیں؟"

انہیں آپریشن تھیٹر سے منتقل کر کے جنرل روم میں لے جانے کے بعد آپ" "ان سے مل سکتے ہیں۔ مگر پلیز ڈسٹربنس نہ ہو۔

"بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب"

ڈاکٹر وہاں سے چلا گیا۔ اتنی دیر میں ایک میل نرس سٹریچر تھامے اسے لیے آپریشن تھیٹر سے باہر نکلا۔ اپنے بیٹے کو بے ہوش، پٹیوں میں جکڑا دیکھ ان کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔ وہ جانتے بھی تھے کہ اس فیلڈ میں یہ سب معمولی ہوتا ہے مگر وہ ماں باپ تھے جو اولاد کی تکلیف کو ان سے زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

انس کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ ہوش میں نہیں آیا تھا۔ وہ اس کے جلد ہوش میں آنے کے لیے دعا گو تھے۔

اسی وقت گرے بنگلے میں آیا جائے تو حیدر صاحب اپنے کمرے میں موجود تھے جب ان کو کسی جاننے والے کے نمبر سے ایک ویڈیو ریسیو ہوئی۔ انہوں نے اس ویڈیو پہ کلک کیا تو ویڈیو پلے ہوئی۔

تھانے کے اے ایس پی انس مجتبیٰ کو رات کے وقت ڈیوٹی سے واپسی پہ" نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے زخمی کر دیا۔ ان کو ہسپتال شفٹ کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔"

صحافی کی آواز ان کے کانوں کو چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ انہوں نے ویڈیو کو دوبارہ دیکھا اور سنا مگر وہی تصویر دوبارہ دیکھنے کو اور وہی الفاظ دوبارہ سننے کو ملے۔

وہ فورا صوفہ سے اٹھے تھے اور مجتبیٰ صاحب کے نمبر پہ کال ملائی۔

مجتبیٰ بھائی، انس کیسا ہے؟ مجھے ابھی ویڈیو موصول ہوئی جس میں انس کو" "گولیاں لگنے کی اطلاع دی گئی ہے۔

"ابھی آپریشن ہوا ہے۔ خطرے سے باہر ہے مگر ابھی تک ہوش نہیں آیا۔"

"آپ مجھے ہسپتال کا ایڈریس بتائیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

مجتبیٰ صاحب نے انہیں ہسپتال کا پتا درج کروا دیا تھا۔ انہوں نے ایک نظر سوئی ہوئی صوفیا بیگم پہ ڈالی اور کمرے سے باہر آئے۔ فاریہ جو ان کے کمرے کی جانب ہی آرہی تھی اپنے بابا کو پریشانی میں کہیں جاتا دیکھ کر ان کو روکا۔

"بابا آپ اتنی پریشانی میں کہاں جا رہے ہیں؟ سب ٹھیک ہے؟"

وہ حساس دل رکھنے والی اپنے بھائی کی موت کے بعد مزید حساس ہو چکی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا بیٹا۔ آپ ماما کے پاس جاو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

وہ اسے ٹینشن نہیں دینا چاہتے تھے۔

"بابا مجھے سچ بتائیں۔"

وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔

بیٹا انس کو گولیاں لگی ہیں۔ اس کا آپریشن ہوا ہے۔ ابھی میں اس کے پاس"
"ہسپتال جا رہا ہوں۔

یہ الفاظ کوڑے کی مانند اس حساس دل والی لڑکی پہ برسے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے بابا کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ ٹھ ۔۔۔ ٹھیک تو ہیں؟"

بمشکل حلق سے یہ الفاظ ادا کیے۔

"ابھی اسے ہوش نہیں آیا۔ دعا کرنا بیٹا۔"

وہ اس کے سر پہ پیار دیتے وہاں سے چلے گئے۔ اور وہ ادھر ہی جم گئی۔

"ان۔۔ انس کو گو۔۔گولیاں لگی ہیں۔ میری ۔۔۔ میری وجہ سے ہوا ہے یہ سب۔ میں نے کہا تھا انہیں کہ وہ بھائی کے مجرموں کو ڈھونڈیں۔ وہ اس حال میں میری وجہ سے ہیں۔" وہ خود کلامی کر رہی تھی اور اس کی آنکھیں دھندلا رہی تھی۔ نورین آپا نے اس کو ایک جگہ پہ منجمند خود سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اس کی حالت پہ افسوس ہوا۔ وہ اس کے پاس آئیں۔

"فری بی بی آپ کو کچھ چاہیے؟"

وہ اس سے ڈائریکٹ اس کی حالت کا نہیں پوچھنا چاہتی تھی۔

"کک۔۔کچھ نہیں۔"

نورین آپا کو جواب دیتے وہ وہاں سے اپنے کمرے کی جانب بھاگی تھی۔ اندر پہنچ کر دروازہ بند کیا۔ تمام جمع شدہ آنسو آنکھوں سے رواں ہونا شروع ہو چلے تھے۔ وہ بیڈ پہ آکر بیٹھی تھی۔

"انس۔۔۔یہ کیا ہو گیا؟ میں بھائی کو کھو چکی ہوں اب میرے میں اور ہمت نہیں ہے۔ میں مر جاوں گی اگر آپ کو کچھ ہو گیا۔ میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ آپ کو زندگی دے۔ آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ میں آئندہ آپ سے کچھ نہیں کہوں

گی۔ آپ کو تو فاریہ نے دل کے ہر خانے سے چاہا ہے۔ آپ کی زندگی میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ آپ کو جس کا بھی ساتھ ملے لیکن آپ کبھی دکھی نہ ہوں۔ میری دعا ہے کہ آپ جس کے بھی ساتھ رہیں ہمیشہ ہنستے مسکراتے زندگی گزاریں۔ آپ میرے لیے صرف ایک سراب ہیں ایک ایسا سراب جو ہمیشہ مجھے اپنے پیچھے پاگل کرتا آیا ہے۔ لیکن آپ تو اس سب میں معصوم ہیں ۔ میں نے آج تک آپ کو بھی قصوروار سمجھا جبکہ آپ نے تو کبھی مجھے کوئی امید نہیں دلائی تھی۔ میں آپ کے لیے ہمیشہ دعا کروں گی۔ اللہ آپ کو کبھی آپ کے اپنوں سے دور نہ کرے۔"

وہ جھلی انس کے جینے کی وجہ سے اتنی بے خبر تھی کہ اس کے لیے اپنی محبت کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ وہ جانتی ہی نہیں تھی کہ ان اپنوں میں ایک وہ بھی شامل ہے۔ مگر اس نے تو خود کو غیروں کی فہرست میں ڈال دیا تھا۔

وہ دونوں اتنی اذیت کے بعد بھی ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ دعا گو تھے۔ کیونکہ وہ دونوں محبت میں نفرت کے قائل نہیں تھے۔

ہسپتال میں دوائیوں کی بو ناک میں گھس کر عجیب سا احساس دلا رہی تھی۔ انہی راہداریوں میں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے کی جانب آیا جائے تو ہسپتال کے بیڈ پہ موجود ہسپتال کے کپڑوں میں ملبوس انس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی۔ بار بار آنکھوں کو جھپک کر کھولنے کی کوشش میں اس کی آنکھیں وا ہوئیں تھیں۔ ساتھ ہی درد کی اک لہر نے اسے اپنے قبضے میں لیا تھا۔ آس نے کراہ کر دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ اس کی ماما جس نے مسلسل اس پہ نگاہ ٹکائی ہوئی تھی اس کو ہوش میں آتا دیکھ فورا اٹھ کر اس کے پاس آئیں تھیں۔ مجتبیٰ صاحب نے اس کو تکلیف سے آنکھیں موندتے دیکھا تو ڈاکٹر کو بلانے کے لیے باہر کی جانب بھاگے۔

"بیٹا ٹھیک ہو تم؟"

NOVEL HUT

اپنی ماں کے شفاف ماںتا بھرے چہرے پہ ڈھیر سارے آنسو اسے مزید اذیت میں ڈال گئے تھے۔

"میں بالکل فٹ ہوں ماما۔ آپ روئے تو نہیں پلیز"

درد کو پیتے چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ سجائے وہ اپنی ماں کو دھوکا دے رہا تھا۔

نہیں ہو ٹھیک ۔ دو۔۔ پوری دو گولیاں لگی ہیں تمہیں۔ تم جانتے نہیں کہ "
"تمہارے ماں باپ تمہارے بغیر مر جائیں گے۔ تم اتنے لاپرواہ کیسے ہو سکتے ہو۔

انگلیوں سے دو کا اشارہ کرتے وہ انس کو تقریبا ڈانٹ رہیں تھیں۔

"میں نے آپ کو پریشان کیا ہے ناں ماما۔ آئندہ نہیں ہو گا۔"

پریشان ۔۔۔ تم نے ہماری جان نکال دی تھی۔ اب بس تم پولیس سے "
ریزائن دو۔ یہ پولیس کی نوکری میں بہت خطرہ ہوتا ہے۔ مجھے اپنا بچہ صحیح
" سلامت چاہیے۔

ماما آپ تو ایسے نہ کہیں۔ آپ ہی تو مجھے کہتی تھیں کہ جب موت لکھی ہے اسی "
"وقت آنی ہوتی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے موت کے کنویں میں چھلانگ "
"لگا دو۔

اس سے پہلے کہ انس کچھ کہتا مجتبیٰ صاحب ڈاکٹر کو لیے اندر داخل ہوئے تھے۔

"کیسے ہیں اے ایس پی صاحب؟ بڑی جلدی ہوش آیا ہے آپ کو۔دیٹس گڈ۔"

ڈاکٹر اس جواں مرد کی تعریف کر رہا تھا۔ جس پہ سب کے لبوں پہ دھیمی مسکراہٹ آئی تھی۔

"زیادہ درد کہاں فیل ہو رہا ہے؟"

ڈاکٹر نے اس سے سوال پوچھا جس پہ اس نے نگاہوں کا رخ اپنی ماما کی جانب موڑا اور ان نگاہوں میں التجا تھی گویا کہہ رہا ہو کہ پلیز میری ماما کو بتائیں میں بالکل ٹھیک ہوں اور کوئی درد نہیں ہو رہا۔ ڈاکٹر اس کی نگاہوں کے زاویے پہ مسکرایا تھا۔

مجھے سر انس سے چند باتیں کرنی ہیں اگر آپ مائنڈ نہیں کریں تو کیا آپ ہمیں "
" تھوڑی دیر کے لیے اکیلا چھوڑ سکتے ہیں۔

"آپ ہمارے سامنے بات کر لیں۔"

اس کی ماما نے فورا جواب دیا تھا۔

"چلو بیگم ڈاکٹر نے کوئی ضروری بات پوچھنی ہو گی۔"

وہ سمجھ چکے تھے اس لیے انہیں لیے باہر آئے۔

"جی تو کہاں زیادہ درد ہو رہا ہے؟"

"میری ٹانگ میں بلا کی درد ہو رہی ہے۔"

چہرے پہ تھوڑی دیر پہلے سجی مسکراہٹ اب کہ تکلیف میں تبدیل ہو چکی تھی ماتھے پہ پڑی شکنیں اس کے درد کی انتہا کو بیان کر رہیں تھی۔

"میں آپ کی میڈیسن میں پین کلر کی مقدار تھوڑی بڑھا دیتا ہوں۔"

ڈاکٹر اس کے زخموں کا جائزہ لیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کتنی دیر تک میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جاوں گا۔"

دیکھیں سر ابھی زخم تازہ ہے۔ تھوڑی سی بے احتیاطی بھی آپ کے لیے مزید" مسئلہ کھڑا کر سکتی ہے۔ ابھی چند دنوں کا وقت درکار ہے اس وقت تک آپ کو "بیڈ ریسٹ کرنا ہو گا۔

انس کے چہرے پہ پریشانی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ وہ جان چکا تھا کہ اسے ان کیسز سے دور رکھنے کے لیے اس پہ حملہ کروایا گیا ہے۔ ورنہ وہ گولی اس

کے دل کے آر پار بھی کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اسے پہلے ایک وارننگ دی تھی۔ ڈاکٹر وہاں سے گیا تو اس کے والدین اس کے پاس آئے ۔ اس کی ماما اس سے اب باتیں کر رہی تھیں جبکہ مجتبیٰ صاحب خاموشی سے اس کو دیکھ رہے تھے اور انس نے اس بات کا نوٹس بھی لیا تھا۔

"تم کہہ رہی تھی کہ انس کے ٹھیک ہونے پہ شکرانے کے نفل پڑھو گی۔ وہ پڑھ آو۔"

"ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی۔ میں پہلے نفل پڑھ کے آتی ہوں۔ میرے اللہ نے میرے بچے کو زندگی دی اس کا شکر ادا کر کے آتی ہوں۔"

اس کی ماما اس کی پیشانی پہ بوسہ دیتے ابھی کمرے سے باہر ہی نکلی تھی کہ انس نے اپنے بابا کی جانب دیکھا جو اس کے چہرے پہ نگاہیں مرکوز کیے اس کو دیکھ کم اور گھور زیادہ رہے تھے۔

"پوچھیں بابا کیا پوچھنا چاہتے ہیں ؟"

"کون تھے وہ لوگ ؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"میرے ساتھ جھوٹ نہیں بولو۔ میں تمہارا باپ ہوں تم میرے باپ نہیں۔"

"بابا اورہان کا قتل کیا گیا ہے۔"

یہ جملہ مجتبیٰ صاحب کے لیے کسی دھماکے سے کم نہ تھا۔ اور دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کر کھڑے حیدر صاحب پہ سکتہ طاری ہو گیا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

بابا پلیز آپ یہ بات حیدر انکل کو نہیں بتائیں گے۔ وہ بہت پریشان ہوں گے۔" اورہان نے مجھے ان کی ذمہ داری سونپی تھی۔ میں اورہان کے قاتلوں کو پکڑے بغیر ان کو کسی چیز کی خبر نہیں دینا چاہتا۔ ان کو صبر آگیا ہے میں نہیں چاہتا کہ "ان کا صبر چھن جائے۔

حیدر صاحب نے ہینڈل سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔

"تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تم پہ گولیاں چلائیں۔"

انہوں نے گویا یقین دہانی چاہی تھی۔

"ایک سو ایک فیصد"

انس ہم تمہیں نہیں کھو سکتے۔ ہمیں اورہان کی موت کا افسوس ہے۔ مگر میں" کبھی تمہیں یہ اجازت نہیں دوں گا کہ تم اپنی جان خطرے میں ڈالو۔ حیدر نے اپنا بیٹا کھویا ہے۔ میں نہیں کھو سکتا۔ اس کو صبر آگیا ہے مجھے نہیں آئے گا۔ تم اب اس معاملے سے دور رہنا۔ اللہ انصاف کرنے والا ہے۔ وہ اورہان کے قاتلوں "کو ضرور سزا دے گا۔

مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی بابا۔ آپ اس اورہان کے قاتلوں کو ڈھونڈنے" "سے منع کر رہے ہیں جو اگر نہ ہوتا تو میں آپ کے سامنے زندہ نہ ہوتا۔

اس نے یہ سوچ کر اپنے بابا کو حالات سے آگاہ کیا تھا تاکہ کسی مشکل کی صورت میں ایک سپورٹ ہو۔ اسے یقین تھا کہ اس کے بابا اسے سمجھیں گے۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا کہ تم زندہ نہ ہوتے۔"

آپ کی اور ماما کی تلخ باتوں سے بیزار ہو کر میں خودکشی کے لیے جا رہا تھا۔ اگر" اس وقت اورہان نہ آتا تو میں حرام موت مر جاتا۔ اس نے اپنا کام چھوڑ کر میری دیکھ بھال کی۔ جانتے ہیں جب میں نے اسے پوچھا کہ وہ آپ کو بتا تو نہیں دے گا۔ تو اس نے کہا کہ وہ آپ کو دکھ نہیں دے سکتا۔ بابا اس نے مجھے

NOVEL HUT

بھائیوں سے بڑھ کر چاہا تھا۔ آپ کو باپ سمجھا تھا۔ آپ اپنے بیٹے کے قاتلوں کو تلاش نہیں کرتے کیا؟"

انس کی باتوں نے ان کو جھنجھوڑا تھا۔ وہ کیسے اوبان کے قاتلوں کو چھوڑ سکتے تھے۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں انس ۔ ہم مل کر اس کے قاتلوں کو انجام تک پہنچائیں گے۔ لیکن تم مجھے بتائے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاو گے۔"

اپنے بابا کے جواب پہ انس نے ایک گہرا سانس بھرا تھا۔

"ارے بھائی صاحب آپ ادھر ہی کھڑے ہیں اندر آجائیں۔"

انس کی ماما جو ابھی نفل پڑھ کے کمرے کی جانب آئی تھی حیدر صاحب کو دروازے کے باہر کھڑا دیکھ کر ان کو اندر آنے کے لیے کہا۔ یہ آواز اندر موجود دونوں نفوس نے بھی سنی تھی۔ جس سے ان کے دل کا بوجھ مزید بڑھ گیا تھا۔ حیدر صاحب نے ایک نظر دروازہ کو دیکھا تھا اور واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔

"بھائی صاحب کہاں جا رہے ہیں۔ انس سے مل لیا ہے؟"

"بعد میں آجاؤں گا۔"

اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے مجتبیٰ صاحب دروازہ کھولتے ان تک آئے تھے۔

"تم انس کے پاس اندر جاو۔ میں حیدر بھائی سے مل لوں۔"

انہوں نے اپنی بیگم کو اندر بھیجا۔

مجھے معاف کردیں بھائی۔ میں سچ میں خود کو آپ کی جگہ پہ رکھ کر نہیں سوچ سکا" تھا۔ اورہان میرا بھی بیٹا ہے۔ میں انس کو کبھی نہیں روکوں گا۔ ہم سب مل کر "اس کے قاتلوں کو سزا دلوائیں گے۔

مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ میں تمہاری جگہ ہوتا تو شاید میں بھی اپنے بیٹے کو" منع کرتا۔ والدین اپنے بچوں کے معاملے میں بہت خودغرض ہوتے ہیں۔ آپ "نے کچھ غلط نہیں کہا۔

آپ میری جگہ ہوتے تو کبھی اورہان کو منع نہ کرتے۔ آپ نے انس کو بیٹوں کی" "طرح رکھا ہے۔ اسے کبھی کسی اچھے یا برے حال میں تنہا نہیں چھوڑا۔

حیدر صاحب نظریں جھکائے خاموش کھڑے تھے۔

"آپ انس سے نہیں ملیں گے؟ وہ تو آپ کو اورہان کی ہی طرح عزیز ہے۔"

اس پہ حیدر صاحب خاموشی سے انس کے کمرے کی طرف بڑھے۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو انس کے چہرے پہ رقم شرمندگی اور معذرت نے انہیں دکھی کر دیا۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟"

مجھے معاف کر دیں انکل۔ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا مگر آپ کو مزید دکھ نہیں دے" سکتا تھا۔ آنٹی کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی میں یہ بتا کر انہیں مزید اذیت "نہیں دینا چاہتا تھا۔

وہ اپنی صفائی دے رہا تھا۔ اور اس کی ماما حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ مجتبیٰ صاحب کے اشارے پہ وہ خاموش کھڑی تھی۔

"میں جانتا ہوں ۔"

حیدر صاحب صدیوں کی تھکن لیے بیمار دکھ رہے تھے۔ یہ بات ان کو جیتے جی مارنے کے لیے کافی تھی کہ ان کا بیٹا قتل ہوا ہے۔ ان کا صبر ختم ہو رہا تھا۔ وہ صبر جو جوان بیٹے کی ناگہانی موت پہ آگیا تھا مگر قتل پہ نہیں۔۔۔۔

ٹھیک اسی وقت اسی ہسپتال کے ایک کمرے میں آیا جائے تو ایک وجود سیاہ جینز پہ سیاہ ہڈی پہنے، بالوں کو کیپ سے چھپائے، پاوں میں سیاہ جوگرز پہنے، چہرے پہ سیاہ ماسک چڑھائے ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"ماما، انکل آ گئے۔"

ایک بچی چہکتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھ چکی تھی۔ اس کی ماں نے بہت عزت سے اس وجود کو دیکھا تھا۔ جو ان کے لیے ایک مسیحا کی مانند تھا۔

"کیسی ہو پرنسز؟"

میں ٹھیک ہوں انکل۔ پتا ہے بابا کہہ رہے تھے میں بہت جلد سکول بھی جاوں" "گی اور کھیل بھی سکوں گی۔

وہ بہت خوش دکھ رہی تھی اس کے گال اب پھولنے لگے تھے۔ چہرے پہ گلابی پن نظر آنا شروع ہو چکا تھا۔ اتنی دیر میں اس بچی کے بابا بھی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ اس کی اور سیاہ ماسک والے کی نگاہوں کا تصادم ہوا تھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی نگاہوں میں چھپے پیغامات پڑھ لیے تھے۔ اور وہ سیاہ لباس میں ملبوس وجود اس کمرے سے نکل کر سیاہ رات کا حصہ بن گیا۔

عریش کے لیے ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے بہت انتظار کر لیا تھا اب اور انتظار اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔ محبت بھی ایک عجیب جذبہ ہے جو کب شروع ہو جائے اور کب پروان چڑھ جائے علم ہی نہیں ہوتا۔ معلوم تو اس وقت ہوتا ہے جب چین کی ڈوری ہاتھوں سے چھوٹ جاتی ہے۔ اس وقت علم ہوتا ہے کہ محبت کرتے کرتے آج اس مقام تک آمد ہو چکی ہے کہ واپسی کی راہیں اب غائب ہو چکی ہیں اور جب واپسی کی راہ نہ ملے تو انسان انہی بھول بھولیوں میں گم ہو جاتا ہے ۔ وہ وقت انسان کے لیے کرب ناک ہوتا ہے جب اس کے ماضی میں کی گئی محبت اس کے حال پہ اثر انداز ہوتی ہوئی اس کا مستقبل بھی روند جاتی ہے۔ محبت کو کھو دینا یا اس میں صبر کرنا انسان کو بہت کٹھن محسوس ہوتا ہے۔ عریش سلطان بھی اسی دشوار وقت سے گزر رہا تھا۔ اس سے اور صبر نہیں ہو سکتا تھا۔

بالآخر اس نے ایک میسج ٹائپ کیا تھا۔ جس کا جواب اس کی امید کے عین مطابق فورا سے پہلے موصول ہوا تھا۔

عماد کو گھر آنے کا میسج کرنے اور اس کا اثبات میں جواب پڑھنے کے بعد وہ اپنے آنے والے کل کے بارے میں سوچنا شروع ہو گیا۔ اس نے اورہان کی موت کے بعد ایک ماہ سے زیادہ کے عرصے میں بہت تحمل کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے مہرماہ کو وقت دیا تھا وہ جانتا تھا کہ وہ کبھی بھی نہ مانتی مگر اب شاید کہ وہ مان جائے۔ ورنہ وہ عماد کے ذریعے یہ کام کروانا بخوبی جانتا تھا۔ اس لیے وہ پہلے عماد کو اپنے اعتماد میں لینا چاہتا تھا۔

دوپہر کے وقت جب سورج آسمان پر گول ٹکیا کی مانند پوری آب و تاب سے جگ کو روشن کر رہا تھا اس نے اپنے گھر جانے کی راہ پکڑی۔ گھر پہنچ کر وہ فریش ہوا اور گرے ٹراوزر اور بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس اس عام سے حلیے میں بھی وجاہت سے بھرپور، رعب و دبدبہ لیے، سنجیدگی طاری کیے جو ہر وقت اس کی شخصیت کا حصہ ہوتی تھی ڈوربیل کی آواز پر کمرے سے باہر آیا۔ یقینا عماد آچکا تھا۔

ایک ملازم نے عماد کو گیسٹ روم میں بٹھایا۔ عریش کے تعلق والے سب لوگ ہی یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ عریش کے کمرے میں آنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ کسی کو بھی نہیں۔۔۔۔

لیکن وہ اس کمرے پہ کسی اور کا حق دیکھنے کا خواہشمند تھا اور اسی وجہ سے اس نے آج عماد کو گھر بلوایا تھا۔

وہ گیسٹ روم میں داخل ہوا تو عماد اس کے گلے لگ کر ملا۔ دونوں کلاس فیلوز رہے تھے پھر عماد نے اپنے بابا کا بزنس سنبھال لیا تھا اور عریش نے باپ کی کرسی۔ دونوں میں گہری دوستی تھی مگر کوئی بھی ایک دوسرے کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔

عریش نے عماد کو بیٹھنے کے لیے کہا اور خود اس کے مقابل صوفہ پہ براجمان ہوا تھا۔

"کوئی ضروری کام چھوڑ کر تو نہیں آئے؟"

تمہیں کونسی خوش فہمی لاحق ہے کہ میں تم سے ملنے کے کیے اتنا بےتاب ہوں" کہ اپنے کام چھوڑ کر آوں گا۔ وہ تو میں فارغ بیٹھا تھا تو سوچا تم پہ احسان کر دوں۔"

ساتھ ہی فرضی کالر جھٹکا۔

"اوہ ۔۔۔ میں پوری عمر آپ جناب کا مشکور رہوں گا۔"

"جلدی بتاو کونسی ضروری بات ہے؟"

وہ سسپینس میں تھا کہ آخر کونسی ضروری بات کے لیے اس نے ایمرجنسی میں اسے بلوایا۔

"ابھی بتاتا ہوں۔ پہلے مجھے گارنٹی دو کہ انکار نہیں کرو گے۔"

"او بھائی اب ایسی بھی کونسی بات ہے؟"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھا تھا تو عریش بھی واپس سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہیں ہیں۔۔۔یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ عریش سلطان دی گریٹ سڑیل شادی کرنا چاہ رہے ہیں۔"

وہ حیران ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔

"میں سیریس ہوں۔"

اس نے سیریس پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

"وہ تو مجھے بھی سمجھ آچکی ہے۔ دیر کس بات کی ہے؟"

"اقرار کی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں مریم بھابھی کی بہن مہرماہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

عماد کا منہ یک دم کھل چکا تھا۔ اسے بہت بڑا شاک لگا تھا۔

"کیا؟"

وہ یہ کہتے ہی صوفہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"عماد مجھے مہرماہ پسند ہیں میں جانتا ہوں کہ وہ اورہان کی منکوحہ رہ چکی ہیں مگر اب اورہان اس دنیا میں نہیں ہے۔ ان کو بھی خوش رہنے کا حق ہے۔"

ایک ہی سانس میں وہ ساری بات بیان کر گیا تھا۔ گویا انکار نہ ہو جائے۔

"یہ سب اورہان کی وفات کے بعد سوچا؟"

"ہاں تمہیں کیا لگا؟"

وہ بہت سچائی سے جھوٹ بول گیا۔

"کچھ نہیں۔"

"کیا تم ان کے گھر والوں کو راضی کر لو گے؟"

"کوشش کر کے دیکھوں گا۔ گارنٹی نہیں دے سکتا کیونکہ وہ ابھی گہرے رنج میں مبتلا ہیں۔"

NOVEL HUT

"میں بابا سے بات کرتا ہوں کل وہ تمہارے ساتھ مہرماہ کا رشتہ لینے جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ ابھی اس کے شوہر کے انتقال کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں اور اورہان ان کی فیملی کے لیے داماد سے زیادہ بیٹا تھا۔ وہ شروع سے فیملی فرینڈز ہیں اتنی جلدی میں یہ بات نہیں کروں گا۔"

عماد کو اس کی دماغی حالت درست محسوس نہیں ہو رہی تھی اس نے صاف صاف ابھی بات کرنے سے انکار کیا تھا۔

"عماد میں نے کبھی تم سے کوئی خواہش نہیں کی آج پہلی بار کی ہے اور تم میرے منہ پہ ہی انکار کر رہے ہو۔"

"ہاں تو منہ پہ انکار نہیں کرتا مگر تم بہت جلد بازی کر رہے ہو۔ وہ گہرے دکھ میں ہیں۔ تم نہیں جانتے ان کی پوری فیملی کتنی ڈسٹربڈ ہے۔ اورہان کی موت ان کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ میرا تمہیں مخلصانہ مشورہ ہے کہ ابھی رک جاو۔ کچھ عرصہ بعد میں خود بات کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ انکار نہیں کریں گے۔"

"نہیں رک سکتا۔ اور تم کل ہی جاو گے۔ مان جاو ناں۔"

وہ بہت مان سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا جس پر عماد نے گہرا سانس بھرتے سرفراز ولا جانے کی حامی بھر لی تھی۔

اب کل کا سورج عریش کے لیے روشنی لاتا یا گہری سیاہ رات کی مانند اس کی زندگی تاریک اور ویران کر جاتا اس کا فیصلہ اگلے روز ہی ہونا تھا۔

یہ دن ایک نئی امید اور روشنیاں لے کر آیا تھا۔ بادلوں نے سورج کی کرنوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنی شروع کی ہوئی تھی۔ کبھی زمین سورج کی روشنی سے جگمگا اٹھتی تو کبھی بادل ان کرنوں کا راستہ روک کر ماحول کو ابر آلود بنا دیتے۔ اسی آنکھ مچولی میں عریش کے گھر داخل ہوا جائے تو وہ اپنے بابا کو منانے کے بعد اب ان کو رشتہ پکا کر کے آنے اور جلد از جلد نکاح کی تاریخ لانے کا کہہ رہا تھا۔

عماد نے سرفراز صاحب کو یہ بتا دیا تھا کہ آج وہ کسی اہم مہمان کو گھر لانا چاہ رہا ہے۔ وہ اس اہم کا مطلب صحیح سے سمجھ نہیں پائے تھے۔ مگر داماد کو انکار بھی نہیں کر سکتے تھے۔

عریش کی ہی بلیک پراڈو میں اس کے بابا عماد کی گاڑی کے ساتھ ساتھ سرفراز ولا میں داخل ہوئے تھے۔ سرفراز صاحب نے سلطان بیگ کا استقبال کیا تھا جو کہ سابق ایم ان اے بھی رہ چکے تھے۔ ان کو لاونج میں بٹھایا گیا۔ ماریہ بیگم نے مختلف لوازمات سے ان کی مہمان نوازی کی تھی۔ سرفراز صاحب اور سلطان صاحب کے درمیان بزنس اور سیاست پہ گفتگو جاری تھی۔ عماد بھی باتوں میں ان کا ساتھ دے رہا تھا۔

ان کو باتوں میں مشغول چھوڑ کر سیڑھیوں سے اوپر کی جانب بنے مہرماہ کے کمرے میں آیا جائے تو وہ اس وقت کسی سے فون پہ بات کر رہی تھی۔

"مہرماہ آپی ۔۔ کیا آپ سچ میں میری بات پہ یقین کریں گی ؟"

"امل بتاو کیا کہنا چاہ رہی ہو۔"

مہرماہ الجھن کا شکار ہو رہی تھی۔

"میں آپ سے مل کر یہ بات کرنا چاہتی تھی مگر میں آپ کا سامنا کیسے کروں۔"

"پہیلیاں نہیں ڈالو۔ مجھے کھل کر بتاو کیا بات ہے۔"

"اورہان بھائی کے ساتھ جو حادثہ ہوا وہ حادثہ نہیں تھا مگر سوجی سمجھی سازش کے تحت انہیں فیکٹری بلوا کر فیکٹری میں آگ لگوائی گئی تھی۔ تاکہ۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید بولتی اپنے سامنے فہد کو دیکھ کر اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین بوس ہوا تھا۔ جبکہ فون کی دوسری جانب موجود مہرماہ کو اپنی سماعت پہ شک ہونے لگا تھا۔ وہ مسلسل اہل کو پکار رہی تھی وہ جاننا چاہتی تھی کہ کون اس سب میں شامل تھا مگر فون کی دوسری جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

واپس لاونج پہ نگاہ دوڑائی جائے تو عریش سلطان کے والد سلطان صاحب نے کام کی بات کی جانب توجہ مبذول کرنے کے لیے گلا کھنکھارا۔

"سرفراز صاحب میں ایک خاص مقصد کے تحت آج یہاں حاضر ہوا ہوں۔آپ میرے بیٹے کو تو جانتے ہی ہیں ایک بہت نیک دل ، رحم دل، لوگوں کا درد رکھنے والا، ایک شریف انسان ہے۔"

گویا وہ ساری خوبیاں گنوا دیں جو اس میں قطعا موجود نہیں تھی۔

"جی جی عریش کو ہم جانتے ہیں۔"

سرفراز صاحب نے بات کا جواب دیا تھا۔

میں اپنے بیٹے عریش کے لیے آپ کی بیٹی مہرماہ کا رشتہ لینے آیا ہوں۔ مجھے امید"
"ہے آپ انکار نہیں کریں گے۔

سرفراز صاحب کا دھیان بالکل بھی اس جانب نہیں گیا تھا۔

"کیا آپ جانتے ہیں۔۔"

کچھ لمحوں بعد سرفراز صاحب نے ان کو سارے حالات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا مگر وہ ان کی بات کاٹ کر بول پڑے۔

جی میں سب جانتا ہوں کہ مہرماہ بیوہ ہو چکی ہے۔ مجھے اور میرے بیٹے کو اس پہ"
"کوئی اعتراض نہیں ہے۔

لیکن ابھی اورہان کی ڈیتھ کو چند ہفتے ہی ہوئے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ یہ"
"مناسب ہے۔

"دیکھیں سرفراز صاحب ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا اور مجھے نہیں لگتا کہ دونوں کو ایک دوسرے سے کوئی خاص لگاو رہا ہو گا۔ اس لیے سوگ کا ایک سے زائد ماہ کا وقت کافی ہے۔"

سرفراز صاحب ابھی چپ ہی تھے جب انہیں مہرماہ سیاہ برقع میں ملبوس سیڑھیاں اترتی دکھائی دی۔ سلطان صاحب نے ان کی نگاہوں کا پیچھا کیا تو مہرماہ کو پہلی بار دیکھا اور دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ ہی ان کے بیٹے کی چوائس ہو سکتی ہے۔

"یہ مہرماہ ہے؟"

انہوں نے سرفراز صاحب سے کنفرم کرنا چاہا جس پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بیٹا کہیں جا رہی ہو؟"

اس کو برقع پہنے دیکھ سرفراز صاحب نے استفسار کیا تھا۔

"جی بابا"

"السلام علیکم عماد بھائی، السلام علیکم انکل۔"

NOVEL HUT

اس نے اپنے دل کے حالات پہ قابو پاتے، آنسوؤں کو آنکھوں میں دھکیلتے ان کو سلام کیا تھا۔ اس کا لہجہ نمی لیے ہوئے تھا۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔ ہمارے ساتھ بیٹھو۔"

انہوں نے اسے بیٹھنے کا کہا تھا تاکہ وہ خود اس سے بات کر سکیں۔

"انکل میں ضرور بیٹھتی مگر ابھی میرا جانا ضروری ہے۔"

وہ مزید رکنا نہیں چاہتی تھی۔

"مجھے پہچانا آپ نے؟"

"سوری انکل مگر مجھے یاد نہیں آرہا۔"

یاد آئے گا بھی کیسے ہم پہلے کبھی نہیں ملے۔ میں عریش سلطان کا والد ہوں" "سلطان بیگ۔

انہوں نے گویا اپنا تعارف کروایا تھا۔

"بہت اچھا لگا آپ سے مل کر انکل۔ اب مجھے چلنا چاہیے۔"

وہ مضطرب اور بےچین تھی۔ امل سے ملنے والی خبر نے اس کا سکون اور قرار سب چھین لیا تھا۔ بظاہر تو وہ پرسکون دکھائی دے رہی تھی مگر اس کے اندر طوفان برپا تھا۔

"آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی بیٹا۔ تھوڑی دیر رک جاو۔"

مہرماہ نے ایک نظر اپنے بابا کی جانب دیکھا جنھوں نے سر کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لیے کہا تھا جس پر وہ سامنے والے صوفہ پہ براجمان ہو گئی تھی۔ سلطان صاحب کو مہرماہ اپنی بہو کے روپ میں بہت پسند آئی تھی۔ ان کی بیوی کی وفات کے بعد ان کا گھر ویران ہو چکا تھا۔ وہ جلد از جلد اپنے گھر میں رونق چاہتے تھے۔ مہرماہ کے روپ میں انہیں ایک بیٹی مل جانی تھی۔ وہ خود بھی دیری کے متحمل نہیں تھے۔

NOVEL HUT

"بیٹا میری بات تحمل سے سننا اور سوچ سمجھ کر جواب دینا۔"

"خیریت تو ہے انکل؟"

وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"جی جی سب خیریت ہے۔ میں آپ کو اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں۔ میرے عریش کی دلہن۔"

یہ بات مہرماہ کے لیے حد درجہ شاکنگ تھی۔ چند لمحے ہوا کے جھونکے کی مانند سرکے تھے بات سمجھ میں آجانے اور اس کی یقین دہانی ہو جانے کے بعد مہرماہ نے ایک زخمی نگاہ اپنے بابا کی جانب اٹھائی تھی وہ جان چکی تھی کہ یہ بات جو ابھی اس سے کی گئی ہے اس کا علم اس کے بابا کو تھا۔ سرفراز صاحب نے اس کی آنکھوں میں ٹوٹی کرچیوں کو بخوبی دیکھا تھا۔ اور نگاہیں نیچے کر لیں تھی۔

"میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں انکل مگر میں عریش تو کیا کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتی۔ میں نے آج یہ بات کہی ہے اور آگے بھی یہی کہوں گی۔"

"لیکن کوئی تو وجہ ہو گی؟"

"مجھے وجہ بتانے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔"

"لیکن تمہارے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔"

"یہ بات آپ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ میرے شوہر کے انتقال کے چند ہفتوں بعد آپ اس کی منکوحہ کے لیے اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آرہے ہیں۔ اور ہاں

اس دنیا میں ہو یا اس دنیا میں " ساتھ ہی انگلی سے اوپر کی جانب اشارہ "کیا۔ "مہرماہ صرف اورہان کی ہی رہے گی۔

یہ کہتے ہی وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہاں سے واک آوٹ کر گئی تھی۔ پیچھے سرفراز صاحب نے سلطان بیگ سے معذرت کی تھی۔ عماد نے شرمندگی سے سر جھکا لیا تھا۔ وہ بھی مجبور تھا پہلی بار دوست نے کچھ مانگا تھا۔

مہرماہ تیز تیز قدموں سے گاڑی کے پاس آئی تھی۔ اس نے اندر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کی اور اسے سرفراز ولا سے باہر نکال کر سرمئی سڑک پہ ڈال دیا تھا۔ گاڑی کی سپیڈ تیز تھی اور اس کی آنکھیں آنسوؤں کے بوجھ سے بھاری ہو رہی تھی۔ ایک بار آنکھیں جھپکتی تو بھوری آنکھوں سے نمکین پانی آنسوؤں کی صورت رواں ہو جاتا۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی رش ڈرائیونگ نہیں کی تھی مگر آج اس کا دل اتنا بھر چکا تھا کہ اسے اپنا دل باہر نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔ بالآخر وہ اپنی مطلوبہ جگہ پہ پہنچ چکی تھی۔ گاڑی سے باہر نکل کر وہ قدم قدم چلتی ایک مقام پہ آکر رک چکی تھی۔

NOVEL HUT

یہاں آکر اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کے قریب ہی موجود ہو مگر وہ جانتی تھی کہ جو مٹی میں مٹی ہو جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے۔ یہ بات اس کا دل بند کر رہی تھی۔ قبر کے سامنے موجود وہ لڑکی آج شدید غم میں تھی یہ خبر کہ اس کا قتل ہوا تھا اور ٹھیک اسی وقت اس کے لیے عریش کا رشتہ آنا یہ سب اس کے لیے برداشت کرنا زندگی کا سب سے مشکل ترین کام محسوس ہو رہا تھا۔

آس پاس کوئی موجود نہ تھا۔ سنسان قبرستان میں بنی اس قبر کے پاس کھڑی مہرماہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی قبر کی مٹی کو ہاتھوں میں لیے اپنی سسکیوں کا گلہ گھونٹ رہی تھی۔

"اورہان پلیز واپس آجائیں۔ آپ کی مہرماہ کو ضرورت ہے آپ کی۔ دیکھیں رو رہی ہوں میں۔ میری دھڑکن تھم رہی ہے۔ مجھے سانس نہیں آرہا۔ میں اذیت میں ہوں۔ آپ کا قتل نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں، نہیں بالکل بھی نہیں۔ آپ نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔ یا اللہ ! میں مرجاوں گی۔ مجھ سے اب یہ سب برداشت نہیں ہو رہا۔"

بے ربط جملے بولتی وہ سسک رہی تھی اس کا ایک ہاتھ اس کے دل کے مقام پر تھا جس کی دھڑکنوں کی رفتار مدھم ہوتی جا رہی تھی۔ اسے سانس نہیں آ رہا تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں رونے کے باعث سوج چکی تھی۔ چہرہ سفید سے گلابی پڑ چکا تھا۔

اللہ !" وہ اپنے رب کو پکار رہی تھی جس نے کبھی اس پہ اس کی برداشت سے" زیادہ بوجھ نہیں ڈالا تھا۔ اور پھر اسی لمحے اس کا وجود منجمند ہوا تھا۔

"مہرماہ"

یہ آواز۔۔۔یوں اس کا نام بولنے والا۔

سیاہ برقع میں موجود زمین پہ جھکے اس وجود کی سانسیں یک دم رکی تھیں۔ اس نے اپنی آنسوؤں سے بھری بھوری آنکھوں سے قبر کو دیکھا تھا۔

"مہرماہ"

ایک بار پھر یہ آواز رس گھولتی ہوئی اس کے کان کے پردوں کے پار ہوئی تھی۔ اس بار اس کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار ماند پڑنے کی بجائے تیز ہوئی تھی۔ وہ ایک ہاتھ زمین پر رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ یہ آواز اسے اپنے بالکل پیچھے سے

سنائی دے رہی تھی۔ اس میں پیچھے مڑنے کی ہمت نہیں تھی وہ جانتی تھی کہ یہ اس کا وہم ہے اور وہ پوری عمر اس وہم میں گزارنے پہ راضی تھی۔ وہ اس کی آواز کے سہارے اپنی پوری زندگی اس کے نام کر دینے پہ بھی خوش تھی۔

"مہرماہ"

ایک بار پھر اس چاند اور سورج کی مانند خوبصورت اور روشن چہرے والی کے نام کو اس کی خوبصورتی عطا کر دی گئی تھی۔ وہ امید کے ٹوٹنے سے ڈرتی آنکھیں موندتے آہستگی سے پیچھے کی جانب مڑی تھی۔ اپنے چہرے پہ کسی کی سانسوں کی تپش محسوس کرتے، کسی کی سانسوں کی آواز اسے اپنے کانوں میں جاتی سنائی دی تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے اپنی آنکھوں کی کھڑکیاں کھولیں تو سامنے موجود منظر نے ان آنکھوں کو نور عطا کر دیا تھا۔

وہ اس کے سامنے موجود تھا۔ وہ جس کی قبر پہ آنسو بہا رہی تھی وہ زندہ، صحیح سلامت آنکھوں میں محبت سموئے اس کو یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ مہرماہ تو گویا پتھر کی ہو چکی تھی۔ اورہان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا اور اس کے آنسوؤں کو اپنی انگلی کی پور پہ چنتے ہوئے بہت کرب سے اس کو دیکھا تھا جیسے اپنے چہرے پہ اس

NOVEL HUT

کا لمس محسوس کرتے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے دہکتی ہوئی آگ سے نجات دے کر راحت کا احساس دلایا تھا۔ بے یقینی کی کیفیت میں گھری مہرماہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تھا جیسے اس کو محسوس کرنا چاہتی ہو۔ جیسے یقین کرنا چاہتی ہو کہ مرے ہوئے لوگ بھی واپس آجاتے ہیں۔ جیسے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے گئے منظر پر یقین نہ آرہا ہو۔

اس کی اس معصوم حرکت پہ وہ دل و جان سے مسکرایا تھا ہاں وہی جس کی مسکراہٹ پہ مہرماہ اپنا دل ہار بیٹھتی تھی۔ اس کی زبان ہلنے سے انکاری تھی تو اورہان نے بھی خاموشی کا دامن تھام رکھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ شاک کی کیفیت میں ہے۔ مگر اچانک اس کی آنکھوں نے پھر سے اپنا اختیار کھو دیا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے کھڑی رو رہی تھی وہ دونوں جانتے تھے کہ یہ بے یقینی ،شکرگزاری اور شدید خوشی کے آنسو ہیں۔ اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو رہا تھا۔

اورہان نے بہت نرمی سے ہلکا سا اپنی جانب کھینچ کر اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔ اس کا کندھا ملتے ہی اس نے اپنا سر اس کے کندھے پہ ٹکا دیا تھا جو اس کا محرم تھا۔ اس کے آنسو اورہان کی سیاہ ہڈی میں جذب ہو رہے تھے۔ جس پہ اورہان

نے شدت تکلیف سے آنکھیں میچیں تھیں۔ نیچے کی جانب لٹکے ہوئے ہاتھ کی مٹھیاں زور سے بھینچیں ہوئی تھی جس کے باعث اس کے ہاتھ کی رگیں صاف دکھائی دینا شروع ہو چکی تھیں۔ چند لمحے وہ اس کے ساتھ لگی اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہی۔ پھر آہستگی سے اس کے کندھے سے سر اٹھا کر نمی سے بھرپور سرخ ہوتی آنکھوں کی پلکوں کو اوپر اٹھاتے ہوئے اس کو دیکھا۔

ہلکی بڑھی شیو، بھورے گھنگھریالے بالوں کو ماتھے پہ بکھیرے، ایک بازو اس کے گرد پھیلائے، ہیزل آنکھوں سے اس کا چہرہ تکتے اس وقت وہ مہرماہ کو اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ وہ پوری عمر اس کو ایسے ہی دیکھتے گزار دیتی۔ اورہان کو تو جنت اپنے ساتھ کھڑی محسوس ہو رہی تھی۔

اورہان نے چہرہ جھکاتے ہوئے اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا تھا۔ وہ جو اس کو نہایت پیار سے دیکھ رہی تھی اس کا لمس پاتے ہی پر سکون سی آنکھیں موند گئی۔ اورہان کا بس چلتا تو وہ اس کی آنکھوں میں ایک آنسو بھی آنے نہ دیتا مگر وہ مجبور تھا۔

NOVEL HUT

بعض دفعہ ہمیں اپنوں کو مصائب اور دکھوں کے دلدل سے نکالنے کے لیے اپنا دل بڑا کرنا پڑتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ تڑپیں گے مگر ہمیشہ کی تکلیف سے بچانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اورہان نے بھی اپنوں کو پریشانیوں، سازشوں اور دکھوں کے دلدل سے نکالنا تھا جس کے لیے ان سے دور رہنا ضروری تھا۔مگر اب ۔۔۔۔ اب وہ ایک لمحہ بھی ان سے دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ ان کے ہر کرب سے آگاہ تھا۔ وہ تڑپا تھا اپنوں کی یہ حالت دیکھ کر۔ اس نے صبر کے گھونٹ پیے رکھے مگر راز کو اپنے سینے میں دفن کیے رکھا۔ اب سارے راز کھلنے کا وقت تھا۔

راز۔۔۔ جو وقت سے پہلے کھول دیے جائیں تو راز نہیں رہتے۔ راز۔۔۔ جو وقت پہ کھولے جائیں تو شے مات دے جاتے ہیں۔

اور وہ شے مات کا وقت اب شروع ہو چکا تھا۔ گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک کے ساتھ اب یہ وقت اورہان کے ساتھ تھا اور سب گنہگاروں کو سزا کے لیے تیار کیا جانا تھا۔ آخر کب تک کوئی گناہ کر کے بچتا رہے گا ایک نہ ایک دن اس کے سارے گناہ آشکار ہو جاتے ہیں اور پھر اسے منہ چھپانے کو بھی جگہ نہیں ملتی۔

امل کے کمرے میں داخل ہوا جائے تو وہ جو فہد کو دیکھ کر ڈری سہمی کھڑی تھی ایک دم فہد اس کی جانب بڑھا اور ایک زوردار طمانچہ اس معصوم کے منہ پر دے مارا تھا۔ تھپڑ کی شدت کے باعث وہ اپنا توازن کھو بیٹھی اور زمین پر گری تھی۔ تھپڑ اتنی زور سے مارا گیا تھا کہ اس کے گال سرخ ہو چکے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے خون رس رہا ہو۔ وہ جان چکی تھی کہ اب خاموش رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی فہد نیچے جھکتا مزید آگے بڑھنے ہی لگا تھا جب کوئی آیا تھا اور ایک جست میں اس تک پہنچ کر اسے گریبان سے پکڑ کر پیچھے دھکیلا تھا۔ آنے والے وجود پہ جب امل کی نگاہ ٹھہری تو وہ بھاگ کر ان کے سینے جا لگی۔

NOVEL HUT

بابا۔۔۔یہ قاتل ہیں، بابا۔۔۔ انہوں نے اورہان بھائی کا قتل کیا ہے۔ بابا"
"۔۔۔ میں نے خود انہیں اپنے کانوں سے فون پہ بات کرتے ہوئے سنا تھا۔

وہ اپنے بابا کے ساتھ لگی رو رو کر انہیں حقیقت بتا رہی تھی۔ شہریار صاحب کن اکھیوں سے فہد کو دیکھ رہے تھے۔ فہد نے تھوک نگلا پھر اپنی صفائی میں بولنا شروع کیا۔

"ماموں جان یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ اسے یقینا غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں تو دوست سے مذاق کر رہا تھا اور یہ مجھے قاتل سمجھ بیٹھی۔ میں اسے یہی سمجھا رہا تھا۔"

"تم اسے سمجھا رہے تھے؟ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیٹی کو ہاتھ لگانے کی۔ پھولوں کی طرح پلنے والی میری بیٹی کو تم نے تھپڑ دے مارا۔ تم اسے ڈرا رہے تھے۔ تمہیں کیا لگا تھا کہ اس کا کوئی نہیں ہے۔ تمہیں کیا لگا کہ کبھی تمہاری اصلیت میرے سامنے نہیں آئے گی۔"

شہریار صاحب جو کمرے کے باہر سے گزر رہے تھے دروازہ کھلا دیکھ کر اس جانب متوجہ ہوئے تھے۔ان کی آنکھوں نے جو منظر دیکھا تھا وہ ان کا دل دہلا گیا تھا۔ ان کی بیٹی پہ اس نے ہاتھ کیسے اٹھایا۔ وہ ایک جست میں اس تک پہنچے تھے۔ اور اسے امل سے پرے دھکیلا تھا۔

امل اب بھی اپنے بابا کے ساتھ لگی کھڑی تھی مگر اب وہ فہد کی جانب دیکھ رہی تھی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں پانی سے لبریز تھی۔ چہرہ قندھاری ہو رہا تھا۔ بالوں سے چادر سرک کر کندھے پہ ڈھلکی ہوئی تھی۔ اور خوبصورت بال چہرے کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ بال آنسوؤں کے باعث چہرے پہ چپکے ہوئے تھے۔ وہ ڈری سہمی بالکل چھوٹے بچے کی مانند اپنے بابا سے لپٹی ہوئی تھی۔

اپنے تحمل مزاج بھائی کی اتنی بلند آواز سن کر امل کی پھوپھو بھی یہاں آئیں تھی اور امل کو باپ سے لپٹا دیکھ اور فہد کو مجرموں کی طرح سر جھکائے دیکھ ان کے دل نے کسی انہونی کی خبر دی تھی۔ وہ تیزی سے امل کے پاس پہنچی تھی۔

"امل میرا بچہ کیا ہوا آپ کو۔ شہریار کیا ہو رہا ہے۔ فہد نے کچھ کیا ہے؟"

انہیں اپنے بیٹے کو مجرموں کی طرح دیکھ کر اس پہ شک ہو رہا تھا۔

"پھوپھو آپ مانیں گی ناں میری بات؟"

اس نے اپنی پھوپھو کا ہاتھ تھامتے ہوئے ان سے پوچھا تھا۔

"میری جان بولو کیا ہوا ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔یہ دونوں تو کچھ نہیں بتا رہے۔"

"پھوپھو انہوں نے اورہان بھائی کا قتل کیا ہے۔ اپنے باس کے کہنے پہ انہوں نے اورہان بھائی کو مار دیا۔ آپ سمجھ رہی ہیں ناں میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

پھوپھو کے چہرے پہ موجود بے یقینی دیکھ کر اس نے اپنی بات کو سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر انہوں نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ بات جو وہ کہہ رہی ہے کوئی اس پہ یقین نہیں کرے گا۔ اور ایسا ہی ہوا تھا اس کے بابا نے فہد کو صرف اس پہ ہاتھ اٹھانے کی وجہ سے ڈانٹا تھا۔ لیکن انہوں نے بھی اس کی بات پہ یقین نہیں کیا تھا۔

"میں کیسے سمجھاوں۔ آپ کو لگ رہا ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"امل تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔"

فہد نے بہت پیار سے اس کو مخاطب کر کے اپنی صفائی پیش کی تھی۔

"قاتل ہیں آپ، قاتل۔ میں سب کو بتاوں گی آپ کی اصلیت۔ آپ نے مجھے ہراس کیا۔ میں نے آپ کو بھائی سمجھا تھا مگر آپ نے مجھے بہن نہیں سمجھا۔"

وہ چیختی ہوئی اپنی بات کہہ رہی تھی۔ ہراس والی بات پہ شہریار صاحب نے جھٹکے سے اسے کی جانب دیکھا تھا۔

"اس نے تمہیں ہراس کیا؟"

"ہاں بابا انہوں نے مجھے کہا کہ میں انہیں بھائی نہ بلایا کروں۔ یہ مجھے بلاوجہ چھوتے تھے۔ اور مجھے دھمکی بھی دیتے تھے۔"

وہ آج ساری بات اپنے بابا کو بتا رہی تھی۔

"ماموں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ نہ جانے کس کے کہنے پہ یہ سب کر رہی ہے۔ ضرور کوئی عاشق ہو گا جس کے چکروں میں یہ سب بکواس کر رہی ہے۔۔۔"

اس کے مزید ایک لفظ بھی بولنے سے قبل ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پہ آکر لگا تھا۔ اس نے تھپڑ مارنے والے پہ نگاہ ڈالی تو اپنی ماں کو غیض و غضب میں اپنی جانب دیکھتے پایا۔ غصے سے بھرپور، آنکھوں میں افسوس لیے وہ شرمندگی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

ایک لفظ بھی اور بولا تو تماری زبان کھینچ لوں گی۔ میں نے تربیت کی ہے امل" کی۔ تم نے آج امل پہ نہیں اپنی ماں پہ انگلی اٹھائی ہے۔ دفع ہو جاو اس سے پہلے "کہ مجھے تمہارے وجود سے گھن آئے۔

چہرے پہ ہاتھ رکھے وہ بے یقینی سے اپنی ماں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

باہر سائرن کی آواز سنائی دی تھی۔ پولیس گھر کے اندر داخل ہوئی اور ملازمین کے روکنے پر بھی وہ اس کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔ شہریار صاحب حیرت سے پولیس کو دیکھ رہے تھے۔ وہ شریف اور عزت دار تھے ان کے گھر میں پولیس کی آمد ان کی عزت پہ حرف آنے کے برابر تھی۔

"فہد الیاس کون ہے؟"

"میں ہوں فہد"

اس نے گھبرا کر کہا۔

عریش سلطان کے ساتھ مل کر معصوم جانوں کو قتل کرنے، ولید نعمان کی" بلڈنگ گروا کر اورہان حیدر عظیم پہ الزام لگوانے اور اس کے اقدام قتل کے "جرم میں تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے۔

یہ خبر وہاں موجود سبھی لوگوں پر قہر کی طرح نازل ہوئی تھی۔ سوائے ایک وجود کے جس نے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ جس نے مجرم کو اس کے انجام تک پہنچایا تھا اور اس کی عزت رکھ لی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ میرا بیٹا قاتل نہیں ہو سکتا۔"

فہد کی ماں نے پولیس والوں سے استفسار کیا یا شاید انہیں صفائی دی تھی۔

"ہمارے پاس سارے ثبوت موجود ہیں۔ ایف آئی آر کٹوائی گئی ہے۔"

"کس نے کٹوائی ایف آئی آر؟"

شہریار صاحب نے ان سے پوچھا تھا۔

"اورہان حیدر عظیم نے"

اور اب شاک لگنے کی باری سب کی تھی۔

"وہ۔۔۔وہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو مر چکا ہے۔"

"کس نے کہا آپ سے کہ وہ مر چکا ہے۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا؟"

"کیا نہیں ہو سکتا؟"

شہریار صاحب نے اس سے پوچھا تھا۔

"میں نے خود اسے آگ میں جلایا تھا وہ زندہ کیسے بچ سکتا ہے۔"

وہ خود اپنے منہ سے اقرار کر رہا تھا۔ آج تک کبھی اس کا وار خالی نہیں گیا تھا۔ اسے اپنی ہار قبول نہیں تھی۔ آج تک ہمیشہ ہر غلط کام کو چھپانے والے سے آج اپنے راز کھلتے برداشت نہیں ہو رہے تھے۔ یہ راز آشکار ہوتے امل کی کہی ہر بات کو سچا ثابت کر رہے تھے۔

پولیس آگے بڑھی تھی اور ہتھکڑی لگاتے اس کو لیے چلی گئی تھی۔ پیچھے دونوں وجود ساکت و جامد کھڑے تھے۔ امل نے افسوس سے دونوں کو دیکھا تھا۔ شہریار صاحب اور پھوپھو نے اس کی نگاہوں میں مان ٹوٹتا ہوا محسوس کیا تھا۔ وہ سر پر چادر اوڑھتی خاموشی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔ وقت نے اس کی سچائی کی گواہی دے دی تھی۔ اسے اب اپنے رب کے حضور شکر ادا کرنا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

چاکلیٹ اور ٹورٹیلا براون کمرے میں موجود عریش سلطان ، مہرماہ کی تصویر ہاتھ میں تھامے محویت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ صرف دو کرسیوں کے فاصلے پر موجود وہ لڑکی کب اس کے دل کی دنیا فتح کر گئی اسے اندازہ ہی نہیں ہوا تھا۔ اپنی پسند کو حاصل کرنے والا اپنی محبت سے کیسے دستبردار ہو سکتا تھا۔ بس کچھ دن اور پھر وہ اس کے پاس موجود ہو گی۔ یہ سوچ آتے ہی وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

حقیقت کی دنیا سے پرے وہ خوابوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ ہر چیز سے لاعلم وہ صرف مہرماہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنی محبت کی خاطر جنگ لڑ لی تھی اب اس کا نتیجہ آنا تھا مگر جو نتیجہ اب آنا تھا وہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔

NOVEL HUT

ایک ملازم دوڑتا ہوا اس کے کمرے میں آیا اور بغیر ناک کیے ہی اندر داخل ہوا تھا۔ عریش خیالوں کی دنیا سے باہر آیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے کمرے میں آنے کی؟ گیٹ آوٹ"

اس نے غصے میں ملازم کو جھڑکا تھا۔

"سر باہر پولیس اور میڈیا آیا ہوا ہے۔"

ہانپتا ہوا وہ اس کو اطلاع دے رہا تھا جو یہ بات سنتے ہی کھڑا ہوا تھا۔ تصویر کو الٹا کر کے رکھنے کے بعد اس نے اپنے روم کی بالکونی سے باہر دیکھا تھا جہاں پولیس اور میڈیا کے نمائندے کھڑے نظر آ رہے تھے۔ وہ اپنے موبائل کی جانب متوجہ ہوا اور ایس پی کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

"یہ پولیس کی نفری یہاں کیا کر رہی ہے؟ اور میڈیا کیوں آیا ہے؟"

ایس پی جو اچانک آرڈرز ملنے پر اپنی نفری کے ساتھ یہاں آیا تھا اور چاہنے کے باوجود بھی اس کو اطلاع نہیں دے سکا تھا اب شرمندہ سا تھا۔ مگر وہ خود کو ہر قیمت پہ بچانا چاہتا تھا۔ ایس ایس پی کی گھوری پہ اس نے فورا فون بند کر دیا تھا۔ اور بالکونی پہ موجود عریش سلطان کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔ اس نے غصے سے فون زمین پہ دے مارا تھا۔

"ٹی وی آن کرو فورا۔"

چنگھارتے ہوئے ملازم کو حکم سنایا جس پر وہ بھاگتا ہوا ٹی وی لاؤنج میں آیا اور ٹی وی آن کیا تھا۔ نیوز چینل پہ موجود خبر اس کے پیروں تلے زمین نکال گئی تھی۔ اس کے سارے جرائم ثبوتوں کے ہمراہ پیش کیے جا رہے تھے۔

ولید نعمان کی بلڈنگ میں ناقص میٹیریل استعمال کروانا، دھاندلی کے ذریعے ایم ان اے کی کرسی پر آنا، ولید نعمان پہ الزام لگوا کر اس کی ریپوٹیشن خراب کروانا، ولید نعمان کے ہسپتال والے پراجیکٹ کا انفراسٹرکچر گروانا، دو معصوم جانوں کے ضیاع کا الزام اورہان پر لگانا، ان کے لواحقین کو دھمکی دے کر خاموش کروانا، اپنی فیکٹری میں اورہان کو بلوا کر اس کو آگ لگوانا، انس پر گولی چلوانا۔

ایک ایک کر کے اس کے سارے جرائم پوری دنیا کے سامنے آچکے تھے۔ اس کے سارے راز فاش ہو چکے تھے۔ وہ اوندھے منہ زمین پہ گرا تھا۔ اس کی ساری ریپوٹیشن خاک ہو چکی تھی۔ اس کا کیرئیر تباہ ہو چکا تھا۔ لیکن اس وقت اسے اگر کسی چیز کی پرواہ تھی تو وہ تھی مہرماہ۔ اس سب کو جاننے کے بعد مہرماہ کبھی اس کو قبول نہیں کرے گی۔ اس نے غصے میں پاس پڑا ایمپورٹڈ واس ٹی

وی پر دے مارا تھا۔ جس کی سکرین کانچ کے ٹکڑوں کی صورت کرچی کرچی زمین پہ گری تھیں۔

اس کا دماغ ماوف ہو رہا تھا۔ پولیس والے اس کے گھر کے اندر داخل ہو رہے تھے ان کے پیچھے پورا میڈیا اس کے گھر امڈ آیا تھا۔ اسے ہتھکڑی پہنائی جا رہی تھی۔ ہتھکڑی پہنا کر اس کو باہر لایا جا رہا تھا۔ کیمروں کی فلیش لائٹس اس کی آنکھوں کو چندھیا رہی تھی۔ اسے سب سلو موشن میں چلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اتنے سارے کیسز سے بری ہونا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ سکن رنگ کے سوٹ میں ملبوس عریش سلطان کو اس کے گھر سے باہر لایا جا رہا تھا۔ پولیس کے پیچھے کرنے پر بھی میڈیا والے سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔

"آپ نے ولید نعمان کو کرسی سے اتارنے کے لیے اتنے اوچھے ہتھکنڈے کیوں استعمال کیے؟"

"سر آپ تو کہتے تھے کہ آپ ایمانداری سے اپنے فرائض نبھاتے ہیں آپ نے تو ولید نعمان کا دوسرا پراجیکٹ بھی خراب کروایا۔"

"آپ کی عظیم کنسٹرکشن کے مالک اورہان حیدر عظیم سے کیا دشمنی تھی؟"

"آپ نے ایک معصوم پولیس والے پہ گولیاں کیوں چلوائی؟"

ڈھیروں سوالات تھے لیکن وہ خاموش تھا۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی ذلت برداشت نہیں کی تھی۔ زندگی بھر لوگوں کو خود سے کمتر سمجھنے والا اس وقت بے بس تھا۔ وہ رعب و دبدبہ والا عریش سلطان آج مجرم بنا دنیا کے لیے تماشا بن چکا تھا۔

ابھی وہ گھر کے گیٹ پر ہی پہنچا تھا جب اسے مہرماہ کی کار رکتی دکھائی دی تھی۔ اس کی نگاہ سب سے پہلے مہرماہ پہ گئی تھی لیکن وہ ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر موجود تھی۔ اس نے نگاہوں کا رخ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص کی طرف موڑا تو اسے لگا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ ہکا بکا اس کو دیکھ رہا تھا۔ وہ وجود گاڑی کا دروازہ کھولتا باہر نکلا تھا۔ فاتحانہ چال چلتا وہ اس کی طرف آرہا تھا جو اپنی جگہ منجمند ہو چکا تھا۔ سیاہ جینز پہ سیاہ ہڈی پہنے چہرے پہ مسکراہٹ سجائے وہ اس کے پاس، بہت پاس آکر رکا تھا۔ میڈیا کے کیمروں کا رخ اس کی جانب مڑا تھا جو آج اپنے نام کی لاج رکھتا ایک عظیم قائد کی مانند اس کے مقابل کھڑا تھا۔

اورہان نے اپنا چہرہ اس کے کان کے پاس کیا تھا اور ایک سرگوشی کی تھی۔

"آئی ایم رئیلی ناٹ سوری مسٹر عریش لیکن یہ واجب تھا۔"

تھوڑی ردو بدل کے ساتھ اسی کے الفاظ اس کو واپس لوٹائے گئے تھے۔

عریش نے ایک نگاہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر موجود مہرماہ پر ڈالی تھی جو نہایت افسوس سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں ترس نہیں طیش موجود تھا۔

پولیس نے آگے بڑھ کر عریش کو پولیس وین میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ پولیس وین میں بیٹھا تھا اس کی نگاہیں اورہان پہ جمی تھی جو گاڑی میں جا کر بیٹھتا دکھائی دیا تھا اس کی نگاہ ایک ایک منظر کو دیکھ رہی تھی۔ اورہان نے مہرماہ کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا تھا۔ جس پر ایک خوبصورت مسکان نے مہرماہ کے لبوں کو چھوا تھا۔ اس کا سوگوار حسن پل بھر میں چمک اٹھا تھا۔ وہ چند لمحوں میں حسین ترین ہو گئی تھی۔

عریش کی نگاہوں میں ہار واضح دکھائی دے رہی تھی۔ آج پہلی بار اس کی آنکھیں دھندلا رہی تھی وہ کبھی نہیں رویا تھا کیونکہ اس کے باپ نے اسے یہی سکھایا

تھا کہ مرد رویا نہیں کرتے مگر آج وہ جوان مرد اپنی محبت کھو کر رویا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اورہان کو راستے سے ہٹا دے گا تو مہرماہ اس کی ہو جائے گی مگر وہ غلط تھا۔

وہ آج بھی اس کی ہی تھی جس کو پانے کے لیے اس نے قتل کرنا بھی جائز سمجھا تھا۔ آج وہ اپنا کیرئیر ہی نہیں اپنی محبت بھی ہار بیٹھا تھا۔ وہ یہ جان ہی نہیں سکا تھا کہ جب نکاح کے پاک رشتے میں بندھے دو وجود محبت کی منازل طے کرتے ہیں تو کسی تیسرے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ وہ صرف ایک تیسرا وجود تھا جس کی مہرماہ کی زندگی میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔

وقت نے تقدیر کے ہاتھوں اپنا کام مکمل کرتے ہوئے تمام راز آشکار کیے تھے جس کی بدولت بازی پلٹی جا چکی تھی۔ جن کو لگا تھا کہ ان کی حقیقت پس پردہ رہے گی وہ غلط ثابت ہوئے تھے کیونکہ حق پردے چاک کرتا دنیا کے سامنے رونما ہو چکا تھا۔ کیا کبھی کوئی حق کو باطل سے مٹا پایا ہے؟ زندگیاں تبدیلی کے مراحل طے کرتی گزرتی جا رہیں تھیں۔ ہمیشہ کی طرح کہیں خوشی تھی تو کہیں غم۔

سرفراز صاحب کے لاونج میں بیٹھے سلطان بیگ نے ایک کال ریسیو کی تھی۔ مقابل کی بات سنتے ایک پل میں ان کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا جس کو سرفراز صاحب اور عماد نے بخوبی نوٹ کیا تھا مگر خاموشی کا لبادہ اوڑھے رکھا۔ وہ فورا سے اٹھ کھڑے ہوئے اور معذرت کرتے وہاں سے چلے گئے تھے۔ پیچھے عماد اور سرفراز صاحب حیرت سے ان کو جاتا دیکھتے رہ گئے۔

مہرماہ کی گاڑی میں موجود اورہان نے مہرماہ کو ایک پیغام دیا تھا جس کو سمجھتے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ اورہان نے ایک ہسپتال کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے ایک نظر اٹھا کر مہرماہ کی جانب دیکھا تھا جیسے آج یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زندگی میں موجود ہر کسک کا ازالہ ہو چکا تھا۔ محبت کی چاشنی سموئے ہیزل آنکھوں نے لائٹ براون آنکھوں میں جھانکا تھا۔ کتنا تڑپا تھا وہ ان آنکھوں میں آنسو دیکھ کر۔ لیکن اب اس نے خود سے عہد کیا تھا وہ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دے گا۔ وہ دونوں گاڑی سے باہر آئے تھے۔ مہرماہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی اور اورہان نے ہسپتال کے اندر کی جانب قدم بڑھا دیے تھے۔

ہسپتال کے کوریڈور سے گزرتے ہوئے وہ ایک کمرے کے باہر آکر رکا تھا۔ اردگرد ایک نظر دوڑا کر اس نے دروازے کے ناب کو گھمایا تھا۔ ہسپتال کے اس کمرے کے اندر نگاہ دوڑائی جائے تو انس ہسپتال کے بیڈ پہ آنکھیں موندے لیٹا تھا یا شاید سو رہا تھا۔ اس وقت کمرے میں اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔ انس نے منت کر کے اپنی امی کو گھر بھیج دیا تھا اور اس کے بابا ان کو گھر ڈراپ کرنے گئے ہوئے تھے۔ وہ آہستگی سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا ایک نظر سوتے ہوئے انس پہ ڈال کر وہ صوفے پہ جا کر بیٹھ گیا تھا۔ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو کنپٹی پہ رکھے باقی انگلیوں کو مٹھی کی صورت بند کیے وہ افسوس سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے دوست نے بہت تکلیف اٹھائی تھی اور وہ جو اس کی ہر تکلیف کو اپنے سر لے لیا کرتا تھا وہ ہی اس کی تکالیف کا باعث بنا تھا۔ انس جو کچی نیند میں تھا کسی کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے اس نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں تو نگاہ کمرے کی چھت پہ جا ٹھہری جس پر اس نے سر کو تھوڑی سی حرکت دیتے ہوئے دائیں جانب دیکھا تھا مگر وہاں صوفہ پہ موجود وجود پہ نگاہ پڑتے ہی اس کی نگاہیں تھم سی گئی تھیں۔ یوں محسوس ہوا جیسے آنکھوں کو ان کی مطلوبہ منزل مل چکی تھی۔ اسے لگا وہ بیہوشی میں یہ سب دیکھ

رہا ہے۔ اورہان ابھی تک اسی طرح اس کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے تاثرات سے قدرے محظوظ بھی ہو رہا تھا۔ انس نے کئی بار آنکھیں جھپکا کر یہ منظر دیکھا تھا مگر اورہان کو اپنے سامنے ہی پایا۔

"خواب نہیں دیکھ رہے۔"

بہت مزے سے بولا گیا تھا۔اس کی آواز سنتے وہ جھٹکے سے اٹھا تھا ساتھ ہی درد کی ٹیسیں اس کے رگ و پے میں سرایت کرنا شروع ہو گئیں تھیں۔

"ت۔۔ تم اورہان"

اسے اس وقت درد بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا جو منظر وہ دیکھ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ حقیقت ہو۔

"ہاں بھئی میں اورہان"

خود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

اس سے پہلے کہ انس مزید کچھ پوچھتا کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور ایک ڈاکٹر اندر آتا دکھائی دیا۔

NOVEL HUT

"واو واٹ آ سرپرائز اورہان"

اس پہ اورہان کھڑے ہو کر اس ڈاکٹر سے گلے ملا تھا۔

"تم بتاو ڈیوٹی کیسی جا رہی ہے؟"

ویل۔۔۔ ڈیوٹی تو بہت کمال جا رہی ہے۔ تم اس دن کے بعد آئے ہی "

"نہیں؟

"وہ مصروف تھا جلد ہی تمہیں اپنی شادی پہ بلواوں گا۔ "

" انتظار رہے گا۔ اور انس صاحب آپ کا کیا حال ہے؟ زیادہ درد تو نہیں ہو رہا؟"

وہ اب انس سے پوچھ رہا تھا جو ہونقوں کی طرح ان دونوں کی باہمی گفت و شنید کو بغور سن رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس وقت صاف ظاہر کر رہے تھے کہ اسے کتنا بڑا جھٹکا لگا تھا۔

"آپ۔۔ آپ نے کہا تھا وہ ڈیڈ باڈی اورہان کی ہے۔"

بمشکل حلق سے آواز نکالتے اس نے ڈاکٹر سے استفسار کیا تھا۔

ہاں کہا تو میں نے ہی تھا۔ بس اس نے پہلی بار کچھ کرنے کے لیے کہا تو کیسے"
ٹال سکتا تھا۔ اور یہ تو جانتا ہے کہ مجھے ایکٹنگ کا شروع سے ہی بہت شوق رہا
"ہے۔ سکول میں بھی بہانے بازی اور اداکاری میں کوئی میرا ثانی نہیں تھا۔

وہ اورہان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا پھر اپنے منہ سے اپنی تعریف کرتے ہوئے فرضی کالر جھٹکا تھا۔

"تو آپ نے جھوٹ بولا تھا۔ "

"اونہوں۔۔۔ اس کو جھوٹ نہیں اداکاری کہتے ہیں۔ "

وہ اس کا زخم دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں میں"

وہ ناراض ہوتے ہوئے بولا تھا جس پہ اورہان نے ڈاکٹر کو اشارہ کیا تو وہ اس سے ہاتھ ملاتا کمرے سے چلتا بنا۔ اورہان بیڈ کے پاس آیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ اس کے زخم کو غور سے دیکھتا ایک زوردار مکہ اس کے منہ پہ آکر لگا تھا۔ وہ جو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ بہت محبت سے اس کے گلے لگتا رونا شروع کر دے گا اس

سے اس مکے کی امید اورہان کو تو ہرگز نہیں تھی۔ وہ حیرت سے انس کو دیکھ رہا تھا جو مکہ تو مار چکا تھا مگر اب درد سے آہ آہ کر رہا تھا۔

"انس مجتبیٰ، تم نے میرے معصوم چہرے پہ مکہ دے مارا۔"

اس وقت انس کو وہ معصوم تو ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔

تمہیں کیا امید تھی کہ تمہارے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالوں گا۔ اتنا بڑا دھوکہ" "اور مجھ سے بھی چھپایا۔

"خیر امید تو پھولوں کی بھی نہیں تھی بٹ آئی ایم ایمپریسڈ۔"

انس کے اس عمل پہ اس کی تعریف کی گئی۔ اس تعریف پہ انس مزید آگ بگولا ہوتے ہوئے دوبارہ ایک مکہ اس کے معصوم چہرے پہ جڑنے کی غرض سے بیڈ سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ اورہان فوراً پیچھے ہٹا تھا۔

او بھائی پہلے میری بات سن لے پھر مار دینا۔ اورہاں لگ گیا ہے مجھے پتا کہ تو" "نے جم کے پولیس ٹریننگ کی ہے۔

انس دوبارہ بیڈ پہ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔

"چل اٹھ اب۔ صرف دو گولیاں لگی ہیں اور بستر کا ہو کر رہ گیا ہے۔ "

اوربان کی صرف دو گولیوں والی بات پہ انس نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

"بس گھورنا بند کر۔ کچھ نہیں ہوا زیادہ وقت نہیں ہے چل اٹھ جلدی شاباش"

وہ اسے بستر سے اٹھانے کے لیے آگے بڑھا جب انس نے اسے دور رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"میں کیوں مانوں تمہاری بات؟ "

"کیوں نہیں مانے گا؟"

آئی برو اچکا کر پوچھا۔

"تم نے مجھ سے جھوٹ بولا۔"

"اچھا کونسا جھوٹ؟"

اس بات پہ انس سوچنے لگا مگر اوربان کا کوئی بھی جھوٹ اس کے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ اس نے تو نہیں کہا تھا کہ میں مرگیا ہوں۔

"یہی کہ میں مر گیا ہوں؟"

اورہان نے کافی ہلکے پھلکے لہجے میں پوچھا جس پر وہ درد کی پرواہ کیے بغیر فورا اٹھا تھا اور اس سے پہلے کہ ایک گھونسا اس کے منہ کی زینت بنتا اورہان نے اپنا چہرہ اس سے دور کیا تھا۔

"آئندہ ایسا بولے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

انس ایموشنل سا ہوتا اس سے کہہ رہا تھا۔

"تو واپس اپنی ٹون میں آ ہی گئے۔"

وہ جانتا تھا کہ دو منٹ کے غصے کے بعد وہ دوبارہ سینٹی ہو جائے گا۔

"اب تم ہمیں چھوڑ کر نہیں جاو گے۔"

وہ جھٹکے سے اورہان کے گلے لگا تھا اور پورے رعب سے اس کو حکم دے رہا تھا۔

"اچھا یار کہیں نہیں جاتا۔ پہلے تیری بینڈیج تبدیل کروا لیں پھر چلتے ہیں۔"

"کہاں جانا ہے؟"

NOVEL HUT

"میری شادی پر؟"

"تم نے شادی کی تیاریاں بھی کر لیں؟"

وہ ہکا بکا اورہان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اپنے دماغ پہ زیادہ زور نہ ڈال۔ میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتا ہوں۔ وہ تمہاری بینڈیج چینج" "کر دے گا اور پین کلر بھی دے دے گا پھر گھر چلتے ہیں۔

اب کہ انس خاموش رہا تھا مگر ایک سوال بار بار اس کو تنگ کر رہا تھا۔

"مگر تم اتنے ہفتے کہاں تھے؟ اور وہ سب کچھ۔۔۔؟"

"سب سوالات کے جواب دوں گا۔ انتظار کرو۔"

اب کی بار انس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا وہ جانتا تھا اورہان کی غیر موجودگی اور اس ساری پلاننگ کے پیچھے کوئی وجہ تو ضرور ہو گی۔ کیونکہ وہ خود اس بات تک پہنچ چکا تھا کہ اورہان کو کسی سازش کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اب انتظار تھا تو اس بات کا کہ آخر وہ یہ سب کرنے پہ کیوں مجبور ہوا تھا؟ اور یہ کہانی اب گرے بنگلے جا کر ہی عیاں ہونی تھی۔ انس نے دل سے اپنے رب کا شکر ادا کیا

تھا جس نے اس کے دوست کو صحیح سلامت اس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ تو یار غار کا سفر اختتام کو نہیں پہنچا تھا۔

\-------------

وہ انس کو لیے گرے بنگلے کی جانب رواں دواں تھا۔ مہر ماہ نے گھر جاتے ہی اپنی فیملی کو گرے بنگلے جانے کے لیے قائل کیا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ جس حال میں مہر ماہ یہاں سے گئی تھی واپسی پہ اس کی حالت یکسر مختلف تھی۔ وہ اداسی میں گھری ہوئی لڑکی اچانک اتنی پرجوش کیسے ہو گئی تھی۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ مگر اس کے اصرار پہ وہ اس کے ساتھ گرے بنگلے جانے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

سفر خاموشی میں طے رہا تھا۔ پورا راستہ انس کی نظریں اس کے وجیہہ چہرے پہ مرکوز رہیں تھیں جو سیاہ ہڈی اور سیاہ جینز میں ملبوس، ماتھے پہ بھورے گھنگھریالے بال پھیلائے بے نیازی سے سڑک پہ نگاہیں جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ دوسری جانب مہر ماہ ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان اپنی فیملی کے ہمراہ گرے بنگلے کو جانے والے راستے پہ گاڑی دوڑا رہی تھی۔ سرفراز صاحب، ماریہ بیگم اور

زاویار پریشانی میں اس کو دیکھ رہے تھے جو اس سب سے بے خبر لبوں پہ دھیمی مسکان سجائے، روڈ پہ نظریں جمائے اس منزل کی جانب جا رہی تھی جہاں ان کی تکالیف کا اختتام ہونا تھا۔

پہلے مہرماہ کی گاڑی نے گرے بنگلے کا مرکزی گیٹ پار کیا تھا۔ گاڑی پارک کرتی وہ اپنی فیملی کے ہمراہ اندر کی جانب بڑھی تھی۔ جہاں ان کی اچانک آمد پہ حیدر صاحب حیران ہوئے تھے مگر ان کی خوشی ان کی حیرانی پہ بھاری تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا تھا۔ سب لاؤنج میں ہی جمع تھے۔ صوفیا بیگم ، ماریہ بیگم کے ساتھ بیٹھی باتوں میں مشغول تھیں۔ حیدر صاحب اور سرفراز صاحب ایک ہی صوفہ پہ براجمان ایک دوسرے سے کچھ کہتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ فاریہ، مہرماہ کا ہاتھ تھامے بیٹھی اس کو کچھ بتا رہی تھی۔ ان سب کی گفتگو کا موضوع اور مرکز صرف ایک ہی تھا۔ اورہان ۔۔۔ اورہان حیدر عظیم

"اگر آج اورہان بھائی بھی ہوتے تو سب مکمل ہوتا۔"

اچانک زاویار نے ایک اونچی سرگوشی کی تھی جس کو سب نے سنا تھا۔

دروازے پہ موجود اورہان کے قدم ایک لمحے کے لیے تھمے تھے۔ انس نے اس

کے چہرے کے تاثرات دیکھے تھے جس پہ صرف اذیت رقم تھی۔ ایک زندگی کتنی زندگیوں کی خوشیوں کی وجہ ہوتی ہے اور ایک زندگی کا دکھ کتنی زندگیوں کے لیے روگ بن جاتا ہے۔ اچانک مہرماہ نے دروازے کی جانب دیکھا تو فورا اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کو کھڑے ہوتا دیکھ سب کی نگاہوں نے اس کی نگاہوں کا پیچھا کیا تھا۔ اور سب کی نگاہیں اس منظر پہ آکر تھم چلی تھیں۔ وہ جو سب کا موضوع سخن بنا ان کی ہر بات میں شامل تھا وہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ سب سے پہلے فاریہ کھڑی ہوئی تھی۔ بے یقینی میں آگے بڑھتی اپنے بھائی کی گڑیا اس کے بالکل سامنے جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ انس بالکل اورہان کے برابر میں کھڑا تھا۔ وہ بہت خوش تھا صرف اپنے لیے نہیں اس لڑکی کے لیے بھی جس کے آنسو اس کے جسم میں سوئیاں چبھوتے چھید کر جاتے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اب ان سب کے دکھ ختم ہو گئے ہیں۔

"بھائی"

اس نے بمشکل اپنے حلق سے یہ الفاظ نکالے تھے۔

" بھائی کی گڑیا"

صرف یہ سننا تھا اور فاریہ اپنے بھائی سے لپٹ چکی تھی۔

"بھائی ۔۔۔بھائی۔۔۔"

وہ روتی جا رہی تھی اور زبان پہ صرف یہ ہی الفاظ تھے۔

چپ کر جاو گڑیا۔ میں نے کتنی بار سمجھایا آپ نے مضبوط بننا ہے۔ آپ تو" "میری بہن ہو میری بہن اتنی کمزور نہیں ہو سکتی۔

ہمیشہ کی طرح اس کی پیٹھ سہلاتے وہ اسے نرم آغوش میں لیے کھڑا تھا۔ اپنے بھائی کے گلے سے لگی اس کی گڑیا نے اپنا چہرہ اس کے روبرو کیا تھا جو اس وقت محبت بھری نگاہیں اپنی ماما پہ جمائے کھڑا تھا۔ فاریہ پیچھے ہٹی تو وہ آگے بڑھا تھا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا صوفیا بیگم کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زندگی نے ان کی جانب قدم بڑھا دیے ہوں۔ وہ ان کے پاس۔۔۔بالکل پاس آکر جھک رہا تھا گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھتا اپنا مضبوط ہاتھ آگے بڑھا کر ان کے ہاتھ تھام رہا تھا جو مسلسل کانپ رہے تھے مگر اس کے ہاتھوں کا لمس پاتے ہی ان کی کپکپاہٹ ختم ہو چکی تھی۔ ان کی آنکھوں سے نکلتے آنسو اس کے ہاتھ پہ آکر گرے تھے۔

مجھے معاف کر دیں ماما۔ میری وجہ سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ میں"
"ایک اچھا بیٹا ثابت نہیں ہو سکا۔

وہ اذیت کی انتہا پہ تھا۔

"اورہان، میرا بیٹا۔۔۔"

ان کی آواز بھی کپکپا رہی تھی۔وہ اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالتی اس کے چہرے پہ پھیر رہیں تھیں۔ اپنے لاڈلے کو محسوس کرتے وہ بے اختیار روئیں تھیں۔ اورہان نیچے سے اٹھا تھا اور صوفہ پہ بیٹھتا ان کے گرد اپنے کسرتی بازو جماتا ان کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے حیدر صاحب صوفہ سے اٹھتے اس کے پاس آکر اس سے لپٹے تھے۔ ایک بازو اپنی ماما کے گرد پھیلائے، ایک سے اپنے بابا کو سہارا دیتے وہ ان کا لاڈلا، ان کا فخر، ان کا مان۔۔۔ واپس آچکا تھا۔ فاریہ تیز قدموں سے صوفہ کے پاس آتی اپنی ماما کے پاس بیٹھتی اس فیملی کو مکمل کر گئی تھی۔ اورہان نے بازو لمبا کرتے اس کے گرد بھی پھیلایا تھا۔ آخر ان کو ان کی خوشیاں لوٹا دی گئیں تھیں۔ اس فیملی کو دوبارہ مکمل ہوتا دیکھ وہاں موجود سب لوگوں نے دل و جان سے رب کا شکر ادا کیا

تھا۔ کون کہتا ہے کہ مشکلات ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں۔ یہ تو انسان کو اپنے اور پرائے کی پہچان کروانے آتی ہیں۔ جیسے ان پہ آئیں تھیں اور وہ جان چکے تھے کہ کون ہے جو ان کے ہر دکھ اور تکلیف میں ان کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔ کیونکہ جو لوگ مشکلات میں تنہا چھوڑ جائیں وہ کبھی آپ کے اپنے نہیں ہوتے۔

مہرماہ اپنی ماما کے گرد بازو پھیلائے روتی مسکراتی، آنکھوں میں نمی لیے ان کو خوشیوں کی دعا دے رہی تھی۔ اورہان نے سامنے دیکھا تو انس کو دروازے کے پاس ہی ایستادہ پایا۔

" اے ایس پی ادھر ہی کھڑا ہے۔ تجھے دو گولیاں لگی ہیں۔ ادھر آکر بیٹھ"

دو پہ خاصا زور ڈالتے ہوئے وہ انس کو زچ کر رہا تھا۔

بیٹا آپ کی تو طبیعت ہی ٹھیک نہیں تھی۔ ڈاکٹرز نے اتنی جلدی چھٹی کیسے" "دے دی۔

اورہان کے مخاطب کرنے پہ سب انس کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

"سب آپ کے بیٹے کی کرم نوازی ہے انکل۔"

سب نے حیرت سے اورہان کو دیکھا تھا جس پر اس کے عنابی لبوں نے مسکرا کر چہرے کو مزید خوبصورتی اور رعنائی عطا کی تھی۔

"بابا اگر دو گولیوں پہ یہ دو ہفتے بستر سے لگا رہے گا تو کرلی اس نے ڈیوٹی۔"

اب کی بار فاریہ نے بھی انس کو دیکھا جو یوں تھا جیسے بہت تھکن کے بعد راحت مل جاتی ہے۔ اس کے بازو اور پاؤں کے ساتھ ساتھ سر پر بھی بینڈیج کی ہوئی تھی۔ چند دنوں میں ہی اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ ہلکے واضح ہو گئے تھے۔ رات رات بھر جاگ کر اپنے دوست کی موت کا پتا لگاتے، دن بھر اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے، اپنی اور اورہان کی فیملی کو وقت دیتے وہ خود کو سرے سے ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔

اورہان نے اسے اشارہ کیا تھا جس پر وہ سامنے والے صوفہ پہ براجمان ہوا تھا۔ اب اورہان، سرفراز صاحب سے گلے مل رہا تھا۔ اس کے بعد ماریہ بیگم نے اس کی پیشانی چومی پھر زاویار اس سے لپٹ کر کھڑا تھا۔ جبکہ اس کی نظریں مہرماہ پہ ٹکی تھیں جو اپنے چہرے پہ مسکراہٹ سجائے محو اس کو دیکھ رہی تھی۔ سب ایک دم ہی چہک اٹھے تھے۔ ان کے چہروں پہ چھایا مرجھایا پن

غائب ہو چکا تھا۔ زندگی نے اپنی خوبصورتی پھر سے ان پر آشکار کر دی تھی۔ ایک بار پھر گرے بنگلے میں رونق لوٹ آئی تھی۔

"مگر یہ سب کیا تھا؟ ڈاکٹر نے ہمیں بتایا تھا کہ خدانخواستہ وہ ڈیڈ باڈی تمہاری تھی؟"

حیدر صاحب نے اورہان سے پوچھا تھا۔ جس پر انس نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔

"میں بتاتا ہوں انکل وہ ڈاکٹر اس معصوم کا دوست تھا۔ اس نے اورہان کے ہی کہنے پہ جھوٹ۔۔۔ اوہ سوری اداکاری کی تھی۔"

اپنے دوست کے لائق پن کی تعریف کرتے اس نے معصوم اور اداکاری پہ زور دیتے ہوئے ڈاکٹر والی بات کلئیر کی تھی۔

"بھائی"

فاریہ نے تعجب سے اپنے بھائی کو پکارا تھا۔

"جی بھائی کی گڑیا۔"

"آپ جانتے بھی ہیں کہ ہم پہ کیا گزری تھی۔ آپ نے ان سے جھوٹ بولنے کو کیوں کہا؟"

"جھوٹ نہیں اداکاری کہیں۔"

انس نے ٹہوکا دیا تھا جس پہ وہ کھل کے مسکرایا تھا۔ اور فاریہ جو اپنے بھائی کو دیکھتے ہی سب بھول چکی تھی اب کہ نگاہ اس پہ پڑی تو آنکھوں نے پوری عمر اس کو یوں ہی مسکراتے ہوئے تکنے کی خواہش کی تھی۔ کتنے دنوں بعد دیکھا تھا اس کو وہ بھی اس طرح کہ وہ پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ مگر اس کے چہرے پہ اتنا سکون تھا کہ بے اختیار اس کی نگاہیں اپنے بھائی کی جانب گئیں جس کی واپسی سب میں زندگی لے آئی تھی۔

"یار تم تو میرے دوست کے پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔"

وہ برا مانتے ہوئے بولا تھا۔

"فکر نہیں کرو اب تمہارے پیچھے پڑوں گا۔"

"کیوں نہیں ضرور۔ بندہ حاضر ہے۔"

خود کی جانب اشارہ کرتے نہایت دریا دلی سے آفر کی گئی۔

"اب تم ہمیں پوری کہانی بتاو گے۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ سب کسی پلان کے تحت کیا ہے۔"

انس نے اس کو سب تفصیل سے بتانے کے لیے کہا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟"

"کیونکہ میں نے تمہاری کالز ٹریس کی تھیں۔ میں جانتا ہوں تمہیں وہاں بلوایا گیا تھا اور جانتے بوجھتے اس فیکٹری میں آگ لگوائی گئی تھی۔"

اس بات پہ سب نے شاک کی کیفیت میں اس کو دیکھا تھا۔ اگر کوئی شاک میں نہیں تھا تو وہ اورہان اور اس کے بابا تھے۔

"تمہیں یہ سب پتا تھا تو تم نے ہمیں بتایا کیوں نہیں بیٹا۔"

صوفیا بیگم نے قدرے ناراضی سے اس سے پوچھا۔

"کیونکہ وہ ہمیں مزید تکلیف میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا صوفیا بیگم۔ اسے گولیاں بھی انہی لوگوں نے ماری ہیں جنہوں نے اورہان کے قتل کی سازش کی۔ کیونکہ وہ جان چکے تھے کہ انس ان کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر سکون سے نہیں بیٹھے گا۔"

سب حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"بابا آپ نے بھی ہم سے چھپایا؟"

"یہ آپ کے سکون کے لیے ہی کیا تھا بیٹا۔ مجھے بھی اسی دن علم ہوا جب انس کو گولیاں لگیں۔ وہ بھی اس نے نہیں بتایا تھا۔ یہ اکیلا اس کرب سے گزرتا رہا تھا کسی کو بھنک بھی نہیں لگنے دی کہ یہ کس اذیت کا شکار رہا۔ اور میرے اورہان کی طرح ہمیں سنبھالے رکھا۔"

وہ بہت مان سے انس کی جانب دیکھتے سب سے کہہ رہے تھے۔ سب کی نظروں میں انس کے لیے عزت بڑھ چکی تھی اور فاریہ کی آنکھیں تو نم چکی تھیں۔ کتنا غلط سمجھی تھی وہ اسے۔ اسے تو یہی محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے دوست کی خاطر کچھ نہیں کر رہا۔ مگر وہ تو تنہا لڑتا رہا اور کسی پہ آنچ بھی نہیں آنے دی۔

"دوست کس کا ہے بابا۔ میں جانتا تھا یہ کبھی مجھ سے اور میری فیملی سے دستبردار نہیں ہو گا۔"

اورہان نے صوفہ پہ اس کے ساتھ بیٹھتے اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ سب ان دونوں دوستوں کی دوستی پہ ایمان لے آئے تھے۔ وہ

دونوں جان سے پیارے دوست ایک دوسرے کی خاطر جان دینے سے بھی نہیں کتراتے تھے۔

"کون شامل تھا اس سب میں؟ اور تمہاری اس سے کیا دشمنی تھی؟"

یہ سوال سرفراز صاحب نے پوچھا تھا۔ جس پہ اورہان اور مہرماہ کی نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا۔ اورہان نے مہرماہ کو یہ ضرور بتا دیا تھا کہ یہ سارا کھیل عریش سلطان کی وجہ سے کھیلنا پڑا تھا۔ مگر کیوں ؟ یہ جواب فلحال صرف اورہان ہی دے سکتا تھا۔

انکل جو انسان طاقت کے نشے میں ہوتا ہے اس کے لیے سب انسان کیڑوں" مکوڑوں کی مانند ہوتے ہیں جن کو اپنے دل کی چاہت پہ وہ کبھی بھی کچل سکتا "ہے۔ بس اس کے لیے میں بھی ایک بے معنی وجود تھا۔

"شروع سے بتاو کچھ سمجھ نہیں آرہا۔"

حیدر صاحب نے اس کو کہانی کے آغاز سے بتانے کے لیے کہا تھا جس پہ اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی پھر بولنا شروع کیا۔

"یہ کہانی اس روز شروع ہوئی تھی جب انس پہلی بار میرے پاس ایک کیس لے کر آیا تھا۔ اسے اس کیس کے مشکوک فرد کی تلاش تھی ۔ اس کیس کے چند روز بعد ہی میں نے نیوز میں ولید نعمان کی بلڈنگ کی تباہی کے بعد کی فوٹیج دیکھی تو عام عوام میں عریش سلطان کا ڈرائیور اصغر، ولید نعمان کے کاموں میں کجی نکالتا دکھائی دیا۔ سیاست میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے بہت کچھ کیا جاتا ہے۔ دنیا کی نظر میں عریش بھلے ایک شریف اور نیک انسان تھا مگر جب کسی کو شک میں شامل کیا جاتا ہے تو اس کو نیوٹرل ہو کر دیکھا جاتا ہے۔ میں نے بھی یہی کیا میں نے ایاز سے کہہ کر اس کی پروفائل نکلوائی اور میرا شک سیدھا عریش سلطان پہ گیا۔ انس کو ریسٹورنٹ بلوا کر میں نے اس پہ اپنا شک بھی واضح کیا۔"

اس بات پہ انس نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور رہان نے بات جاری رکھی۔

"مگر میں پھر بھی اس کو مجرم نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس سب میں فہد دوسرا انسان تھا جس پر میرا شک تھا مگر میں نے کسی کو اس بارے میں نہیں بتایا۔ فہد بہت سارے سیاستدانوں کے لیے کام کرتا تھا اس کے کافی بزنس مین سے بھی تعلقات تھے ان میں سے ایک میں بھی تھا۔ چونکہ میرا شک پہلے ہی فہد اور

عریش پہ تھا اسی دوران فہد میرے پاس ولید نعمان کا پراجیکٹ لے کر آیا تھا۔ جو میرے لیے بالکل بھی حیران کن نہیں تھا مگر ایک چیز مجھے مسلسل پریشان کر رہی تھی کہ اگر عریش سلطان، ولید نعمان کو مزید نیچا دکھانے کے لیے یہ سب کرنا چاہتا ہے تو مجھے کیوں اس سب میں گھسیٹ رہا ہے۔ جب میری ولید نعمان سے اس کے ہسپتال والے پراجیکٹ کے متعلق بات ہوئی تو وہ کسی بھی طرح بس مجھے ہی یہ پراجیکٹ دینا چاہتا تھا۔ میں یہ سمجھ چکا تھا کہ ولید نعمان جیسے اناڑی سیاست دان کسی کی بھی بات میں آجاتے ہیں اور اس کی برین واشنگ کرنے والا کوئی اور نہیں سو فیصد فہد ہی ہوگا۔ میں نے بخوشی پراجیکٹ کے لیے حامی بھرلی۔ لیکن ایک گڑبڑ مجھ سے ہو گئی یہ جاننے کے باوجود کہ وہ اس پراجیکٹ کو ہر قیمت پہ ناکام کرنا چاہتے ہیں میں نے بارات والے روز فون آف کر دیا۔ اور انہی چند گھنٹوں میں وہ سب ہو گیا۔"

ورہان چند لمحے کے لیے خاموش ہوا تو انس فوراً بول پڑا۔

"میں نے تم سے پوچھا بھی تھا کہ تمہیں کسی پہ شک ہے تو تم نے مجھے آگاہ کیوں نہیں کیا؟"

"تاکہ تم جذبات میں آکر جو گولیاں دو دن پہلے لگیں وہ اس روز ہی کھا لیتے۔"

اورہان کی بات پہ سب دبا دبا مسکرائے تھے اور انس منہ بسور کر خاموش ہو گیا تھا۔

"اس کے بعد کیا ہوا؟"

مہرماہ نے آگے کی تفصیلات جاننا چاہی تھی۔

"اونہوں یہ پوچھیں اس سے پہلے کیا ہوا؟"

اس پہ اورہان کو اریسٹ ہونے سے ایک ہفتہ قبل کا منظر یاد آیا تھا۔ وقت نے چکر الٹا تھا اور بارات سے ایک ہفتہ پہلے آکر تھما تھا۔ وہ اس وقت کنسٹرکشن سائٹ پہ موجود تھا جب اسے اسی ڈاکٹر کی کال ریسیو ہوئی تھی جو کہ اس کا پرانا دوست ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا اداکار بھی تھا۔

"اورہان تمہارا گولڈن بلڈ ہے ناں؟"

وہ گولڈن بلڈ کے باعث ہمیشہ ہر جگہ جانا جاتا تھا۔

"ہاں ۔۔۔ خیریت تو ہے؟"

"ایک پیشنٹ ہے اس کو فورا بلڈ کی ضرورت ہے اور وہ بھی گولڈن بلڈ کی ۔ کیا
تم فورا ہسپتال آسکتے ہو؟"

"ہاں ہاں میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ فورا وہاں سے ہسپتال پہنچا تھا اور اپنا نایاب خون اس پیشنٹ کو ڈونیٹ کیا تھا جو زندگی موت کی جنگ لڑرہی تھی۔ اس کے پوچھے جانے پہ اسے بتایا گیا تھا کہ وہ چودہ سال کی بچی ایکیوٹ لیمفوبلاسٹک لیوکیمیا سے لڑرہی تھی۔ اس کے دل نے شدت سے اس بچی کو دیکھنے کی خواہش کی تھی اور صرف اس نے ہی نہیں اس بچی کے والدین بھی اس مسیحا سے ملنا چاہتے تھے جو اگر آج وقت پر اپنا خون نہ دیتا تو وہ اپنی بچی کو کھودیتے۔ اس کی سرجری کے لیے اس خون کی بہت ضرورت تھی جو کہیں سے بھی اریبج نہیں ہو رہا تھا۔ اورہان بلڈ ڈونیٹ کرنے کے بعد ہسپتال کے کمرے میں موجود اپنے دوست سے باتوں میں مصروف تھا کئی گھنٹے گزر چکے تھے کیونکہ وہ اس بچی کو دیکھنا چاہتا تھا جو اتنی بڑی بیماری سے لڑرہی تھی۔ اسی دوران دروازہ کھولتے دو لوگ اندر داخل ہوئے تھے۔

"آئیں یہ ہیں جنہوں نے آپ کی بیٹی کو بلڈ ڈونیٹ کیا ہے۔"

کامیاب سرجری کے بعد ڈاکٹر اس بچی کے بابا کو لیے اندر آیا تھا۔ ڈاکٹر کی اس بات پہ اصغر کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ جس انسان کی زندگی کو جہنم بنایا جا رہا تھا وہی انسان اس کو اس کی زندگی لوٹا گیا تھا۔ اس کے ضمیر نے اس کو جھنجھوڑا تھا۔

"اصغر تم؟"

اور ہان سر میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں اگر آج آپ نہیں آتے تو میری بیٹی" "زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا باپ بھی مر جاتا۔

وہ دونوں ہاتھوں کو جوڑے اس کا احسان مند تھا۔

اونہوں۔۔۔ تمہاری بیٹی بہت مضبوط ہے وہ ضرور سروائیو کرے گی۔ اور" رہی بات بلڈ ڈونیٹ کرنے کی تو یہ اللہ کے کام ہیں تمہیں اللہ کا شکر گزار ہونا "چاہیے۔

اس نے اس کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو تھاما کر اسے حوصلہ دیا تھا۔ وہ کتنا عاجز تھا اس نے اس پہ کوئی احسان نہیں جتایا تھا۔

"پھر بھی۔۔۔"

"نہیں کچھ نہیں۔۔ میں ضرور اس پرنسس کو دیکھنا چاہوں گا جو اتنی بہادر ہے۔"

"ابھی تو سرجری ہوئی ہے اورہان ۔ اسے ہوش آنے میں وقت لگے گا۔"

"سر آپ مجھے اپنا نمبر دے دیں میں آپ کو فون کر کے اطلاع دے دوں گا۔"

اصغر نے فورا مشورہ پیش کیا تھا جو کافی مناسب تھا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

اورہان نے اصغر کو اپنا نمبر نوٹ کروایا اور اس کے کندھے پہ تھپکی دیتا وہاں سے چلا گیا مگر اصغر کو شدید پچھتاوے میں چھوڑ گیا۔ اگلے روز اورہان کو ایک نامعلوم نمبر سے کال آئی تھی جس کو سننے کے بعد وہ ہسپتال گیا تھا۔ ایک کمرے میں داخل ہوا تو ایک معصوم اور کمزور بچی مرجھایا ہوا چہرہ لیے ،پٹیوں میں جکڑی آنکھیں کھولے چھت کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ہاتھوں میں ایک پیاری سی ڈائری اور چاکلیٹ لیے اس تک آیا۔ اصغر اور اس کی بیوی بہت عقیدت سے اورہان کو دیکھ رہے تھے۔

"کیسی ہو پرنسز؟"

وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھا تھا۔

"آپ اینجل ہیں ناں؟"

اس بات پہ اورہان نے حیرت سے اس بچی کو دیکھا تھا۔ اصغر اور اس کی بیوی کی آنکھیں آنسوؤں کے باعث دھندلا رہی تھیں۔

"یہ آپ سے کس نے کہا؟"

اس کے پاس بیٹھے اورہان نے اس معصوم بچی سے استفسار کیا تھا۔

میری ٹیچر کہتی ہیں جو کسی کو بچاتا ہے وہ اینجل ہوتا ہے۔ آپ بھی تو اینجل" "ہوئے ناں پھر؟

وہ بچی اس کی آنکھوں میں دیکھتی اس سے پوچھ رہی تھی یا شاید بتا رہی تھی کیونکہ اس کی ماما نے اسے اورہان کے بارے میں بتا دیا تھا۔

ٹھیک کہتی ہیں آپ کی ٹیچر لیکن جانتی ہو انسان بننا زیادہ مشکل ہے۔۔۔ اینجل" "بننے سے بھی زیادہ۔

NOVEL HUT

اصغر کو اپنے سارے گناہ یاد آرہے تھے جب جب وہ عریش کے غلط کاموں پہ اس کو روکنے کی بجائے خاموش رہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عریش ، فہد کے ذریعے اورہان کو تباہ کروانا چاہتا ہے۔ اس کے ضمیر کا بوجھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"آپ میرے لیے ڈائری لائے ہیں؟"

"ہاں اور یہ دیکھو چاکلیٹ بھی۔"

اس نے ڈائری اور چاکلیٹ دونوں اس کے آگے بڑھائیں تھیں۔

"مجھے چاکلیٹ نہیں پسند۔"

اس پرنسز نے منہ بسورتے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا جس پہ اورہان کا قہقہہ گونجا تھا۔

"کتنی کیوٹ ہیں آپ۔"

"آپ بھی بہت پیارے ہیں۔ بالکل پرنس چارمنگ"

"میں آپ کو پرنسز بلا لیا کروں؟"

"اوں۔۔۔۔ہاں۔"

کافی دیر سوچنے کی اداکاری کرتی وہ جھٹ سے مانی تھی جس پہ اس کے والدین حیران ہوئے تھے۔ وہ کبھی کسی سے فرینک نہیں ہوتی تھی مگر اورہان کے ساتھ وہ ایسی بیہیو کر رہی تھی جیسے ان کی پرانی دوستی رہی ہو۔

"ڈائری پسند ہے آپ کو؟"

چاکلیٹ کی طرح اسے اپنا دوسرا تحفہ بھی ریجیکٹ ہوتا نظر آ رہا تھا۔

"بہہتت زیادہ"

اس نے اس کے ہاتھ سے ڈائری لی تھی اور بغور اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ حیران ہوا تھا جس عمر میں بچوں کو کھلونے اور چاکلیٹ پسند ہوتی ہیں وہ بچی پڑھائی والی چیزیں پسند کرتی تھی۔ اچانک اس کے سینے میں درد اٹھا تھا اور اس کے ہاتھ سے ڈائری چھوٹ گئی۔

"بابا۔۔۔"

سینے پہ ہاتھ رکھتی وہ درد سے کراہ رہی تھی۔

"میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتا ہوں۔"

اورہان جھٹ سے بیڈ سے اٹھا تھا اور بھاگتا ہوا ڈاکٹر کو بلا کر لایا تھا جس نے چیک اپ کرنے کے بعد اس کو نیند کی دوائی دے دی تھی۔ اورہان اس بچی کی تکلیف پہ رنجیدہ تھا۔

"اصغر ہمت کرو۔ تمہاری بیٹی بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔"

اصغر جو اپنی بیٹی کے پاس بیٹھا رو رہا تھا اورہان کے حوصلہ دینے پہ اس کے گلے لگ گیا تھا۔ اورہان نے اس کو تسلی دی تھی۔ پھر واپس جانے کی اجازت طلب کی تو وہ اس کو چھوڑنے باہر تک آیا۔ اورہان جب وائٹ اوڈی کے پاس پہنچا تو اس نے اورہان کو پکارا تھا۔

"سر مجھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ ہچکچاہٹ کا شکار تھا۔

"کہو"

سر کوئی آپ کو تباہ کروانا چاہتا ہے۔ اور اگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو وہ ہر" "حد پار کر سکتا ہے۔

اصغر کی بات اورہان کے ہر شک کو یقین میں تبدیل کر گئی تھی۔ وہ خاموش تھا۔

"سر کیا آپ میری بات کو سنجیدہ لے رہے ہیں؟"

"شکریہ اصغر۔بیٹی کا خیال رکھنا اب میں چلتا ہوں۔"

وہ ہلکا سا مسکرا کر کہتا وائٹ اوڈی کا دروازہ کھولتا اس میں بیٹھا اور گاڑی بھگا کر لے گیا۔ گاڑی میں موجود اورہان کے ماتھے پہ شکنوں کا جال بن گیا تھا پیچھے ہسپتال کی پارکنگ میں کھڑے اصغر نے اورہان کی زندگی کے لیے دعا کی تھی۔ وہ ایک وفادار ملازم تھا اسی لیے عریش سلطان کا نام نہیں لیا مگر وہ ایک بیٹی کا باپ بھی تھا اسی لیے اسے ڈھکے چھپے الفاظ میں مستقبل کی سازش سے آگاہ بھی کر گیا۔

اورہان نے اپنے راز میں صرف ایک انسان کو شامل کیا تھا۔ ہاں وہی جو بغیر کسی رشتے کے اس کی خاطر جان بھی دے سکتا تھا۔ وہی جس کے لیے وہ اتنا اہم تھا اور اسے علم بھی نہیں تھا۔ وہی جس کی بہن کے علاج کے لیے اورہان نے تگ و دو کی تھی۔ ایاز حسن۔۔۔ اورہان کا وفادار سیکرٹری

ایک وہی تھا جس پہ کبھی عریش کا شک نہیں جا سکتا تھا۔

پورا ہفتہ اورہان اور ایاز نے عریش سلطان اور فہد پہ نگاہ رکھی ہوئی تھی جس بات سے وہ قطعا لاعلم تھے۔ انہیں ان کی پوری پلاننگ کرنے دی گئی تھی مگر وہ ان کے ہر قدم پہ نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ وہ جان چکے تھے کہ ولید نعمان کے ہسپتال کو گرانے کی پلاننگ کی جا چکی تھی مگر اس روز ایک غلطی اورہان سے ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کو جیل جانا پڑا۔ اس نے اپنا فون بند کر دیا تھا۔ ایاز مسلسل اس کو فون کر رہا تھا مگر اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ ایاز کی قابلیت اسی وقت ثابت ہو چکی تھی جب اس نے فہد کے آدمیوں کو بلڈنگ کو زمین بوس کرنے کی غرض سے انفراسٹرکچر تباہ کرتا دیکھ ویڈیو بنا لی تھی۔ ان دو راہ گیروں کی موت کی فوٹیج بھی ریکارڈ ہو چکی تھی۔ مگر اورہان سے رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس کے بعد اورہان کو جیل جانا پڑا تھا۔ اس کا فون بھی گھر پر ہی موجود تھا۔ انس اور ایس پی کی غیر موجودگی میں ایاز اس کے پاس تھانے آیا تھا اور اس کو سارے حالات سے آشنا کروایا تھا۔

سر ہم یہ ویڈیو ثبوت کے طور پہ پیش کریں گے اور آپ کو جیل سے رہا کروائیں گے۔"

سیاہ سلاخوں کے باہر موجود ایاز نے سلاخوں کے اندر شیروانی میں موجود اورہان کے سامنے اپنی رائے قائم کی تھی۔

"بالکل نہیں۔"

"مگر کیوں سر؟"

ہم اس ثبوت کو اس وقت استعمال کریں گے جب اس کی سب سے زیادہ" ضرورت ہو گی۔"

"تو کیا اب اس کی ضرورت نہیں ہے؟"

نہیں، بہت جلد میری ضمانت ہو جائے گی۔ انس، وکیل کا انتظام کر رہا ہے۔" ہمیں اس کھیل کو انجام تک پہنچانا ہے۔ اس بار مقابل کو یہ سوچنے دو کہ وہ جیت گیا ہے۔"

"مگر سر آپ کی شادی؟"

"فکر نہیں کرو میری بیوی یقین کرتی ہے مجھ پہ۔"

NOVEL HUT

اس روز والا مہرماہ کا تاثر آج بھی اورہان کے ذہن میں نقش تھا جب اس نے اس پہ یقین کی مہر ثبت کر کے اس کو اعزاز بخشا تھا۔

"ٹھیک ہے سر۔"

ابھی ایس پی اور انس کے آنے سے پہلے پہلے یہاں سے چلے جاو اور ہاں اس" ثبوت کی کاپیز بھی اپنے پاس محفوظ رکھنا۔ ہمیں اس کی بہت ضرورت ہو گی۔ یہ "میری بے گناہی کا واحد ثبوت ہے۔

"فکر مت کریں سر آپ کی عزت اور جان میرے لیے بے حد اہم ہے۔"

وہ آج پھر اپنے الفاظ سے اورہان کو حیران کر رہا تھا۔ شاید کچھ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود بھی آپ کے اپنے ہوتے ہیں۔

اورہان کی ضمانت ہو چکی تھی۔ اس نے انس کو واپس گھر جانے کے لیے کہہ دیا تھا۔ اب وہ بھی گرے بنگلے جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھا تھا۔ کچھ دور جا کر ہی اسے ایک پیغام موصول ہوا تھا۔ اس پیغام کو پڑھ کر اس نے گہرا سانس بھرا۔ وہ جو فلحال گھر جانے کا خواہشمند تھا اس میسج کو پڑھتے ہی اس کے دل نے عریش کی آخری حد دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ وہ گاڑی کا رخ فیکٹری کی

جانب موڑ چکا تھا۔ وہ مزید ایاز کو اس سب میں نہیں گھسیٹ سکتا تھا۔ وہ اور اس کی فیملی پہلے ہی ایک بڑے صدمے سے گزرے تھے اب اگر ایاز کو کچھ ہو جاتا تو وہ کبھی خود کو معاف نہ کر پاتا۔یہ اس کی جنگ تھی اور اسے تنہا اپنے دشمن کے مدمقابل جانا تھا۔

اس نے وائٹ اوڈی کو فیکٹری کے پاس روکا تھا اور اسی نامعلوم نمبر پر میسج کیا جس پر اسے اندر آنے کے لیے کہا گیا تھا۔ وہ محتاط ہو چکا تھا کیونکہ اسے سنسان فیکٹری میں رات کے وقت بلانا صاف صاف ایک جال محسوس ہوا جس میں پھنس کر وہ کبھی نکل نہ سکے۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور گاڑی لاک کیے بغیر ہی اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ جان بوجھ کر ایک پتھر پہ ٹھوکر لگنے کی اداکاری کرتے ہوئے اس نے اپنی گھڑی کا لاک کھولا تھا جس سے گھڑی کے ساتھ ساتھ اس کی انگوٹھی جو اسے کھلی تھی وہ بھی ڈھیلی ہوئی تھی اور وہ چمکتی قیمتی گھڑی اور فائر ریزیسٹنٹ انگوٹھی دونوں زمین بوس ہوئی تھیں۔ موبائل کی ٹارچ آن کرتے وہ فیکٹری کے اندر داخل ہوا تھا۔ ایک منٹ سے بھی کم وقت میں اپنی تیز نظروں سے ساری فیکٹری کا سکین کیا تھا۔ دو سے تین بار پکارنے پر بھی جب جواب موصول نہیں ہوا تو وہ چند قدم اپنی جگہ سے ہلتا ایک خفیہ انڈر گراونڈ ہول

کے اوپر جا کر کھڑا ہو گیا جو دکھنے میں تو زمین کا ہی حصہ معلوم ہوتا تھا مگر وہ ایک خفیہ ایگزٹ تھا۔ اپنے ہاتھوں سے ڈیزائن کیا گیا اس فیکٹری کا نقشہ اسے ازبر تھا۔ وہ اس فیکٹری کا آرکیٹیکٹ تھا۔ ایک ایک چیز اس نے خود ڈیزائن کی تھی۔

کیا کوئی اس سے بہتر اس فیکٹری کے بارے میں جان سکتا تھا؟

ٹھیک اسی وقت فیکٹری کے باہر سے گزرتا راہ گیر کچھ چمکتا ہوا دیکھ کر زمین پر جھکا تھا اس نے گھڑی اور انگوٹھی دونوں کو اٹھایا اور ارد گرد دیکھنے لگا۔ یہ جس کی بھی تھیں وہ شاید یہیں کہیں موجود ہو۔ وائٹ اوڈی کی موجودگی اس بات کی اطلاع دے رہی تھی کہ شاید یہ اشیاء اسی گاڑی والے کی ہوں گی۔ اس نے انگوٹھی کو دیکھا تو منفرد ہونے کے باعث ایک بار پہن کر دیکھنا چاہا جس پر عمل کرتے ہوئے انگوٹھی پہن لی گئی جبکہ دوسرے ہاتھ میں گھڑی تھامی ہوئی تھی۔

اورہان اور مقابل کے فون پر میسجز کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ پھر مائک سے آتی ایک آواز سنائی دی تھی جس کو پہچاننے میں اورہان کو محض چند سیکنڈز لگے تھے۔ اسی پل آواز سنتے وہ شخص اندر کی جانب بڑھا تھا گھڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی۔ اس کے بعد یک لخت پوری فیکٹری آگ کی لپٹوں میں جلکڑی گئی تھی اور

سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اورہان نے اپنے جوتے سے بٹن پریس کیا تھا۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹا تھا آہستہ آہستہ وہ خفیہ انڈرگراؤنڈ ہول کھلا تھا اور اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے اندر چھلانگ لگا دی تھی۔ انڈر گراونڈ راہ داریوں کو پار کرتا وہ آگ میں لپٹی اس فیکٹری سے باہر نکل آیا تھا۔ مگر اندر جانے والا راہ گیر زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔ اورہان نے انس اور اپنے بابا کو روتے اور تڑپتے دیکھ تھا۔ اس کا دل چاہا وہ آگے بڑھے اور ان کے گلے لگ جائے مگر اب وہ سب کی نظروں میں مرچکا تھا اور اسے یہی ثابت کرنا تھا کہ وہ مرچکا ہے۔ وہ ایمبولینس کا پیچھا کرتے ہسپتال پہنچا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنے دوست سے ملا جو کہ سینئر ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ہسپتال کا انچارج بھی تھا۔

"ارے اورہان تم آج کیسے آ گئے؟"

NOVEL HUT

"مجھے تم سے ایک فیور چاہیے تھی۔"

وہ پریشان اور تھکا ہوا دکھ رہا تھا۔ اس نے شیروانی اتار دی ہوئی تھی۔ نیچے موجود سفید لباس جگہ جگہ سے داغدار ہوا تھا۔

" خیریت تو ہے؟"

"ہاں ہاں سب خیریت ہے۔یہ ڈیڈ باڈی جو ابھی ڈی این اے ٹیسٹنگ کے لیے
آئی ہے۔ اس کے پوزیٹو رزلٹ میں تم میرے نام کی رپورٹ تیار کرو گے۔"

"ہیں ہیں۔۔۔ تم ہوش میں تو ہو۔"

ڈاکٹر جھٹکے سے اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بیٹھو واپس اور میری بات سنو۔ میری جان کو خطرہ ہے اور میرے زندہ رہنے
سے میری فیملی کو۔ اب تم بتاو جو میں کہوں گا وہ کرو گے یا میں جاو۔"

"کس سے خطرہ ہے؟"

"تم وہ کرو گے جو میں کہوں گا؟"

بے لچک لہجے میں سوال پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ اگر میں تمہارے کسی کام آجاؤں تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"اب سنو۔ تم نے ڈی این اے ٹیسٹ کے بعد اس ڈیڈ باڈی کو اس کے
لواحقین کے حوالے کرنا ہے۔ مگر کسی لاوارث میت کو تم میرے گھر بھیجو

گے۔۔ میری میت کہہ کر۔ تم نے میرے گھر والوں کو یہ یقین دلانا ہے کہ یہ ڈیڈ باڈی میری ہے۔"

"تمہیں خوف محسوس نہیں ہو رہا جیتے جی خود کو مار دینے کا۔"

"اپنوں کے لیے تو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اور اپنوں کی بات ہو تو اورہان حیدر عظیم کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔"

"اللہ تمہیں کامیاب کرے۔"

"آمین ۔ اب یہ بتاو سب ہینڈل کر لو گے ناں؟"

"تمہیں مجھ پہ کوئی شک ہے؟ میں اگر ڈاکٹر نہ ہوتا تو ہالی ووڈ کا ایک جانا مانا ایکٹر ہوتا۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس کی خود کی تعریف پہ اچھا سا جواب دیتا مگر ابھی وہ وقت ہی تو نہیں تھا۔

"اچھا سب دیکھ لینا۔ اب میں چلتا ہوں۔"

یہ کہتے وہ اس کے ٹیبل سے ماسک اٹھاتا اپنا چہرہ ماسک سے چھپائے ہسپتال سے باہر نکلتا ایک راستے کی جانب چل پڑا تھا جس کی منزل ایاز کا گھر تھا۔ اسے اب اسی کے پاس رکنا تھا تاکہ وہ سب کی نظروں سے چھپا رہ سکے۔ دن گزرتے جا رہے تھے۔ وہ اور اس کے اپنے اذیت کی انتہاؤں کو چھو رہے تھے مگر عریش کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کرنا بھی ضروری تھا۔ لیکن وہ اپنی فیملی پہ گزرنے والی قیامت سے بھی واقف تھا۔ اس لیے ان پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ حادثے کے روز وہ انس کو دیکھنے ہسپتال آیا تھا۔ یہ وہی ہسپتال تھا جہاں اصغر کی بیٹی ابھی بھی موجود تھی۔ سوتے ہوئے انس پہ ایک نگاہ ڈالتا ہوا وہ اس کمرے کی جانب بڑھا تھا جہاں وہ پرنسز اس کو دیکھ کر پھر سے چہک اٹھی تھی۔ اتنی دیر میں اصغر بھی کمرے میں داخل ہوا تھا جب دونوں کی نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ ایاز کے علاوہ صرف ایک انسان تھا جو یہ جانتا تھا کہ اوہان زندہ ہے مگر دونوں نے خاموشی کا لبادہ اوڑھے رکھا تھا۔ پہلا اپنے سر کا وفادار تھا تو دوسرا ابھی کچھ بے وفا نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اوہان زندہ ہے مگر نہ تو اس نے اوہان کی کوئی مدد کی اور نہ ہی عریش کو کوئی اطلاع دی۔ شاید اب وہ نیوٹرل ہونا چاہتا تھا۔ اسے صرف اپنی بیٹی کی پرواہ تھی۔ اب وہ

اس سب میں مزید الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اگلے روز اورہان نے عریش کے خلاف سارے ثبوت میڈیا کے حوالے کر دیے تھے۔ جس کے بعد توپوں کا رخ عریش کی جانب ہو چکا تھا۔ اس کا کام ختم ہو چکا تھا اب قانون نے اپنا کام کرنا تھا۔

وقت نے اپنا چکر مکمل کیا تھا اور گرے بنگلے کے لاؤنج میں آکر رک چکا تھا۔ سب ساکت و جامد اس کی کہانی سن رہے تھے اور اتنے سارے جھٹکوں کے باعث اب کسی میں ایک لفظ پوچھنے کی بھی گنجائش باقی نہیں تھی۔ اورہان نے ایک نظر سب پہ دوڑائی تو سب کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ اس کی ماما تو باقاعدہ رو رہیں تھیں اس نے اپنی ماما کے گرد بازو لپیٹ کر ان کے سارے دکھ دور کر دیے تھے۔

اب کوئی نہیں رووے گا ماما۔ اب تو ہماری خوشیوں کا وقت ہے۔ کٹھن" "وقت ختم ہو چکا ہے۔

صوفیا بیگم کے آنسو پوچھتے اس نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"چلیں اب وہیں سے کنٹینیو کرتے ہیں؟"

"کہاں سے؟"

"میری بارات سے"

اورہان کی جانب سے بلا تاخیر جواب موصول ہوا تھا جس پر سب کے چہروں پہ مسکراہٹ نے اپنا ڈیرہ جما لیا تھا مگر ایک وجود تھا جس پہ مسکراہٹ سے زیادہ شرماہٹ نے بسیرا کیا تھا۔ اورہان نے اس کی جانب دیکھا تو وہ شرم کے مارے سرخ ہو رہی تھی۔ اورہان بہت محبت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا جو ہر بار شرما جاتی تھی مگر پھر بھی مانتی نہیں تھی۔

رات میں اجالا کرتے جگنوؤں کی مانند وہ وجود سب کی زندگیوں کو پھر سے روشن کر گیا تھا۔

کہتے ہیں طوفان سے پہلے بھی خاموشی ہوتی ہے اور بعد میں بھی۔ جب بارش برس جائے تو ہر چیز نکھری نکھری اور دھلی دھلائی محسوس ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے گویا ہر چیز صاف ہو گئی ہو۔ دیکھنے والی آنکھ کو یہ منظر بہت بھاتا ہے۔ ہر انسان قدرت کے بدلتے رنگ و روپ کو پہچان نہیں پاتا۔ بہت سے لوگ زندگی

کی مصروفیات میں کھو کر خود کو بھی بھول جاتے ہیں۔ مگر ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہر حال میں قدرت کی نشانیوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔ وہ بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھی۔ اتنی سخت بیماری میں بھی وہ قدرت کے بدلتے رنگوں میں کھو جایا کرتی تھی۔ اسے بارش بہت پسند تھی اس وقت بھی وہ چھوٹے سے گھر کے کمرے میں موجود برستی بارش کی بوندوں کو بہت لطف اندوز ہو کر دیکھ رہی تھی۔ بارش کی ان بوندوں کو اپنی ہتھیلی پہ محسوس کرنے کی خواہش نے دل میں سر اٹھایا تو بمشکل پرانے بیڈ سے اٹھتی آہستہ آہستہ قدم زمین پہ دھرتی اپنا کمزور اور نقاہت بھرا وجود سنبھالتی کمرے کے دروازے تک آئی تھی۔ اپنے دل کی خواہش پہ لبیک کہتے اس نے چادر میں چھپا اپنا ہاتھ ان برستی بوندوں کو محسوس کرنے کے لیے فضا میں اٹھایا۔ چند بوندوں کے گرنے سے ہی اس کا ہاتھ بھیگ چکا تھا۔ مگر وہ اس سرد موسم میں بھی ٹھنڈی پھوار سے خوش ہو رہی تھی۔ اس کی بھابھی چائے بنانے کے لیے کچن میں جا رہیں تھیں مگر اس کو دروازے میں ایستادہ مسکراتا دیکھ آسودہ سا مسکرائی تھیں۔ پھر اس کے ہاتھ پہ نگاہ گئی تو فورا اس تک آئیں۔

"ہانی اس ٹھٹھرتی ہوئی سردی میں تم نے ٹھنڈ لگوانی ہے کیا؟"

ہانی نے اپنی خوبصورت سیاہ آنکھیں جو حلقوں کے باعث اپنے حسن میں ماند پڑ رہیں تھیں ان کو حرکت دیتے ہوئے اپنی بھابھی کی جانب دیکھا جو اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی چادر سے خشک کر رہیں تھیں۔

"بھابھی فکر نہیں کریں مجھے کچھ نہیں ہوا۔"

تم کیوں خود کو سیریس نہیں لیتی ہو ہانی۔ تمہاری یہ حالت مجھ سے برداشت" نہیں ہوتی ۔ میری دعا ہے کہ تم ٹھیک ہو جاوء۔" وہ افسردہ تھیں اپنی بہن سے زیادہ عزیز نند کو اس بیماری سے لڑتا دیکھ ان کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔

بھابھی اللہ کسی پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس نے آپ کو" اور مجھے ہمت دی ہے۔ اور آزمائشیں بھی تو اللہ اپنے خاص بندوں کو ہی دیتا ہے۔ آپ دعا کیا کریں اللہ مجھے صبر عطا کرے اور میری زندگی کسی کے لیے فائدہ مند ثابت ہو جائے تاکہ روز حشر میں بھی اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو "سکوں۔

دھیمی اور پاکیزہ آواز میں بولتی وہ رب کی خاص بندی معلوم ہو رہی تھی۔

"تمہاری زبان پہ کوئی شکوہ کیوں نہیں آتا ؟"

"کس چیز کا شکوہ بھابھی۔ اس نے تو اتنا نوازا ہے کہ میں اس کی نعمتیں گننے بیٹھوں تو گن نہ پاوں۔ وہ تو مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اس نے مجھے اپنے دین کا علم عطا کیا۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں قرآن کی حافظہ بھی بن سکتی ہوں۔ کیا اس قرآن کو اپنے سینے میں محفوظ کروانے والے رب سے شکوہ کرتی جچوں گی؟"

اپنی بھابھی کا ہاتھ تھامے وہ اب واپس بیڈ کی جانب آ رہی تھی۔

"اللہ گواہ ہے ہانی میں نے زندگی میں تم سے زیادہ صبر والا نہیں دیکھا۔ اتنی اذیت میں بھی تمہاری عبادات میں کمی نہیں آئی۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ نفلی عبادت کرنا تو بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر تم نے اس بیماری میں بھی کوتاہی نہیں برتی۔"

NOVEL HUT

"جانتی ہیں بھابھی مجھے اللہ سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کی محبت میں پوری زندگی بھی سجدے میں گزار دوں تو کم لگے۔ اس کے سامنے حاضری دے کر ہی تو احساس ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے راضی ہے۔"

اس کی بھابھی نے اس کو بیڈ پہ بٹھایا تو وہ ٹیک لگا کر بیٹھی جس پر انہوں نے اس پہ کمبل اوڑھایا۔

تمہارے بھائی نے اپنے سر سے بات کی تھی کہ وہ کچھ رقم ادھار دے دیں اور" کسی اچھے ڈاکٹر کا بھی بتا دیں لیکن جب انہیں علم ہوا کہ تم معدے کے کینسر میں بتلا ہو تو انہوں نے تمہارے علاج کا خرچہ اٹھانے کا کہا۔ ایاز نے تو بہت منع کیا مگر وہ کہہ رہے ہیں کہ تم بھی ان کی بہن ہو وہ تمہارے لیے اتنا تو کر ہی سکتے "ہیں۔

وہ ہانی کے تاثرات دیکھ رہیں تھیں۔

"بھابھی میں نہیں چاہتی میری وجہ سے آپ کو یا بھائی کو کوئی بھی پریشانی ہو۔"

میری جان ۔۔۔ میری ہانی ہم سب تمہاری صحت کے لیے دعاگو ہیں۔ دیکھنا" "وہ بڑے ڈاکٹر سے تمہارا علاج کروائیں گے اور تم بالکل ٹھیک ہو جاو گی۔

انہوں نے پرامید ہو کر کہا تھا جس پر ہانی مسکرائی تھی۔

جب اللہ نے شفا دینی ہوتی ہے ناں بھابھی تو وہ دے دیتا ہے وہ نہیں دیکھتا کہ" یہ کتنا بڑا کامیاب انسان ہے۔ مجھے صرف اپنے رب کی ذات پہ بھروسہ ہے۔

اگر اس نے میری زندگی لکھی ہوئی تو میں مزید جیوں گی اور اگر نہ بھی لکھی ہوئی تو مجھے کوئی غم نہیں ہو گا۔ آخر کو اس کی چیز ہوں اسی کے پاس جچوں گی۔"

"مرنے کی بات نہ کیا کرو۔"

اس کی بھابھی اب کہ رو پڑیں تھیں۔

"اچھا سوری بھابھی آئندہ احتیاط کروں گی۔ اب آپ ایسے روئیں گیں تو میں بھی رو پڑوں گی ناں۔ پھر آپ مجھے چپ کروائیں گی۔"

وہ نروٹھے پن سے کہہ رہی تھی۔

"اچھا میں نہیں رو رہی۔ میں چائے بنانے آئی تھی۔ تم پیو گی؟"

اپنے آنسو پونچھتے ہوئے انہوں نے ہلکے پھلکے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ آپ کے ہاتھ کی چائے کو کون انکار کر سکتا ہے۔"

وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر کچن میں چلی گئیں مگر ہانی کو چائے سے کسی کی یاد آ گئی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا مہرماہ ۔ میں نہیں چاہتی تم مجھے اس حال میں دیکھو۔ تم میری بہت پیاری دوست ہو اور ہمیشہ رہو گی۔ میں اللہ سے دعا کروں گی کہ وہ ہم دونوں کو جنت میں ضرور ملوائے۔"

وہ افسردہ سی خود کلامی کر رہی تھی۔ پھر سٹڈی ٹیبل کے پاس گئی اور ایک صفحے پہ کچھ تحریر کرنا شروع کیا۔ شاید کوئی پیغام۔۔۔ دونوں کی ایک سال کی دوستی زندگی بھر کی دوستی پر بھاری تھی وہ جانتی تھی کہ مہرماہ اس کی بیماری کا سن کر نڈھال ہو جائے گی۔ وہ اس کو تکلیف میں نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے خود کو اس سے دور کر لیا تھا اپنے بھائی سے کہہ کر وہ گھر بھی چھوڑ دیا تھا جہاں مہرماہ کبھی کبھار اس سے ملنے آیا کرتی تھی۔ مہرماہ میں اس کی جان بستی تھی اور یہی حال مہرماہ کا بھی تھا اور جب جان سے پیارے لوگ اللہ کو پیارے ہو جائیں تو پیچھے رہ جانے والے سولی پہ لٹکے جاتے ہیں۔ وہ اسے اس تکلیف سے بچانا چاہتی تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس بھرا اور بیڈ سے اٹھ کر جائے نماز بچھایا۔ وہ ہر وقت باوضو رہتی تھی اس لیے نفل پڑھنے شروع کر دیے۔ اس کی بھابھی چائے لے کر آئیں تو اس کو اللہ کے سامنے سجدہ ریز پایا۔ چائے کا کپ بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے وہ وہاں سے چلی گئیں اور گرما گرم چائے سے نکلتی بھاپ نے سارے

منظر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کی آنکھیں بھی دھندلا چکی تھیں۔ پرانی یادیں انسان کو اتنا دکھ کیوں دیتی ہیں آخر؟

"کیا ہوا رو کیوں رہی ہو؟"

ایاز نے اپنی بیوی سے سوال پوچھا جو پرانی یادوں میں کھوئی آبدیدہ ہو چکی تھیں۔

"ہانی یاد آ رہی ہے۔"

وہ کب بھولتی ہے۔ وہ تو ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ میں خوش" "قسمت ہوں جو میرے اللہ نے مجھے ہانی جیسی بہن سے نوازا۔

ایاز اب اس کے سامنے بیٹھا تھا اور اس کی بات سنتے اس کی بیوی نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ دونوں ہمیشہ کی طرح اب ہانی کی باتیں کرنے والے تھے۔ گھنٹوں گھنٹوں بھی اس کی باتیں کرتے وہ تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ کبھی اس کی تکلیف انہیں رلا جاتی تو کبھی اس کا صبر۔۔۔

وہ ان کی زندگی کا سب سے حسین باب تھی۔ اور شاید صرف ان کی ہی نہیں وہ کسی اور کی زندگی کا بھی محور تھی۔ وہ ایک شمع تھی جو اپنے چاہنے والوں کی زنگیوں میں اجالا کر گئی تھی۔

اوربان اور مہرماہ کی رخصتی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی۔ اب کہ زور و شور سے تیاریاں کرنے کی بجائے انہوں نے نہایت سادگی سے مہرماہ کو رخصت کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ البتہ ولیمہ سب مہمانوں کو بلوا کر منعقد کرنا طے پایا تھا۔ انہوں نے بہت مشکلات دیکھیں تھیں مگر پھر بھی ان کے اپنوں نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

آخر وہ دن بھی آ ہی گیا تھا جب ان دونوں کو مکمل طور پر ایک دوسرے کے ساتھ سے نوازا جانا تھا۔ وہ سیاہ کلف زدہ سوٹ میں ملبوس، آستینوں کو کہنیوں تک موڑے، بائیں ہاتھ میں قیمتی رسٹ واچ پہنے، بائیں ہاتھ کی انگلی میں انس کی دی گئی فائر ریزیسٹنٹ انگوٹھی پہنے، سکن شال کو کندھوں سے گزار کر آگے کی جانب چھوڑے، بھورے گھنگھریالے بالوں کو ماتھے پہ پھیلائے، سکن لوفرز پہنے، عنابی ہونٹوں پہ مسکان سجائے، ہیزل آنکھوں سے اردگرد نگاہ دوڑاتا ہمیشہ کی طرح وجیہہ، پرکشش، بارعب، کئی دلوں کی دھڑکن بنا، بادشاہ کی آن بان لیے سرفراز ولا داخل ہوا تھا۔ آج بھی اس کے ایک جانب اس کے بابا اور دوسری

جانب انس موجود تھا۔ اس کے ہمراہ اس کی فیملی اور انس ہی آئے تھے۔ ان کو سرفراز ولا کے لاونج میں بٹھایا گیا تھا۔ باتوں کا دور چل رہا تھا۔ سب مسکراتے چہکتے خوش باش دکھ رہے تھے۔ انس کی نگاہیں آج فاریہ سے نہیں ہٹ رہیں تھیں۔ بار بار خود کو جھڑکنے پر بھی نگاہیں اس پر سے ہٹنے کو انکاری تھیں جو پرپل اور سلور کمبینیشن کی میکسی زیب تن کیے بھورے گھنگھریالے بالوں کو کھلا چھوڑے، دوپٹے کو اچھی طرح سے خود پہ پھیلائے اس کی نگاہوں سے بے خبر مریم سے باتیں کر رہی تھیں۔

"میں مہرو آپی کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے جان بوجھ کر اونچی آواز میں بولا تاکہ اوہان تک اس کی آواز بآسانی پہنچ جائے۔

NOVEL HUT

"گڑیا اب تو بھابھی ہیں۔"

وہ معصومیت طاری کیے بولا تھا جس پہ سب کی ہنسی چھوٹ پڑی۔

"او ہاں مہرو بھابھی۔ اچھا اب میں ان کے پاس جا رہی ہوں۔ مجھے ان سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔"

"ایک تو لڑکیوں کی باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں۔"

زاویار نے اپنا حصہ ڈالا جس پر فاریہ نے اس کو گھورا تھا۔

"کیوں تمہیں کیا مسئلہ ہے؟"

"میری ایک بہن پہلے ہی رخصت ہو گئی اپنے گھر۔ اب دوسری بھی ہونے والی
ہے۔ مجھے مسئلہ نہیں ہو گا تو کسے ہو گا۔"

"تم جیلس ہو رہے ہو؟"

"تو کیا نہیں ہونا چاہیئے؟"

"خیریہ تو ہے اب اکیلے ہی رہنا۔ ورنہ تمہارے لیے بھی ایک مشورہ ہے میرے
پاس۔"

NOVEL HUT

"وہ کیا؟"

سب ان کی نوک جھونک سے خاصا محظوظ ہو رہے تھے۔

"ماریہ آنٹی آپ اس کی شادی کروا دیں۔"

وہ اس کو چھیڑنے کے بعد اب اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھی جو مہرماہ ہی کی طرح شرما رہا تھا۔

"یا میرے خدا۔۔۔ زاوی اتنا تو لڑکیاں بھی نہیں شرماتیں۔"

یہ بات بولنے والا اورہان تھا۔

"میں کہاں شرما رہا ہوں؟"

اس بات پہ تو اورہان کا قہقہہ گونجا تھا۔ اس کی بہن بھی تو نہیں مانتی تھی کہ وہ شرماتی ہے۔

"اورہان بھائی آپ تو ایسے نہ کہیں۔"

"برخوردار، فاریہ نے مشورہ تو بہت اچھا دیا ہے۔ اس پہ عمل کرنا چاہیے۔"

"میں ابھی چھوٹا ہوں بھائی۔ آپ پہلے ان کی شادی کروائیں۔"

اپنی شادی نہ کروانے کا لاجک پیش کرتے ہوئے اس نے فاریہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ فاریہ اور انس کی ساری ہسنی یک دم رکی تھی۔ اس سب میں وہ تو بھول ہی چکا تھا کہ فاریہ کی منگنی اس کی پھوپھو کے

بیٹے سے فکس کر دی گئی ہے۔ اورہان ان دونوں کے تاثرات کو بھانپ رہا تھا جن کے چہرے کی ساری شوخی ہوا ہو چکی تھی۔ کن اکھیوں سے دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔ کیا کچھ نہ تھا ان آنکھوں میں۔۔۔ ایک کی آنکھوں میں التجا تھی تو دوسرے کی آنکھوں میں بزدلی۔۔۔۔

"مریم بیٹا آپ اور فاریہ جاو اور مہرو کو لے کر آو۔"

سرفراز صاحب کے کہنے پر وہ دونوں مہرماہ کو لینے کے لیے اس کے کمرے کی جانب گئے تھے جہاں وہ مجسم حسن کاپیکرپیروں کو چھوتی سیاہ میکسی پہنے جس کی آستینوں اور گھیرے پر سلور کام نے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگائے تھے اس پہ سلور حجاب اوڑھے ،کندھے پہ سیاہ ہی شال رکھے، سلور ہیلزپہنے ڈریسنگ کے سامنے کھڑی سیاہ چوڑیوں والے ہاتھوں میں سرخ گلاب اور سفید کلیوں کے گجرے پہن رہی تھی۔ مریم اور فاریہ دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئیں تو بے اختیار ماشاء اللہ کہا۔

"اللہ۔۔۔ مہرو تم اتنی حسین دکھ رہی ہو کہ دل چاہ رہا ہے کہ اپنے سامنے بٹھا کر دیکھتی ہی جاوں۔"

مریم نے اس کے حسین چہرے پہ نگاہیں جمائے کہا تو وہ مسکرائی جس سے اس کی لائٹ براون سموکی آئیز چھوٹی ہوئیں تھیں، اس کے لبوں نے مسکراہٹ میں ڈھل کر اس کے آفتاب چہرے پر نور بکھیرا تھا۔

"آپ کے بارے میں بھی میرا یہی خیال ہے آپی۔"

"تم اپنے الفاظ سے کسی کو بھی قائل کر سکتی ہو۔"

"آج سے آپ مکمل طور پر میری بھابھی بن جائیں گی۔"

فاریہ کی بات پہ وہ مزید مسکرائی تھی۔

"اچھا نیچے چلو جلدی سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ دونوں اس کو لیتی کمرے سے باہر آئیں تھیں۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے چوڑیوں کی کھنک سے اورہان متوجہ ہوا اور مہرماہ کو دیکھتے بے اختیاری میں ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسی لمحے مہرماہ کی نگاہوں نے اس کے وجیہہ چہرے پہ چھایا سکون اور سرشاری دیکھی تھی۔ چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ سجائے وہ دونوں ایک دوسرے کو یک ٹک دیکھ رہے تھے۔

"باقی گھر جا کر دیکھ لینا مہرو۔"

مریم کے ٹہوکا دینے پہ اسے احساس ہوا کہ وہ بے اختیاری میں اس کو دیکھی جا رہی تھی۔

"آپی"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا چلو آپی کی جان۔"

وہ سہج سہج کر قدم دھرتی اس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ اس کے ایک ایک قدم کی آہٹ اورہان کے لیے خوشنما موسیقی کی مانند تھی۔ اور پھر اسے اس کے برابر لا کر بٹھایا گیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے مکمل لگ رہے تھے۔ محبت کے سفر میں اپنی منزل کو پانے والے دو محرم ایک دوسرے کے ہمراہ نہایت پاکیزہ دکھ رہے تھے۔ مہرماہ نے نگاہیں جھکائی ہوئیں تھیں جبکہ اورہان بمشکل اس سے نظریں ہٹا رہا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اس کی جانب دیکھتا رہا تو خود کو کھو دے گا۔ دونوں کو میٹھا کھلایا گیا پھر کھانے کے ساتھ ساتھ باتوں کا دور بھی چلا۔ جس کے بعد اس ملکہ کو اس کے بادشاہ کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔ گرے بنگلے پہنچ کر اسے اس کے کمرے میں لے جایا گیا۔

کمرے کی زیادہ تر چیزیں سفید تھیں اور اس میں اس کا سیاہ ڈریس اور اس سیاہ ڈریس میں ملبوس وہ چاند پورے کمرے کو روشنی سے منور کر رہا تھا۔ وہ ڈریسنگ کے پاس آئی اور اس کے پرفیوم کی کولیکشن کو دیکھتے پھر سے مسکرائی۔ کیا سمجھی تھی وہ۔۔۔۔ کہ وہ اب کبھی نہیں آئے گا۔ اسی پل کمرے کا دروازہ وا ہوا تھا اور وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس، چہرے پہ پرسکون مسکراہٹ لیے بھاری قدم زمین پہ دھرتا اس تک آ رہا تھا۔ اور مہرماہ تو گویا اپنی جگہ پہ منجمند ہو چکی تھی۔ اب کہ ساری مسکراہٹ کی جگہ نروس نیس نے لے لی تھی۔ اپنے گجرے پہنے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے الجھاتی وہ اورہان کو بہت معصوم اور کنفیوز دکھ رہی تھی۔

وہ اس کے پاس آیا۔۔۔ بالکل پاس۔۔۔ اس کے گجرے والے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے اس نے اس کی مشکل آسان کی تھی۔ اب وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔ اورہان نے اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ اپنے بالکل سامنے کیا تھا۔

NOVEL HUT

وہ اورہان حیدر عظیم کی بیوی تھی اس نے بہت کچھ برداشت کیا تھا اس کو پانے کے لیے۔۔۔ اب وہ اس کی بنی اس کے سامنے کھڑی تھی تو اورہان کو لگا اب اسے کسی چیز کی تمنا نہیں۔ اسے زندگی کی سب سے بڑی رحمت سے نوازدیا گیا تھا۔ کیا اسے کسی اور رحمت کی طلب رہ گئی تھی؟

"مہرماہ"

وہ اس کا ہاتھ تھامے پھولوں سے بنے گجرے کو انگلیوں سے چھوتا اسے مخاطب کر رہ تھا جو اس کے اس طرح اس کا نام پکارنے پہ اپنا ضبط کھو بیٹھی اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے سینے جا لگی۔

"اب مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔"

وہ رو رہی تھی یا شاید اس کا دل بھر آیا تھا۔

مہرماہ۔۔۔ میں کبھی نہیں جاوں گا۔ ہم دونوں کا ساتھ ہمارے رب نے لکھا"

"ہے اس دنیا میں بھی اور جنت میں بھی ہم دونوں ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔

وہ اس کی پیٹھ سہلاتا اپنے الفاظ سے اس کو فرحت بخش رہا تھا۔ اور وہ اس کے سینے سے لگی اس کے پرفیوم کی مہک کو محسوس کر رہی تھی پھر اس سے علیحدہ ہوئی۔

"یہ پرفیوم آپ کا پسندیدہ ہے نا۔ مجھے اس پرفیوم کی مہک بہت پسند ہے۔ جب آپ پاس نہیں تھے تو اس کی خوشبو آپ کی موجودگی کا احساس دلاتی تھی۔"

وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اس کے پرفیوم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ اس کے پیچھے کھڑا اس کو دیکھ رہا تھا جو محبت میں اتنا آگے بڑھ چکی تھی جس کا شاید اس کو گمان بھی نہیں تھا۔ آہستگی سے اس کے کندھے پہ ٹھوڑی جماتے اس نے مہرماہ کو سن کیا تھا۔

"سامنے دیکھیں"

مہرماہ نے چہرے کا رخ آئینے کے سامنے کرتے ہوئے اپنی لائٹ براون آنکھوں سے اپنا اور اس کا عکس دیکھا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پرفیکٹ لگ رہے تھے۔

NOVEL HUT

"آج ہمارے رب نے ہمیں مکمل کر دیا ہے۔ جتنی تکالیف اور آزمائشیں تھیں وہ دور ہو گئیں ہیں۔ اب ہمیں ہر دکھ بھول جانا چاہیے۔"

آئینے میں اپنا اور اس کا عکس دیکھتے وہ اسے صرف خوشیوں کے بارے میں سوچنے کا کہہ رہا تھا۔

"آپ اس روز یہاں تھے ناں۔"

وہ مڑی تھی اور اس کی جانب دیکھتے پوچھ رہی تھی یا بتا رہی تھی اورہان اندازہ نہیں لگا پایا۔

"کس روز مہرماہ؟"

"جب آپ کی سانسوں کی آواز کو محسوس کرتے مجھے یوں محسوس ہوا تھا گویا اب آنکھیں کھولوں گی تو آپ کو اپنے سامنے پاؤں گی۔"

اس کی سانسوں کو خود پہ محسوس کرتے اس دن والا منظر یاد کرتی وہ آبدیدہ ہو رہی تھی۔

اس روز آپ کے آنسو دیکھ کر دل چاہا تھا سب تہس نہس کر دوں اور سب "
کچھ چھوڑ کر آپ کے گرد اپنے بازو پھیلا کر آپ کے سارے دکھ درد سمیٹ
"لوں۔ آپ کا ایک ایک آنسو میرے دل پہ گرا تھا۔ مجھے معاف کر دیں مہرماہ۔

"صرف ایک صورت معاف کروں گی۔"

"آپ جو کہیں گی منظور ہے۔"

"آپ نے سب کو حقیقت سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟"

"کونسی حقیقت؟"

آہ وہ کیسے بھول گیا تھا کہ اس کی بیوی لاء کی سٹوڈنٹ اور کریمینولوجی کی ٹیچر ہے۔

"اور ہان"

خاصا زور دیتے ہوئے اس کا نام پکارا تھا۔

"خود کے لیے۔۔۔ ہمارے لیے۔"

اس پر مہرماہ نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میری فیملی مجھ سے اور آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ آپ کے صبر اور ثابت قدمی نے ان کے دل میں آپ کی عزت مزید بڑھا دی ہے۔ اس وقت اگر میں یہ بتاتا کہ عریش آپ کو حاصل کرنے کے لیے یہ سب کر رہا تھا تو شاید ان کے دل میں ایک خلش آجاتی۔ آپ کی عزت میری عزت ہے۔ آپ کی ذات پہ کوئی حرف آتا یہ میرے لیے قابل قبول نہیں۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہہ رہا تھا اور وہ مسحور ہو کر اس کو سن رہی تھی۔

"آپ کو کیسے اندازہ ہوا؟"

اس کے حجاب کی پنز کو درست کرتا وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"عریش سلطان نے اپنے والد کو بھیجا تھا میرے رشتے کے لیے"

ایک لمحہ کے لیے اس کے ہاتھ تھمے تھے جس کو مہرماہ نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔

"آپ نے کیا جواب دیا تھا؟"

اس کی شال کو کندھے پہ درست کرتا وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا پوچھ رہا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے؟"

آپ نے عزت کے ساتھ ان کو انکار کر کے اپنی زندگی میں میرا مقام واضح کیا" ہو گا۔"

"اتنا یقین؟"

وہ شوخ ہو چکی تھی۔

آپ کی محبت پہ اورہان دل و جان سے ایمان لے آیا ہے مہرماہ۔ میں نے تو" اللہ سے صرف یہ ہی مانگا تھا کہ آپ میری محبت کی قدر کریں مگر جواب میں اتنی محبت سے نواز کر اس نے مجھے سب کچھ عطا کر دیا۔ آپ میرے لیے رحمت ہیں کیونکہ نعمت کے چھن جانے کا ڈر رہتا ہے مگر رحمت صرف بڑھتی ہے۔ آپ کی اور میری محبت بھی ایک رحمت ہے جس کے چھن جانے کا مجھے کوئی ڈر نہیں۔"

مہرماہ نے اس کی چادر کو تھامتے ہوئے گردن اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں آپ کی امامت میں اپنے رب کے حضور سجدہ شکر ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

اس معصوم خواہش پہ اورہان نے چہرہ جھکاتے ہوئے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا تھا۔

"آپ کی معصومانہ باتیں مجھے اپنا آپ بھلوا دیتی ہیں۔ آپ رب کی طرف سے میرے لیے سب سے انمول تحفہ ہیں۔ چلیں آئیں اس رب کے حضور سجدہ ریز ہوں جس نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ سے نواز کر ہمارے لیے اس دنیا کو جنت بنا دیا۔"

اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکائے وہ اسے اس کی اہمیت بتا رہا تھا۔ پہلے مہرماہ نے وضو کیا پھر اورہان نے وضو کیا تھا۔ اورہان کے وضو کرنے کے دوران مہرماہ جائے نماز بچھا چکی تھی۔ وہ وضو کر کے باہر آیا تو مہرماہ تولیہ تھامے کھڑی تھی۔

"آپ میری عادات خراب کریں گی۔"

وہ اس کے ہاتھ سے تولیہ تھامتے ہوئے بولا۔

"نہیں ہوتی خراب۔"

وہ اپنے ہاتھ پونچھتا اس کا ہاتھ تھامتے جائے نماز تک آیا تھا۔ وہ دونوں جائے نماز پہ کھڑے اپنے رب کے شکرگزار بندے تھے۔ اورہان نے اللہ اکبر کہا اور

مہرماہ نے اس کی امامت میں نماز ادا کی۔ سجدہ دیتے ہوئے دونوں کے دل پرسکون ہوئے تھے۔ اسی جگہ پہ انہی سجدوں میں اس نے اورہان کی زندگی مانگی تھی اور آج وہ اپنی زندگی کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز تھی جس نے اس کی دعاوں کو مقبولیت بخشی تھی۔ سلام پھیر کر انہوں نے دونوں جہانوں میں ایک دوسرے کا ساتھ مانگا تھا۔ اورہان دعا مانگ چکا تھا اور مہرماہ ابھی دعا مانگ رہی تھی جب اورہان نے اس کی گود میں سر رکھا تھا۔ پل بھر کو اس کی زبان پہ قفل لگا تھا مگر دوسرے ہی لمحے اس نے اس خوبصورت مرد کو دیکھا تھا جو اپنوں کے لیے ہمیشہ سب سے بہترین ثابت ہوا تھا۔ وہ اس کو دعا مانگتے دیکھ رہا تھا اور وہ اپنی دعاوں میں اس کا ساتھ مانگتے ہوئے اس کو دیکھ رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی محبت تھے۔ پاکیزہ محبت۔۔۔۔ جن کو ان کے رب نے ان کی منزل دلوا دی تھی۔

سورج سے نکلتی سنہری روشنی نے ہر جانب اجالا کیا تھا۔ زمین زادوں کو اس سورج نے ہمیشہ منور کیا مگر بے وفا انسانوں نے ہمیشہ چاند کو ہی تعریف کے

قابل سمجھا تھا۔ اسلام آباد کے اس پوش علاقے میں بنے گرے بنگلے میں آج زندگی رقص کر رہی تھی۔ ہر جانب افراتفری مچی ہوئی تھی۔ سب بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔بیوٹیشن مہرماہ کو تیار کر رہی تھی اور اورہان دوسرے کمرے میں تیار ہو رہا تھا۔ انس دروازہ ناک کرتا اندر داخل ہوا تھا جہاں وہ مکمل سفید رنگ کی ڈریس پینٹ پہ سفید پرنس کوٹ پہنے کھڑا تھا۔

"خوش ہو؟"

مسکرا کر پوچھا۔

"بے انتہا"

"میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے۔"

"اب مجھے تیری شادی دیکھنی ہے۔"

وہ اپنے پرنس کوٹ کے بٹن بند کرتا کہہ رہا تھا۔

"ممکن نہیں۔"

"کیوں؟"

"کچھ نہیں"

وہ مسکرا کر ٹال رہا تھا۔

"اب بتا جلدی ورنہ مار کھائے گا۔"

"کاش بتا پاتا"

دل ہی دل میں سوچا۔

"لڑکی ڈھونڈوں تیرے لیے؟"

"نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔"

بے ساختہ بولا۔

"کوئی پسند ہے؟"

NOVEL HUT

فاریہ کا چہرہ اس کے سامنے آیا تھا۔

کچھ مانگوں گا تو انکار تو نہیں کرو گے۔" بہت سوچ کر آخر اس نے یہ فیصلہ کر" ہی لیا تھا۔ اب وہ اس بزدلی میں فاریہ کو نہیں کھونا چاہتا تھا۔ اس کی بات پہ اورہان کے بٹن بند کرتے ہاتھ تھمے تھے۔

"پہلے کبھی کیا ہے؟"

آئی برو اچکا کر سوال کیا۔

اورہان میں جو مانگنے والا ہوں وہ بہت قیمتی اور انمول ہے۔ تمہارا پورا حق ہے"
تم انکار کر سکتے ہو۔ میں جانتا ہوں یہ بات مجھے نہیں میرے والدین کو کرنی چاہیے
"تھی مگر تم میرا ساتھ دو گے تو ہی میں ان کو یہاں لاوں گا۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

اورہان کافی سنجیدہ ہو چکا تھا اور آج پہلی بار اس سے کچھ کہتے ہوئے انس کا سانس سوکھ رہا تھا۔

"فاریہ"

یہ کہتے ہی اس نے سر جھکا لیا تھا۔ وہ اس کا ہر فیصلہ ماننے کو تیار تھا مگر ایک بار کوشش ضرور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے تہجد پڑھ کر رب کے حضور ہمت اور حوصلے کی دعا مانگی تھی۔ اس نے رب سے فاریہ کا ساتھ مانگا تھا۔ کچھ پل اورہان سکتے کی حالت میں کھڑا رہا پھر اس کے کندھے پہ زور سے مکہ مارا۔

"اگر آج نہ بولتے تو کبھی فاریہ کا ہاتھ تیرے ہاتھ میں نہ دیتا۔ میرا جگری یار ہے تو۔۔۔تیری آنکھوں میں پنپتے جذبات سے واقف تھا مگر چاہتا تھا کہ تو خود مجھ سے بات کرے۔ مگر تجھے شاید مجھ پہ بھروسہ نہیں تھا۔"

چند لمحے تو انس بے یقینی کی کیفیت میں کھڑا اس کو دیکھتا رہا مگر آخری بات پہ تڑپ کے اپنی صفائی پیش کی۔

"تجھ پر ہی تو بھروسہ تھا اورہان۔۔۔ خود پر نہیں تھا۔"

"خود پر کیوں نہیں تھا؟"

"میں خود کو فاریہ کے قابل نہیں سمجھتا۔"

"مجھ سے پوچھو تو تم فاریہ کے لیے سب سے بہترین ہو۔ اسے تم سے بہتر کوئی نہ جان سکتا ہے اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے۔"

فرط جذبات میں وہ اورہان کے گلے لگا تھا۔

"میں نے دیر کرنا دی ناں۔۔۔ اس کی منگنی طے ہو چکی ہے۔"

"کون سی منگنی؟"

"کیا مطلب؟"

وہ فورا اس سے الگ ہوا اور حیران کن تاثرات سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

"فاریہ کی تمہاری پھوپھو کے بیٹے کے ساتھ جو منگنی طے پائی تھی۔"

"وہی منگنی جو ہونے سے پہلے ہی ختم ہو چکی ہے۔"

"مگر یہ سب کس وقت ہوا۔"

جب میری واپسی کے بعد نگین پھوپھو کا بیٹا مجھ سے ملنے آفس آیا اور مجھے اس" حقیقت سے آگاہ کیا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے اور اسی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے کئی بار پھوپھو کو منانے کی کوشش کی تھی مگر پھوپھو نے سب کے سامنے فاریہ کا رشتہ مانگا تھا وہ کبھی کسی بھی حال میں اس رشتے سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھیں۔ فاریہ ان کی بھتیجی تھی وہ انہیں بہت عزیز تھی۔اس نے مجھ سے التجا کی کہ میں یہ رشتہ خود توڑ دوں تاکہ اس کی ماں کی عزت بھی قائم رہے اور ان کے رشتوں میں دراڑ "بھی نہ آئے۔ میں نے یہی مناسب سمجھا۔

"اور اگر وہ منگنی نہ توڑی گئی ہوتی؟"

"تو پھر کیا ہونا تھا تم اپنی بزدلی میں فاریہ کو کھو بیٹھتے اور پوری عمر پچھتاتے۔"

وہ شرمندہ ہوا تھا۔ اتنی دیر میں حیدر صاحب کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"برخوردار تیار ہو گئے ہو۔"

وہ اس کو اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"کوئی کمی؟"

جوابا اس نے شرارتا پوچھا۔

" میرا بیٹا ہر وقت شہزادہ لگتا ہے کوئی کمی ہو سکتی ہے کیا؟"

" مکھن بابا۔۔۔۔"

"بالکل نہیں۔۔۔ تمہیں مکھن لگا کر مجھے کیا ملنا۔"

ان کی بات پہ وہ تینوں مسکرائے تھے۔

"پوائنٹ ہے انکل۔"

"انس سے ہی کچھ سیکھ لو دیکھو ٹائی میں کتنا پیارا لگتا ہے۔"

اس پہ انس نے شرارتی مسکراہٹ سجائے اورہان کی جانب دیکھا۔

"بابا یہ تو مجھے بھی بہت پیارا لگتا ہے۔"

"میرے دونوں بچے بہت پیارے ہیں۔"

انہوں نے محبت سموئے دونوں کی جانب دیکھا تھا جس پہ اورہان ان کے گلے لگا تھا جانے کیوں مگر جھجھک کے باعث انس آگے نہیں بڑھا تھا حیدر صاحب نے اس کی جانب دیکھا۔

"برخوردار تم ناراض ہو؟"

"نہیں انکل بالکل بھی نہیں۔"

"پھر دور دور کیوں کھڑے ہو۔"

اس پہ انس جھٹ سے آگے بڑھا اور ان دونوں کے گلے لگ گیا۔ اسی وقت فاریہ اندر داخل ہوئی اور ان تینوں کو گلے لگا دیکھ مسکرائی تھی۔ سکائی بلو ٹیل گاون میں ملبوس جس پہ سفید رنگ کے موتیوں نے اس کو رعنائی بخشی تھی ساتھ میچنگ سکائی بلو دوپٹے کو پیچھے سے گزار کر ایک سائیڈ کندھے پہ رکھے اور دوسری سائیڈ کو ہاتھ کے گرد گزار کر چھوڑا ہوا تھا۔ سلور ہائی ہیلز پہنے، بھورے گھنگھریالے بالوں کی پونی ٹیل بنائے وہ پرمسرت سی ان کی جانب دیکھ رہی

تھی۔ انس جس کا رخ اس کی جانب تھا جب نگاہ اس پری پہ اٹھی تو دل کی دھڑکنوں کا ردھم بگڑ گیا۔ وہ دونوں حیدر صاحب سے الگ ہوئے تھے۔

"بھائی جلدی کر لیں۔"

لائٹ پنک لپسٹک سے سجے ہونٹوں سے بولتے ہوئے وہ انس کو آج بہت قریب لگی۔ وہ سر جھٹک کر مسکرایا تھا اور ساری بات سے بے خبر فاریہ نے اب کی بار اس کی جانب دیکھنے سے گریز برتا تھا جو اسی کے ڈریس والا رنگ پہنے مسکرا کر اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"میں تیار ہوں گڑیا"

میں چلتی ہوں۔ بھابھی بھی تیار ہو گئی ہیں۔ آپ ان کو لے کر لان میں" "پہنچیں۔ سارا ارینجمنٹ ہو چکا ہے۔

ولیمے کا سارا انتظام لان میں ہی منعقد کیا گیا تھا۔ دسمبر کی دوپہر کے وقت سورج کی کرنوں سے منور گھر کے بنگلے کے لان میں ساری ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ فاریہ کی بات سنتے اس نے مسکرا کر سر ہلایا تھا اور پھر اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ کمرے کے باہر پہنچ کر ایک لمحہ کو رکا تھا۔ آج اس کو اپنے پسندیدہ روپ میں

دیکھنے کے لیے اس نے بہت انتظار کیا تھا۔ دروازہ کھولا گیا تھا۔ اندر بیڈ پر بیٹھی ہیلز پہنتی مہرماہ وہیں تھمی تھی۔ چہرہ اٹھا کر آنے والے کی جانب دیکھا تو نگاہوں نے اس کو دیکھ کر پلٹنے سے انکار کیا تھا۔ وہ رعب دار چال چلتا قدم قدم اس کے پاس آرہا تھا جو پوری آستینوں اور گردن تک ڈھانپنے والا سفید باسکیو ویسٹ بال گاون پہنے، سفید حجاب اوڑھے اس کا دل دھڑکا رہی تھی۔ لائنر اور مسکارے سے سجی لائیٹ براون آنکھوں سے اس کو دیکھتے اس کے اورنج رنگ سے سجے عنابی ہونٹوں پہ دلدادہ مسکراہٹ آئی تھی۔ وہ محو اس کو تکتا اس کے بالکل پاس آکر رکا تھا۔ ایک گھٹنا زمین پر رکھتا دوسرے پاوں کو زمین پہ دھرتا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

آپ کو اس روپ میں دیکھنے کی خواہش برسوں سے تھی۔ یہ انتظار مجھ پہ بہت" بھاری تھا مگر آج آپ کو یوں اپنے سامنے اپنی بیوی کے روپ میں دیکھ کر میں یہی کہوں گا کہ اوربان حیدر عظیم خود کو آپ پہ قربان کر دے پھر بھی یہ محبت کم نہیں ہو گی۔ دنیا میں جنت مل جانا کسے کہتے ہیں یہ آپ کو پا کر علم ہوا۔ لوگ حوروں کی طلب رکھتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اوربان نے مہرماہ کے علاوہ کبھی کسی کی چاہ نہیں کی اور نہ کبھی کرے گا۔ آپ کی ہر ادا پہ مجھے اپنا دل ہارتا ہوا

محسوس ہوتا ہے۔ آپ کو پا کر میں کتنا پرسکون ہوں اس کے الفاظ بھی میرے پاس نہیں ہیں۔"

گھٹنوں کے بل بیٹھا وہ بادشاہ اپنی ملکہ کا ہاتھ تھامے اس سے اظہار کر رہا تھا۔۔۔ وہ اظہار جو الفاظ میں بیان کرنا بھی ناممکن تھا۔ مہرماہ اس خوبرو کے چہرے کو وارفتگی سے تکتی جا رہی تھی۔

"اوربان مجھے رونا آرہا ہے۔"

اس کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔

"کیا ہوا مہرماہ؟ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

وہ تڑپ کر اٹھا تھا اور اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں، بالکل بھی نہیں۔آپ کی محبت مجھے رشک میں مبتلا کرتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہیں مجھ میں غرور نہیں آجائے۔"

"آہ مہرماہ مجھے ڈرا دیا آپ نے۔ اللہ پاک آپ کو کبھی غرور میں مبتلا نہیں کرے گا۔ میں جانتا ہوں میری بیوی بہت معصوم ہے آپ کی یہ معصومیت میری آپ سے محبت کو دن بہ دن بڑھاتی ہے۔"

وہ اس کی ٹھوڑی تھامتا ہوا ایک جذب سے بول رہا تھا۔ دروازہ ناک ہوا تھا اور باہر سے ہی فاریہ کی آواز آئی تھی۔

"بھائی جلدی کریں مہمان آگئے ہیں۔"

"ہم ابھی آرہے ہیں گڑیا۔"

اندر سے ہی جواب دے دیا گیا تھا۔ پھر کھڑے ہو کر مہرماہ کے آگے اپنا ہاتھ کیا جسے اس نے ایک لمحہ بھی سوچے بغیر تھام لیا۔

"چلیں اورہان۔"

"اونہوں۔۔۔ ابھی نہیں۔ ایک چیز باقی ہے۔"

وہ اس کے سجے سنورے روپ کو دیکھتے ہوئے بولا جس پر مہرماہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ وہ الماری کے پاس گیا اور لاکر سے کچھ نکالا۔ وہ کوئی جیولری باکس تھا۔ اس کے پاس آیا اور اس باکس کو کھولا۔ اندر موجود چیز دیکھ کر مہرماہ نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔

وہ ایک تاج تھا۔۔۔۔ قیمتی تراش خراش ہیروں سے بنا وہ چمکتا لائیٹ سا تاج بے حد خوبصورت اور منفرد تھا۔ اورہان نے تاج کو تھاما اور اس ملکہ کے سر پر رکھ کر اس تاج کی قیمت انمول کر دی۔

"میرے دل کی ملکہ"

وہ مسکرا کر بولا اور اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔ وہ ابھی تک حیران کھڑی تھی جیسے اتنی خوشیاں مل گئیں تھیں کہ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

"چلیں مہرماہ"

وہ مہرماہ کا ہاتھ تھامتا باہر آیا تھا۔ سب لان میں موجود تھے۔ وہ قدم قدم چلتے لان میں داخل ہوئے تھے۔ جہاں ان کو دیکھتے مہمانوں نے رشک سے اس جوڑے کو دیکھا تھا جو خوبصورتی اور وجاہت کی مثال بنا سٹیج کی جانب آ رہا تھا۔ کئی لوگوں نے حسد سے دیکھا تو کئی لوگوں نے تعریفی کلمات ادا کیے گو ہر ایک نے اپنے ظرف کے مطابق تبصرہ کیا۔ ولیمہ کا فنکشن جاری تھا۔ مہمان کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ ایک وجود چلتا ہوا ان کے بالکل سامنے آیا تھا۔ اس وقت سٹیج پہ صرف مہرماہ اور اورہان ہی موجود تھے۔ آنے والے نے چہرے سے ماسک

اتارا تھا اور اس کو دیکھ کر وہ دونوں دنگ رہ گئے تھے۔ مگر اورہان جلد ہی اس حیرت سے نکل آیا تھا۔ کچھ لمحے بعد مہرماہ کے چہرے پہ حیرت کی بجائے غصہ در آیا تھا۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ ایک سیاست دان کے لیے ان الزامات پر بھی کوئی سزا نہیں ہوگی اور بہت جلد وہ رہا ہو جائے گا مگر اتنی جلدی بری ہو جائے گا اور دوبارہ ان کا سامنا کرے گا اس کا انہیں قطعا اندازہ نہیں تھا۔ وہ آج اپنے ازلی حلیے کے برعکس سیاہ جینز پر سیاہ ٹی شرٹ پہنے ساتھ سیاہ ہی ماسک لگائے جس کو اب کہ وہ اتار چکا تھا ان کے سامنے کھڑا تھا۔ ہاں وہ عریش سلطان تھا ایک مشہور اور منجھا ہوا سیاست دان۔

اس کے چہرے پہ عجیب سنجیدگی تھی جو آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ آج سے پہلے وہ ایسے ہارا بھی تو نہیں تھا۔ اس کا دل یوں ٹکڑے ٹکڑے بھی تو نہیں ہوا تھا۔ وہ ان دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو شرعی رشتے میں بندھے ایک دوسرے کے برابر بیٹھے تھے۔ وہ دونوں سفید رنگ میں ملبوس اس سیاہ لباس والے سے یکسر مختلف تھے۔

"میں جا رہا ہوں پاکستان سے۔ کبھی واپس نہیں آوں گا۔ اب یہاں میرے لیے کچھ نہیں رکھا۔ سوچ رہے ہوں گے یہاں کیسے آیا تو اس ملک کے قانون سے آپ بھی واقف ہیں۔ اورہان میں چاہ کر بھی تمہیں ہرا نہیں سکا۔ میں نے سوچا تھا تم نہیں ہو گے تو مہرماہ میری ہو جائیں گی مگر میں غلط تھا۔ تمہاری غیر موجودگی میں بھی وہ تمہاری ہی تھیں مجھے بابا نے سب بتا دیا تھا۔ میں نے غلطی کی یا شاید گناہ۔۔۔ نہیں یقینا گناہ کیا۔ تمہیں برباد کرتے وقت یہ بھول گیا کہ خود کو برباد کر رہا ہوں۔ تم تو زندہ بچ گئے ہو مگر وہ جانیں جو تمہیں مارنے کی سازش میں ضائع ہو گئیں وہ میرے ضمیر پہ بوجھ بن گئی ہیں۔ میں قطعا کسی معصوم کو مارنا نہیں چاہتا تھا۔یہاں معافی مانگنے آیا تھا۔۔۔ جو دکھ میری وجہ سے تم سب نے برداشت کیے ان کی معافی۔"

وہ خاموش تھے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ جس پہ وہ بے جان سا مسکرایا تھا۔

"شادی مبارک ہو۔"

یہ کہتے ہی ایک آخری نظر اس پری پیکر پہ ڈالی تھی جو آج بھی اس کے دل کی سلطنت پہ پوری شان سے براجمان تھی مگر وہ کبھی اسے پا نہیں سکتا تھا۔ اپنی ہر خواہش کو پوری کرنے والا زندگی کی سب سے بڑی خواہش کو پانے میں ناکام ٹھہرا تھا۔ وہ جس کی خاطر اس نے خود کو بھی ہار دیا تھا اس کی نگاہوں میں خود کے لیے غصہ اور نفرت دیکھتے وہ کرب سے پلٹا تھا۔ اس کی سانسیں اٹکی تھیں ۔۔۔ دل زوروں سے دھڑکا تھا۔ دل نے ایک بار پھر اس کو دیکھنے کی چاہ کی تھی مگر نہیں ۔۔۔ اب وہ اس کو نہیں دیکھے گا۔ دل کی دھڑکنوں کی آواز اس کے کانوں تک سنائی دے رہی تھی۔ اس نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں۔ وہ اپنے آنسوؤں کو قابو کرنا چاہتا تھا مگر کیا آنسوؤں کو بھی کبھی کوئی روک پایا ہے؟ آنکھیں کھولتے ہی ایک آنسو آنکھوں سے پھسلتا اس کی ہلکی بڑھی بیئرڈ میں جذب ہوا تھا۔ اس نے دایاں پاوں سٹیج سے نیچے رکھا۔ یہ پہلا قدم اس کے لیے بہت بھاری ثابت ہوا تھا۔ مگر پھر ان قدموں کو رواں رکھتے وہ گرے بنگلے کے بیرونی دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ مہمانوں نے اس کو پلٹ پلٹ کر دیکھا تھا وہ ایک مشہور سیاست دان تھا کون اسے نہیں جانتا تھا۔ لڑکیوں نے اس ہینڈسم اور مغرور شخص کی جانب رشک بھری نگاہ ڈالی تھی جس کی سارا انا ملیامیٹ ہو

چکی تھی۔ اورہان اور مہرماہ کی فیملی نے اس کو دیکھا تو بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔ وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتے تھے۔

وہ ہر بار جیت جانے والا، اپنی من مرضی کا مالک، اپنی پسند کو حاصل کرنے والا آج اپنا تھکا اور ہارا ہوا وجود لے کر گرے بنگلے سے نکلتے ساتھ ہی ان کی زندگیوں سے بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل چکا تھا۔ سٹیج پر موجود مہرماہ نے آئیندہ اس کو کبھی نہ دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

وہ اپنے محرم کی محبت میں ڈوبی لڑکی صرف اپنے محرم کی محبت کی ہی طلبگار تھی اور اورہان کا ساتھ اسے زندگی بخش رہا تھا۔ اس نے زور سے اورہان کا ہاتھ تھاما تھا جس پہ اس نے اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھتے اس کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

NOVEL HUT

آسمان پر موجود روشن مہتاب نے اپنی سنہری کرنیں ان پہ نچھاور کرتے ان کو سنہرے دنوں کی نوید سنائی تھی۔

زندگی جو کبھی ہنسائی ہے تو کبھی جی بھر کر رلاتی ہے۔ جس میں انسان ہر طرح کے حالات سے گزر کر جیتا ہے۔ زندگی نام ہی خوشیوں اور غموں کا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ہمیشہ خوش یا ہمیشہ غمگین نہیں رہ سکتا۔ یہ قدرت کا اصول ہے کہ ہر ذی روح کو مختلف حالات سے گزرنا ہوتا ہے۔ کوئی مشکلات سے گزر کر بہادر ہو جاتا ہے تو کوئی کمزور۔ کوئی مشکل حالات میں اللہ کا برگزیدہ بندہ بن جاتا ہے تو کوئی ناشکری اور بے صبری سے اللہ کو ناراض کر بیٹھتا ہے۔

انہوں نے ان مشکلات سے گھبرا کر ناشکری نہیں کی تھی بلکہ وہ اپنے صبر اور شکر سے اپنے رب کے خاص بندوں میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ خاص لوگ جن کو اس نے ڈھیروں نعمتوں سے نوازا تھا۔ ان پر اس کی رحمتیں نازل ہوئیں تھیں۔ شادی کے ایک ہفتہ بعد ہی اورہان نے مہرماہ کو یونیورسٹی ری جوائننگ کے لیے کہا تھا جس پر اس کی خوشی دیدنی تھی۔ ٹیچنگ اس کا شوق نہیں مقصد تھا اور مقصد سے پیچھے ہٹنا کسی کو بھی منظور نہیں ہوتا۔

گرے بنگلے کے ڈائننگ ٹیبل پر موجود سب نفوس خوشی اور سکون سے صبح کا ناشتہ کر رہے تھے۔ آج مہرماہ نے یونیورسٹی ری جوائن کرنی تھی اور فاریہ بھی

اپنے بھائی کی شادی کے باعث یونیورسٹی سے کافی چھٹیاں کر چکی تھی۔ اس لیے اورہان آج ان دونوں کو یونیورسٹی ڈراپ کرنے جا رہا تھا۔ اورہان کے برابر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی مہرماہ پیچھے بیٹھی فاریہ کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی۔ اورہان نے یونیورسٹی کے باہر اپنی وائٹ اوڈی کو روکا اور وہ دونوں اس کو اللہ حافظ کہتے یونیورسٹی داخل ہو گئیں۔ اسی وقت اس کے فون پہ انس کی کال آئی۔

"یار میں نے گھر والوں سے بات کر لی ہے وہ میرا رشتہ لے کر آنا چاہ رہے ہیں۔"

"پہلے کبھی بولا نہیں اور اب اتنی جلدی۔"

"یار مان جا پلیز۔"

"ابھی میں فاریہ کی شادی کے حق میں نہیں ہوں۔ وہ پڑھ رہی ہے جب تک اس کی لاء کی پڑھائی مکمل نہیں ہوتی میں اس کی شادی نہیں کروانا چاہتا۔"

وہ اٹل لہجے میں بولا تھا۔

NOVEL HUT

میں خود اسے صبح وقت پہ یونیورسٹی ڈراپ کیا کروں گا اور وقت پہ اسے"
یونیورسٹی سے پک بھی کیا کروں گا۔ اس کی پڑھائی میں کوئی مسئلہ نہیں آئے گا۔
"میں وعدہ کرتا ہوں فاریہ کو پڑھائی میں کوئی کمپرومائز نہیں کرنا پڑے گا۔

"پولیس والا ہے اگر مکر گیا تو؟"

"تو جو سزا دینا چاہو دے دینا۔"

مذاق کر رہا ہوں۔ میں گھر بات کر چکا ہوں تو جب چاہے انکل آنٹی کو لا سکتا"
"ہے۔

"لو یو یار۔ لو یو سوچ۔"

فرط جذبات میں بولتا وہ اورہان کو ہنسنے پر مجبور کر گیا۔

یار میری بیوی نے سن لیا تو تیری خیر نہیں۔ چل اب میں فون رکھ رہا ہوں"
"ابھی گاڑی میں ہوں ڈرائیو کرنے لگا ہوں۔

تیرا بہت بہت شکریہ میرے یار۔ تجھ جیسا دوست میرے لیے اللہ کی بہت"
"بڑی نعمت ہے۔

"ہاں یہ تو تو نے بالکل ٹھیک کہا۔ اچھا اللہ حافظ"

دوسری جانب سے انس نے اس کو اللہ کی امان میں دیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

اگلے روز انس کے والدین گرے بنگلے آئے تھے۔یہ نہایت غیر معمولی بات تھی پہلے کبھی بھی انس کے والدین تنہا نہیں آئے تھے ہمیشہ انس ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ اس وقت بھی لاونج میں بیٹھے مجتبیٰ صاحب اور ان کی بیگم ان سے باتوں میں مشغول تھے۔ فاریہ بھی لاونج میں ہی بیٹھی تھی۔

بھائی صاحب آپ جانتے ہیں آج ہم کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں۔" فاریہ ہمیں دے دیں ہم اس کو اپنی بہو۔۔۔ اپنے انس کی دلہن بنانا چاہتے "ہیں۔

اس بات پہ فاریہ کا سانس تھم چکا تھا۔ وہ بے یقینی اور حیرت سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی جو اپنے الفاظ سے اس کو خوشی کی نوید سنا رہیں تھیں۔

"فاریہ بچے آپ بتاو کیا آپ کو یہ رشتہ قبول ہے۔"

حیدر صاحب نے فاریہ سے سوال پوچھا تھا جو ابھی تک شاک کی کیفیت میں تھی۔ اسے اب کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ مہرماہ نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"فاریہ۔۔۔"

فاریہ ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی۔

"ج۔۔جی"

"بتاؤ کیا تمہیں انس اپنے ہمسفر کے روپ میں قبول ہے؟"

یہ بات ۔۔۔کیا یہ بات فاریہ کو بتانے کی ضرورت تھی۔ اس نے مہرماہ کی جانب دیکھتے ہلکا ۔۔۔ بالکل ہلکا سا سر اثبات میں ہلایا تھا جس پہ سارے لاؤنج میں خوشیاں بکھر گئیں۔ اس کو مٹھائی کھلائی جا رہی تھی۔۔۔ اس کا رشتہ انس سے طے کر دیا گیا تھا۔ انس مجتبیٰ ۔۔۔ فاریہ کی معصوم محبت

وہ سادگی سے اگلے جمعہ کو فاریہ کا نکاح اور رخصتی چاہتے تھے جس پہ کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ایک ساتھ اتنی خوشیاں مل رہی تھیں کہ یقین کرنا مشکل ہو

چکا تھا۔ انسان بھی عجیب ہے پہلے ایک چیز کی تمنا کرتا ہے جب مل جاتی ہے تو بے یقینی نہیں جاتی۔

جمعہ کا یہ دن بہت با برکت تھا جب دو دلوں کو ملایا جانا تھا۔ جب محبت کی راہ پہ چلتے مسافروں کو ان کی منزل سے ہمکنار کیے جانا تھا۔ وہ سرخ عروسی جوڑے میں ملبوس چہرے پہ مہارت سے کیے گئے میک اپ کے ساتھ بھورے گھنگھریالے بالوں کا جوڑا بنائے، ہاتھوں میں سرخ چوڑیاں پہنے آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ مسکارے اور لائنر سے لبریز آنکھوں سے خود کو دیکھا تو خود ہی حیران رہ گئی۔ اس نے کبھی اتنا ہیوی میک اپ نہیں کیا تھا اور نہ ہی اتنا ہیوی ڈریس پہنا تھا۔بیوٹیشن اس کا دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔ سرخ لپسٹک سے سجے ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے دیکھ کر بیوٹیشن نے اس کو روکا تھا۔

"میم ایسے ساری لپسٹک پھیل جائے گی۔"

"سوری۔۔۔"

اب وہ کیسے بتاتی کہ وہ شدید نروس ہو رہی تھی۔

"میں نے آج تک اتنی دلہنوں کو تیار کیا ہے مگر جو روپ آپ پہ آیا ہے اس کی مثال نہیں۔ اتنا معصوم حسن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

ڈارک میک اپ اور ہیوی ڈریس کے باوجود وہ چھوٹی سی معصوم گڑیا لگ رہی تھی۔ اس کا بھائی اس کو گڑیا پکارتا تھا تو بالکل غلط نہیں کہتا تھا۔ مہرماہ اس کو لینے آئی تو اس کو دیکھ کر ماشاءاللہ کہا۔

"آج تو میری گڑیا حسن کے ریکارڈ توڑ رہی ہے۔"

اورہان کے ساتھ ساتھ اب مہرماہ بھی اس کو کبھی کبھار گڑیا ہی پکارتی تھی۔

اس کی بات پہ وہ شرمائی تھی۔

"آپ سے حسین تو کبھی نہیں۔"

"میری سنیں تو آپ دونوں جیسا مکمل حسن میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

بیوٹیشن نے اپنا حصہ ڈالا تھا جس پہ دونوں مسکرائی تھیں۔

"سب ہو گیا ہے نا۔ انس مہمانوں کے ہمراہ آچکا ہے۔"

انس کے نام پہ فاریہ کی جھکتی نظریں مہرماہ نے بخوبی دیکھی تھی۔

"جی"

مہرماہ اس کا لہنگا تھامے اسے لاؤنج میں لے کر آئی تھی جہاں موجود مہمانوں میں سے ماہ رخ سب سے پہلے اٹھی تھی۔ وہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اسے صوفہ پہ بٹھا کر خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

انس کی محبت بہت پاکیزہ تھی اسی لیے اللہ نے اسے تمہارا ساتھ عطا کر کے"
"اس کے برسوں کا انتظار ختم کر دیا۔

ماہ رخ کی سرگوشی نے فاریہ کا سانس تک روک دیا تھا۔ ماہ رخ اب مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی جو اتنے بڑے سچ پہ ہونقوں کی طرح اس کو دیکھ رہی تھی۔ اسے تو اس بات کا اندازہ بھی نہیں تھا کہ انس اس سے محبت کرتا ہے اور کئی برسوں سے محبت۔۔۔۔

نکاح خواں نے نکاح کے بول بولے تھے۔ ماہ رخ کے بولے ایک جملے کی گونج کو کانوں میں محسوس کرتے اس نے انس کا ساتھ قبول کیا تھا۔ پھر انس سے پوچھا گیا جب ایک نگاہ اس اپسرا پہ ڈالتے اس نے اپنی محبت کو مقبولیت بخشی تھی۔

کتنے عجیب تھے ناں دونوں۔۔۔۔ ایک دوسرے سے اتنی محبت کرتے تھے مگر پھر بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ مقابل بھی آپ پہ قربان ہو چکا ہے۔

فاریہ کو انس کے ساتھ رخصت کر دیا گیا تھا۔ ماہ رخ اسے انس کے کمرے میں لے کر گئی۔ وہ اس کا لہنگا سنبھالتے اسے بیڈ پہ بیٹھنے میں مدد کر رہی تھی۔ پھر جانے لگی تو فاریہ نے اسے روک لیا۔

"آپ نے کیا کہا تھا؟"

وہ کافی دیر سے ماہ رخ سے یہ سوال پوچھنا چاہ رہی تھی۔

"کب؟"

وہ جانتے بوجھتے انجان بنی تھی۔

"نکاح سے پہلے"

"وہی جو تم نے سنا۔"

"مجھے سمجھ نہیں آئی۔"

"یہ بات تو اب انس ہی تمہیں سمجھا سکتا ہے۔"

NOVEL HUT

مسکرا کر کہتے ہوئے فاریہ کو کشمکش میں چھوڑتی وہ وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ وا ہوا تو فاریہ نے آنے والے کو دیکھا اور فورا نظریں جھکا لیں۔ انس نے اس کا نظریں جھکانا دیکھا جس پہ وہ دھیما سا مسکرایا تھا۔ دروازہ لاک کرتا وہ بیڈ کی جانب آ رہا تھا۔ فاریہ کے دل کی دھڑکن تیز سے تیز ترین ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھا تھا۔ کافی دیر اس کو یوں ہی دیکھتا رہا جس پہ فاریہ نروس ہو کر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑنے لگی۔

"دعائیں قبول ہوتی ہیں فاریہ"

وہ پوچھ رہا تھا یا شاید بتا رہا تھا۔ اس پہ فاریہ نے ایک نظر اس کو دیکھا تھا جس پر کب سے وہ اپنا دل ہار بیٹھی تھی۔

"میں محبت کے معاملے میں بہت نالائق نکلا۔"

وہ پشیمان تھا۔

برسوں آپ سے محبت کرتا رہا مگر جان ہی نہیں پایا کہ یہ جذبہ جو میں محسوس کر" رہا ہوں یہ محبت ہے۔ آپ کے رشتے کی خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ راز جو خود سے بھی چھپاتا آیا تھا وہ افشاں ہو گئے۔ میں بہت بزدل ہوں فاریہ اپنی محبت

کے لیے بھی سٹینڈ نہیں لے پایا۔ آپ کو کھو دینے کے احساس نے مجھے زندگی سے دور کر دیا تھا۔ میں زندہ تو رہا مگر جی نہیں پایا۔"

فاریہ کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ وہ سراپا اس کی محبت اس کے سامنے بیٹھا اس سے شرمندہ تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ آپ مجھ جیسے انسان سے محبت کر بھی پائیں گی یا نہیں مگر انس آپ کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"انس مجتبیٰ میری محبت کی توہین کر رہے ہیں آپ۔ مجھ جیسا سے کیا مطلب ہے آپ کا؟ کیا آپ کو میری آنکھوں میں کبھی اپنے لیے محبت نہیں دکھی۔ کیا آپ نے کبھی میری نگاہیں نہیں پڑھیں؟"

اب حیران ہونے کی باری انس کی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں موجود جذبات کو پڑھ نہیں پائے تھے اسی لیے اتنا عرصہ اذیت میں رہے۔

"کیا آپ بھی۔۔۔۔"

"ہاں میں بھی۔"

یہ کہتے وہ رو پڑی تھی۔ جس پر وہ اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں بھرتا اپنے انگوٹھے سے اس کے آنسو چن رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دیں فاریہ۔ آئی ایم سو سوری ۔۔۔ سوری پلیز"

وہ اس کے سامنے بیٹھا اپنی بزدلی کی معافی مانگ رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دیں۔"

جوابا اس نے بھی معافی مانگی تھی۔

"ایسا نہیں کہیں ساری غلطیاں میری تھی۔"

میں نے آپ کی نیت جانے بغیر آپ سے بد تمیزی کی تھی۔ گولیاں آپ کو لگی" تھیں مگر آپ کی تکلیف میں نے محسوس کی تھی۔" وہ اپنی غلطیوں کی معافی چاہتی تھی۔

اب ہم دونوں کو ایک دوسرے سے کوئی گلہ نہیں ہونا چاہئے ہم نے بہت عرصہ" انجانے میں اذیت کاٹی ہے اب اور نہیں فاریہ۔ اب ہر غم بھول جائیں۔ میں بہت تڑپا ہوں فاریہ اپنی بزدلی کی بہت سزا کاٹی ہے میں نے۔ اب مجھے آپ کی "صورت سکون نصیب ہو گیا ہے۔

اس کی بھوری لٹ جوڑے سے نکل کر چہرے پہ آئی ہوئی تھی۔ انس نے اس لٹ کو تھام کر اس کے کان کے پیچھے اڑسا۔

جانتی ہیں فاریہ۔ آپ کے بال مجھے بہت پسند ہیں۔ کبھی سوچا نہیں تھا کہ ان" "کو چھو پاوں گا۔

اس بات پہ فاریہ کھلکھلائی تھی۔

"مجھے بھی آپ کے بال بے حد پسند ہیں۔"

وہ شرماتے ہوئے اس کو بتا رہی تھی۔

"کیا ان کو چھوئیں گی نہیں؟"

"اوں ہوں۔۔۔"

نہ میں سر ہلاتے اس کے تاثرات دیکھتے وہ محظوظ ہوئی تھی۔

"یہ تو غلط بات ہے۔"

جیل سے سیٹ کیے گئے سیاہ بالوں پہ ہاتھ پھیرتے وہ اداسی سے بولا تھا۔ اور اس سے کہاں انس کی اداسی برداشت تھی۔ جھٹ سے اس کے سارے بال

خراب کرتے وہ بے اختیار ہنستی چلی گئی۔ اور وہ تو اس کی ہنسی میں کھو کر رہ گیا۔ وہ کچھ کہہ بھی رہی تھی مگر انس کو کچھ نہیں سن رہا تھا۔

"انس"

اس کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے اس نے انس کی نگاہوں کا رستہ روکا تھا۔

"نہ کریں فاریہ"

اس کے نرم ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پہ محسوس کرتے اس نے فاریہ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"پھر آپ ایسے نہیں دیکھیں گے۔"

"اچھا ایسے نہیں دیکھتا۔ اب ہاتھ تو ہٹائیں۔"

فاریہ نے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں سے اٹھایا تھا۔ انس نے شیروانی کی جیب سے ایک مخملی ڈبیہ نکالی تھی اور اس میں موجود بریسلیٹ کو فاریہ کے ہاتھ کی زینت بنایا تھا۔

"بہت پیارا ہے۔"

مسکرا کر بریسلیٹ دیکھتی وہ خوشی سے بولی تھی۔

"آپ بھی"

فاریہ کو تکتے وہ پر مسرت سا بولا اور اس کی گود میں سر رکھتا پر سکون سا آنکھیں موند گیا۔ کتنے عرصے بعد وہ سکون کی نیند لینے والا تھا۔ فاریہ اس کے وجیہہ چہرے کو تکتی اس کے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتی اسے دنیا جہان کے خوبصورت ترین لمس سے آگاہ کر رہی تھی۔ ایک دوسرے کا ساتھ پا کر دونوں کو سکون نصیب ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں تھیں۔ حدود میں رہ کر ایک دوسرے کا ساتھ مانگنے والوں کو ایک دوسرے کے ساتھ سے نواز دیا گیا تھا۔ وہ رب ہر چیز پر قادر ہے کیا اس کے لیے کچھ مشکل ہے؟

گرے بنگلے میں ایک کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔ اندر سے اجازت ملنے پر ملازمہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"چھوٹی بی بی جی کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔"

NOVEL HUT

نورین آپا میں نے آپ سے اتنی بار کہا ہے مجھے مہرماہ ہی بلایا کریں۔ مجھے نہیں"
"اچھا لگتا جب آپ مجھے چھوٹی بی بی جی بلاتی ہیں۔

وہ نروٹھے انداز میں کہہ رہی تھی۔

میں بھول گئی تھی۔ مہرماہ بیٹا آپ سے ملنے آپ کی کوئی شاگرد آئی ہے اس کے"
"ساتھ اس کی پھوپھو بھی ہے۔ میں نے انہیں گیسٹ روم میں بٹھا دیا ہے۔

"امل آئی ہے کیا؟"

"نام تو نہیں بتایا انہوں نے۔"

"آپ ان کے لیے چائے کا انتظام کریں میں آرہی ہوں۔"

کندھے پہ موجود دوپٹے کو سر پر حجاب کی صورت میں لپیٹتی وہ گیسٹ روم میں آئی تھی۔ اندر موجود امل اور اس کی پھوپھو اس کو مسکراتا دیکھ خوش ہوئے تھے۔

"آنٹی کیسی ہیں آپ؟ امل آپ یونیورسٹی بھی نہیں آرہیں۔"

وہ ان کے سامنے والے صوفہ پہ براجمان ہوئی تھی۔

NOVEL HUT

بیٹا میں ٹھیک ہوں۔ پچھلے دنوں طبیعت کچھ ناساز تھی اسی لیے امل کی پڑھائی"
"کا بھی بہت حرج ہو گیا۔

"کیا ہوا تھا آنٹی؟"

"جب اپنی ہی اولاد انسان کو رسوا کروا دے تو اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"آپ کے شوہر کے قتل کی سازش میں میرا بیٹا شامل تھا۔"

"فہد۔۔۔کیا فہد آپ کا بیٹا ہے؟"

وہ حیران ہوئی تھی جس پہ امل کی پھوپھو نے اثبات میں سر ہلایا۔

اس روز میں آپ کو فہد بھائی کے بارے میں ہی بتانے لگی تھی جب انہوں"
"نے یہ سن لیا اور مجھ پہ ہاتھ اٹھایا۔

مہرماہ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فہد، امل جیسی پیاری اور پر خلوص لڑکی کا کزن ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ فہد ہی امل کو ہراس کرتا تھا۔

"بیٹا مجھے معاف کر دو۔"

NOVEL HUT

امل کی پھوپھو نے ہاتھ جوڑ کر مہرماہ سے معافی مانگی تھی۔ جس پہ مہرماہ فورا صوفہ سے اٹھتی ان کے سامنے نیچے زمین پر بیٹھتے ان کے ہاتھ تھام گئی تھی۔

"آپ کا اس سب میں کوئی قصور نہیں آنٹی۔ خود کو قصوروار نہیں سمجھیں۔"

کیسے میرا قصور نہیں وہ میرا بیٹا ہے۔ میری تربیت میں ہی کوئی کھوٹ ہے جو وہ" "اس حد تک گر گیا۔

اونہوں۔۔۔ امل بھی آپ کی ہی تربیت میں ہے۔ دیکھیں اسے کیا آپ کو " "لگتا ہے کہ آپ کی تربیت میں کوئی بھی کھوٹ ہو سکتا ہے۔

وہ اب کہ زمین سے اٹھتی واپس صوفہ پہ بیٹھی تھی اور اس کی بات کو سوچتے انہوں نے امل کی جانب دیکھا تھا جو ان کی ہی تربیت میں پاکیزہ وجود تھی۔ وہ کیسے اپنی تربیت کو غلط سمجھ سکتی تھیں۔

اگر کوئی انسان غلط راہ پر چل پڑے تو اس میں ماں کی تربیت پہ الزام لگانا قطعا" درست نہیں ہوتا۔ بعض اوقات آپ جتنی بھی اچھی تربیت کر لیں مگر وہ انسان کبھی اچھا نہیں بن پاتا۔ یہ اس کی چوائس ہوتی ہے اس میں کسی دوسرے "کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

وہ اس پیاری لڑکی کی سمجھ دار باتوں کو غور سے سن رہیں تھیں۔ اتنی دیر میں نورین آپا چائے اور دیگر لوازمات لے آئیں تھیں۔ وہ انہیں چائے سرو کرتی پچھلی ساری بری یادوں کو دل سے نکالتی مطمئن تھی۔

فاریہ نے شادی کے بعد یونیورسٹی سے ایک ہفتے کی لیو لے لی ہوئی تھی۔ اورہان ، مہرماہ کو یونیورسٹی سے پک کرنے کے بعد اسے لیے کہیں جا رہا تھا۔

اورہان بتا دیں ہم کہاں جا رہے ہیں۔ ایک تو آپ اتنا سسپنس کیوں ڈالتے" ہیں۔"

وہ اس کی جانب دیکھتی کہہ رہی تھی جس نے رات سے اس کو کہیں لے کر جانے کا کہا تھا مگر ابھی تک یہ نہیں بتا رہا تھ کہ وہ کہاں لے کر جا رہا ہے۔

"کسی سے ملوانے۔"

"کس سے؟"

"اب یہ تو میں نہیں بتا رہا۔ مل کر ہی دیکھ لینا۔"

وہ مہرماہ کی جانب دیکھتا شرارت سے گویا ہوا تھا۔

"اچھا بھئی آپ کی مرضی"

"آپ مجھے ناراض ہونے کی دھمکی بھی دے سکتیں تھیں۔ میں فورا بتا دیتا۔"

"میں آپ سے ناراض ہی نہیں ہو سکتی۔"

وہ اٹل لہجے میں بولی تھی۔

آہ مہرماہ آپ کے الفاظ مجھے ہر بار نیا سکون پہنچاتے ہیں۔ آپ میرے لیے"

"بہت خاص ہیں۔

"جانتی ہوں۔"

اتنی دیر میں وائٹ اوڈی ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے رکی تھی۔

"چلیں"

وہ دونوں گاڑی سے باہر نکلے تھے۔ اور دروازہ پہ بیل دی تھی جس پہ ایک چھوٹے بچے نے دروازہ کھولا تھا۔ وہ بچہ اورہان کو جانتا تھا اسی لیے راستہ چھوڑا جس پر وہ اندر کی جانب بڑھے۔

"کون ہے بیٹا؟"

اس بچے کی ماما نے سوال پوچھا تھا۔

"ارے اورہان سر آپ آئے ہیں۔"

اس کی ابھی مہرماہ پہ نظر نہیں گئی تھی مگر مہرماہ اس کو دیکھ چکی تھی اور چند لمحے سوچنے پہ ہی اسے یاد آگیا تھا کہ وہ کون ہے۔

"ہانی کی بھابھی۔۔۔۔ ہانی کی بھابھی ہیں نا آپ؟"

وہ دعا کر رہی تھی کہ اس کا اندازہ درست ہو اور وہ ہانی سے مل سکے۔

"آپ تو مہرماہ ہیں ناں۔۔۔ ہانی کی دوست"

اورہان حیرت سے ان کو دیکھ رہا تھا جو ایک دوسرے کو جانے کیسی جانتی تھیں۔

ہانی کہاں ہے بھابھی؟ میں نے اسے بہت ڈھونڈا۔ میں ترس گئی ہو اسے دیکھنے" "کے لیے۔ پلیز مجھے ہانی سے ملوا دیں۔

وہ تڑپتی ان کے سامنے آئی تھی اور اورہان تو گویا پتھر کا مجسمہ بن گیا تھا تو کیا ہانی ۔۔۔ ام ہانی ۔۔۔۔ ایاز کی بہن ۔۔۔ مہرماہ کی وہی دوست تھی جس کو مہرماہ برسوں سے تلاش کرتی رہی۔ مہرماہ نے اورہان کو بتایا تھا کہ وہ اپنی دوست کو ڈھونڈ نہیں پا رہی۔ اورہان نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی دوست کو ڈھونڈ لے گا۔

"ام ہانی آپ کی وہی دوست ہیں مہرماہ؟"

اس کے دل میں اندیشے آرہے تھے۔

ہاں اورہان میں نے بتایا تھا ناں میں نے اس کو بہت ڈھونڈا مگر وہ نہیں ملی۔"

"لیکن دیکھیں مجھے ہانی مل گئی۔ بہت شکریہ آپ کا اورہان

وہ بہت خوش دکھ رہی تھی لیکن اورہان اب بہت زیادہ پریشان ہو چکا تھا۔

"بھابھی بتائیں ناں ہانی یہاں ہے یا کہیں اس کی شادی تو نہیں ہو گئی؟"

وہ بہت پرجوش ہو رہی تھی۔

"ہانی یہاں نہیں ہے۔"

یہ آواز انہیں اپنے پیچھے سے آئی تھی۔ سب نے اپنے چہروں کا رخ موڑا تھا۔ ایاز کو دیکھ کر مہرماہ فورا پہچان چکی تھی۔

"ایاز بھائی ۔۔۔۔ ہانی کہاں ہے؟"

مہرماہ میں تمہیں ان سے ہی ملوانے لایا تھا یہ ایاز ہے جس نے میری مدد کی" تھی۔" وہ اس کا دھیان بھٹکا رہا تھا۔

ہانی کے بھائی ہیں بالکل ہانی جیسے۔۔۔۔ اس نے مجھے تاریکی سے نکالا اور" "انہوں نے آپ کو مشکل وقت میں اکیلا نہیں چھوڑا۔

مہرماہ کی ہانی سے محبت اب اورہان کو خوفزدہ کر رہی تھی۔

"مہرماہ مجھے میٹنگ میں جانا ہے چلیں۔ ایاز ہم پھر کبھی آئیں گے۔"

"آپ لوگ ہانی کے بارے میں کیوں نہیں بتا رہے؟"

ہانی اس دنیا میں نہیں ہے۔ تین سال پہلے معدے کے کینسر سے اس کی ڈیتھ ہو" گئی تھی۔ اورہان سر نے ہی اس کے علاج کا سارا خرچہ اٹھایا تھا۔ اور اس کی "آخری خواہش بھی انہوں نے بھائی بن کر پوری کی تھی۔

NOVEL HUT

مہرماہ اپنی جگہ سن ہو چکی تھی۔یہ الفاظ ۔۔۔۔۔ اتنے بھاری الفاظ ۔۔۔۔ اتنے جان لیوا الفاظ ۔۔۔۔۔ اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اورہان نے آگے بڑھ کر اسے تھاما تھا۔

"مہرماہ"

وہ نہ میں سر ہلا رہی تھی۔

" ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ہانی ۔۔۔ میری ہانی ۔۔۔ نہیں"

ہانی کا معصوم چہرہ اس کی نگاہوں کے پار لہرا رہا تھا۔

"اورہان یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ اس کو جھنجھوڑتی بمشکل بولی تھی۔ جس پہ اس نے ہاں میں سر ہلا کر اس بات کی تصدیق کی تھی۔

"مہرماہ بیٹا آپ ہانی کے کمرے میں جا سکتے ہو۔"

ایاز نے اس کو کہتے اپنی بیوی کو اشارہ کیا تھا جس پہ وہ اس کو لیتی ام ہانی کے کمرے کی جانب آئی تھی۔ مہرماہ کا پورا وجود لرز رہا تھا۔ ہانی کی بھابھی اسے

کمرے کے دروازے پہ چھوڑ کر چلی گئیں وہ جان چکی تھیں کہ وہ تنہا رہنا چاہتی ہوگی۔ مہرماہ کو زمین پہ اپنے قدم جمانے مشکل ہو رہے تھے۔ اس کا کمرہ آج بھی ایسے ہی تھا جیسے وہ اس میں رہتی ہو۔ ایاز اور اس کی بیوی نے اس کے کمرے کو سنوار کر رکھا تھا۔ وہ خود ام ہانی کے کمرے کی صفائی کرتی تھی اور ایک ایک چیز آج بھی وہیں موجود تھی جہاں اس نے رکھی تھی۔ وہ چلتی ہوئی سٹڈی ٹیبل کے پاس آئی تھی جہاں اس کی کچھ کتابیں موجود تھی۔ وہ ہر ایک کتاب کھول کر اس کے صفحوں کو پلٹ رہی تھی۔ اچانک کچھ گرا تھا۔ اس نے زمین پہ جھکتے اس کو اٹھایا۔ وہ ایک تصویر تھی۔۔۔ ام ہانی اور مہرماہ کی تصویر جو مہرماہ نے اس کے ساتھ بنوائی تھی مگر یہ تصویر ہانی کے پاس ہی رہ گئی تھی۔ اس میں وہ سیاہ برقع کے اوپر سیاہ حجاب اوڑھے ساتھ نقاب کیے مہرماہ کے ساتھ کھڑی تھی جو پنک اور وائیٹ سوٹ پہنے، بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے، دوپٹے کو شانے پہ پھیلائے کیمرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ وہ لمحے یاد کرتے اس کا دل بھر آیا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ اپنے حلیے پہ گئی تو وہ چونکی تھی۔ وہ سیاہ برقع پہنے ساتھ سیاہ ہی حجاب اوڑھے ہوئے تھی۔

کون کہتا ہے ہانی کہ تم چلی گئی۔ تم اپنا آپ مجھ میں چھوڑ گئی ہو۔ تم چاہتی" تھی میں اللہ کے نزدیک ہو جاوں۔۔۔ تمہاری خواہش تھی کہ مہرماہ سب سے بہادر بن جائے۔ اللہ نے تمہیں میرا یار غار بنایا۔ میں کمزور تھی ہانی مگر اب نہیں ہوں۔ میں واویلا نہیں کروں گی میں اس رب سے اپنے لیے صبر مانگوں گی۔ "تمہاری مہرماہ بہادر بن گئی ہانی۔۔۔۔

وہ چئیر پر بیٹھی اس تصویر سے مخاطب تھی۔ اس کے آنسو چہرے سے ہوتے ہوئے اس کے حجاب میں جذب ہو رہے تھے۔

مجھے ہمیشہ دکھ رہے گا کہ میں تمہارے آخری وقت میں تمہارے پاس موجود نہیں" "تھی۔

اس نے چہرے پہ بہتے اپنے آنسوؤں کو پونچھا جو بہتے ہی جا رہے تھے۔ وہ کتاب کو واپس میز پہ رکھنے لگی کہ اس کتاب سے چپکے ہوئے ایک صفحہ نے اس کی توجہ خود کی جانب مبذول کی۔ اس نے دھندلائی آنکھوں سے اس صفحہ پہ لکھی تحریر کو دیکھا۔ پہلے لفظ کو دیکھتے ہی اس نے فورا اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ وہ کوئی پیغام تھا مہرماہ کے نام۔

"پیاری مہرماہ ! میری اللہ سے دعا ہے کہ یہ تحریر تم تک پہنچ جائے مگر میں کسی سے کہوں گی نہیں جانتی ہو کیوں۔۔۔ کیونکہ مجھے اللہ پر پورا یقین ہے۔ وہ ہی جانتا ہے کہ کس وقت یہ تحریر تم تک پہنچنی چاہئے۔ یقینا جب تم یہ تحریر پڑھ رہی ہوگی تو تمہاری آنکھیں دھندلا رہی ہوں گی کیونکہ تمہیں میری کمی محسوس ہو رہی ہوگی۔ تم میری زندگی کا ایک بہترین اور خوبصورت حصہ ہو۔ میں تم سے ملنے کے لیے ہمیشہ بہت ایکسائیٹڈ ہوتی تھی مگر اس بار مجھ میں ہمت نہیں ہو رہی۔ میں نے خود کو اللہ کے حوالے کر دیا ہوا ہے۔ تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو بھی دیکھنا میرے لیے اس بیماری سے بھی زیادہ بھاری ہے۔ میں جانتی ہوں تم بھی مجھے بہت چاہتی ہو مگر کیا کروں تمہیں رلا کر نہیں جانا چاہتی۔ کبھی دل چاہتا ہے کہ تم بھول جاو کہ تمہاری زندگی میں کوئی ہانی بھی آئی تھی مگر پھر میرے اندر کی خودغرضی کہتی ہے کہ ام ہانی اگر مہرماہ تمہیں بھول گئی تو کیا ہو گا۔ میرا اللہ گواہ ہے میں کبھی تمہیں نہیں بھولی تم میری زندگی کی واحد دوست ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ جو اچھا لگے اس کو دوست بنا لو۔ مگر میں نہیں مانتی دوست بنائے نہیں جاتے دوست تو بن جاتے ہیں۔ تمہیں یاد ہے تمہاری ایک دوست ہم دونوں کو دیکھ کر کہتی تھی بڑی مس میچ دوستی ہے ایک دن ختم ہو جائے گی مگر وہ نہیں

جانتی کہ یہ دوستی جنت تک قائم رہے گی۔ دنیا میں میرا اور تمہارا ساتھ ختم ہو جائے گا مگر ہم جنت میں ملیں گے مہرو۔ تم کہتی تھی کہ تمہیں میرا نام بہت پسند ہے اور تم اپنی بیٹی کا نام ام ہانی رکھو گی۔ تو ایک راز کی بات بتاوں مجھے تمہارا نام بہت پسند ہے 'مہرماہ' چاند اور سورج۔ اور پتا ہے اگر میری بیٹی ہوتی تو میں اس کا نام مہرماہ رکھتی۔"

روتے روتے اب کہ مہرماہ کی ہچکی بندھ چکی تھی۔ وہ کیا سوچ رہی تھی کہ ہانی اس کو بھول گئی ہو گی مگر وہ تو جان بھی نہیں سکی کہ وہ آخری وقت تک اس کو یاد رکھے بیٹھی تھی۔

"میری ایک آخری خواہش ہے کہ میں عمرہ کرنے جاوں اور وہاں سے واپس نہ آوں۔ مجھے وہیں دفن ہونا ہے مہرو۔۔۔۔ اسی دھرتی میں۔"

آخری لائن پڑھتے وہ فورا اٹھی اور اس کتاب کو ہاتھ میں تھامے کمرے سے باہر آئی جہاں اورہان اور ایاز افسردہ سے بیٹھے تھے۔

"ہانی کی قبر کہاں ہے؟"

یک دم اس کے آنسو خشک ہوئے تھے۔ اور اس کے سوال پہ سب ہکا بکا اس کو دیکھ رہے تھے۔

"مہرماہ"

"اورہان ۔۔۔ہانی کی قبر کہاں ہے؟"

"مکہ میں"

یہ الفاظ سنتے مہرماہ نے سکون کا سانس خارج کیا تھا۔

"یا اللہ"

وہ پرسکون ہو رہی تھی اور وہاں موجود سب لوگ اس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھے۔

"گھر چلیں مہرماہ؟"

"ہاں۔۔۔ میں یہ کتاب لے جاوں؟"

وہ اجازت طلب کر رہی تھی۔

"ضرور لے جاو"

ایاز نے اس کو اجازت دے دی تھی۔ اور وہ دونوں ام ہانی کے اس چھوٹے سے گھر سے رخصت ہوئے تھے۔ وہ گھر جہاں اس کی یار غار رہا کرتی تھی۔

ایک ہفتہ مزید گزر چکا تھا۔ ان دنوں مہرماہ کے چہرے پہ ہر وقت اک اداسی چھائی ہوتی تھی۔ وہ مسکراتی تھی مگر اس کے چہرے کی رونق ماند پڑ گئی تھی۔ اورہان اس سبب سے خوب واقف تھا۔ وہ اس کو وقت دے رہا تھا جانتا تھا کہ وہ بڑے دکھ سے گزر رہی ہے۔اس وقت بھی وہ اسے یونیورسٹی سے پک کرنے آیا تھا جب وہ اس سے سلام لیتی گاڑی میں بیٹھی تھی۔

"آپ کے لیے ایک سرپرائز ہے۔"

وہ پرجوش سا بولا تھا۔

"وہ کیا؟"

وہ ایکسائیٹڈ ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

" مہرماہ"

وہ مہرماہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک بہت بڑے صدمے سے گزر رہی ہیں۔ آپ کو یوں دیکھ کر میں کرب سے گزر رہا ہوں۔ آپ کو سکون کی ضرورت ہے جو صرف ایک ہی صورت مل سکتا ہے۔"

اس پہ مہرماہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"ہم عمرہ پہ جا رہے ہیں مہرماہ۔"

ایک پل نہیں لگا تھا اور مہرماہ کے چہرے پہ خوشی دیدنی تھی۔

"اورہان ہم عمرہ پہ جا رہے ہیں۔ اللہ پاک کے گھر، اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرزمین پر۔۔۔"

وہ کھل اٹھی تھی۔

"ہاں بالکل۔۔۔ آپ کے چہرے پہ دکھ نہیں دیکھنا چاہتا۔ وہاں جا کر ہم اپنے سارے دکھ بھول جائیں گے۔"

"ان شاء اللہ"

"ان شاء اللہ"

اورہان اور مہرماہ نے اپنے رب کے گھر جا کر سکون حاصل کرنے کی چاہ کی تھی۔

وہ اس وقت کمرے میں بیٹھی تھی جب دروازہ کھلا اور وہ اس کا نام پکارتا اندر داخل ہوا۔

"فاریہ"

"جی"

"میں اپنی معصوم بیوی کے لیے ایک گفٹ لے کر آیا ہوں۔"

وہ اس کے پاس آکر بیٹھا تھا۔

"سچی۔۔۔ مجھے دکھائیں"

وہ اس کے ہاتھ میں پکڑے لفافے کو دیکھتے ہوئے پرجوش سی بولی۔

"دکھا دوں؟"

"ہاں دکھائیں ناں"

اس پہ وہ جو اس کے ہاتھ سے لفافہ پکڑنے ہی والی تھی اس نے بجلی کی رفتار سے لفافہ پرے کیا تھا۔

"انس۔۔۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے اس کو ناراضی سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کے منہ سے اپنا نام سننے کے لیے ہی یہ کیا۔"

"اب نہیں بولنا میں نے آپ کا نام۔"

ایسے تو نہیں کریں۔ انس مجتبیٰ کے نام کی خوبصورتی ہی آپ کی زبان سے " ہے۔ جب آپ میرا نام پکارتی ہیں تو دنیا کی ساری آوازیں میرے کانوں تک پہنچنے سے قاصر ہوتی ہیں۔ آپ میرا سکون ہیں۔ انس مجتبیٰ کی زندگی کے سارے خلا پر کر دیے ہیں آپ نے۔ آپ کو پا کر میں اپنی قسمت پہ رشک کرنے لگا "ہوں۔

وہ جذب میں بولتا اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا جو اب شرماتی ہوئی چہرہ جھکا چکی تھی۔

"فاریہ آپ کا شرمانا ۔۔۔ میرا دل اپنے مقام سے ہل جاتا ہے آپ کو یوں دیکھ کر۔"

اس نے فاریہ کے گھنگھریالے بالوں کی چٹیا دیکھتے ہوئے اسے کھول دیا تھا۔

"فاریہ آپ کے کھلے بال بہت پسند ہیں مجھے انہیں باندھا نہ کریں۔ بلکہ ایک منٹ ٹھہریں۔"

وہ لفافہ بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا ڈریسنگ ٹیبل کی جانب گیا۔ وہاں سے ایک کلپ اٹھایا اور اس کے بالوں کی چند لٹوں کو ہاتھ میں تھامتے ہوئے ان پہ کلپ لگایا تھا۔

"دیٹس پرفیکٹ"

وہ اس کو دیکھتا ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔

"یہ بال میری آنکھوں پہ گرتے ہیں انس۔"

"میں پیچھے کر دیا کروں گا۔"

وہ ایک لٹ کو اس کے کانوں کے پیچھے اڑستا ہوا بولا تھا۔

"اچھا اب گفٹ دکھا دیں؟"

وہ جھکی جھکی نظروں سے بولی تھی۔

"او ہاں۔۔۔ ایک تو آپ کو دیکھ کر کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔"

اس کی بات پہ فاریہ کی شرماہٹ میں مسکراہٹ گھلی تھی۔ اس قدر محبت۔۔۔ وہ بھی اپنی محبت سے۔۔۔

"کھولیں اسے۔"

لفافہ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ فاریہ نے لفافہ کھولا اور اندر موجود ٹکٹ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

"ہم عمرہ پہ جائیں گے۔"

NOVEL HUT

وہ پرجوش بولی تھی۔

"جی میری معصوم بیوی۔"

"انس آپ بہت اچھے ہیں۔"

وہ اس کو دیکھتے ہوئے پرمسرت بولی تھی۔

"ابھی ایک اور خبر بھی ہے۔"

"جلدی بتائیں۔"

"اورہان اور مہرماہ بھابھی بھی ہمارے ساتھ ہی عمرہ پہ جائیں گے۔"

اس بات پہ ایکسائٹمنٹ میں فاریہ کا منہ کھلا رہ گیا۔

"مکھی چلی جائے گی۔"

"انس۔۔۔۔"

غصے سے بولتی اس نے پاس پڑا تکیہ اٹھا کر اس پولیس والے کی دھلائی شروع کی تھی۔ جس پہ ان دونوں کی ہنسی کی آوازوں نے اس گھر کو رونق بخش دی تھی۔ انس کے گھر کے سارے مسائل اس گڑیا کے آنے سے حل ہو چکے تھے۔ اب ان کے گھر میں لڑائی کی نہیں ہنسی کی آواز آتی تھی۔

زندگی نے ان پہ تمام خوشیاں عنایت کر دی تھیں۔

خانہ کعبہ کے بالکل سامنے موجود وہ دونوں جوڑے اپنی محبت کے محرم بنے اپنے رب کے حضور شکر گزار تھے۔ آخر کونسی نعمت تھی جو ان کو عطا نہیں کی گئی تھی۔ انہوں نے ہر آزمائش کا سامنا صبر و استقامت سے کیا تھا۔ اور ان کے رب نے ان کو آزمائش میں کامیاب کرتے ہوئے ان کو اپنے گھر کے دیدار سے نوازا تھا۔ وہ خوش قسمت تھے جنہیں ان کی محبت محرم کے روپ میں مل گئی تھی۔ طواف کرتے ہوئے ان کے چہروں پہ چھایا سکون قابل دید تھا۔

انس اور فاریہ ہوٹل جانے لگے تو اورہان ان سے مخاطب ہوا۔

"آپ لوگ چلیں ہم تھوڑی دیر میں آتے ہیں۔"

وہ مہرماہ کا ہاتھ تھامے اسے گاڑی تک لے کر آیا اور گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

"کہاں جا رہے ہیں ہم؟"

NOVEL HUT

"آپ جان جائیں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی اور اللہ پاک کا ذکر کرنے لگی۔ درود پاک پڑھتے ہوئے اس کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے بسیرا کیا ہوا تھا۔ گاڑی ایک جگہ آکر رکی تھی مہرماہ نے باہر نگاہ دوڑائی۔ پہلے تو حیران ہوئی مگر چند

سیکنڈز کے وقفے میں اسے سمجھ آچکا تھا۔ وہ گاڑی سے باہر نکلا پھر مہرماہ کی سائیڈ کا دروازہ کھولا جو کھوئی کھوئی لگ رہی تھی۔ اورہان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا جس کو تھامتے ہوئے مہرماہ گاڑی سے باہر نکلی تھی۔

"شکریہ اورہان۔"

اس پر اورہان نے سر کو جنبش دی تھی۔ وہ دونوں اس کی قبر پہ آئے اور فاتحہ پڑھی۔

ہانی ہم ملیں گے ۔۔۔۔ ضرور ملیں گے۔ اللہ ہمیں جنت میں ملوائے گا۔ تم" خوش قسمت ہو اللہ پاک نے تمہیں اس سرزمین پر بلایا اور تمہاری خواہش بھی پوری کی۔ تم نے عمرہ بھی کر لیا اور یہاں مکہ میں دفن بھی ہو گئی۔ تم ہمیشہ میرے لیے ایک روشنی رہی ہو جو آج تک میری زندگی کو روشن کر رہی ہے۔ تم سے پہلے اور تمہارے بعد بھی میری کوئی دوست نہیں بنی کیونکہ دوست بنتے ہیں "بنائے نہیں جاتے۔ تم میری یار غار ہو۔ مہرماہ کی یار غار ام ہانی۔

اس نے اورہان کی جانب نگاہ اٹھائی جس پہ اورہان نے واپس جانے کے لیے پوچھا۔ مہرماہ نے ایک نظر اس قبر کو دیکھا جس میں موجود انسان ظاہری طور پر

اس سے بے حد دور تھا مگر باطنی طور پر وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے والی تھی۔ ایک لمبا سانس خارج کر کے وہ اورہان کی جانب مڑی۔ اورہان نے اپنا بایاں بازو اس کے گرد پھیلایا اور اسے لیے قبرستان سے باہر جانے لگا۔ وہ دونوں اس پاک سرزمین پر ایک دوسرے کے ہمراہ سرخرو ہوئے تھے۔

یار غار تو وہی ہوتا ہے جو غار کے اندھیروں میں اپنے دوست کو تکلیف سے بچانے کے لیے ڈنگ کھا کر بھی خاموش رہتا ہے۔ یار غار ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا اور جن کو مل جائے وہ خوش قسمت ہوتے ہیں ۔۔۔۔ کوئی ایسا جو غار کی ویرانی اور گھٹن میں بھی اپنے دوست کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ جو دشمنوں سے خوفزدہ ہونے لگے تو اسے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے) سے تسلی دی جاتی ہے۔ وہ اللہ پہ بھروسہ کرتے ہیں ۔ اور جب اللہ پہ بھروسہ کیا جاتا ہے تو انہیں سکینت سے نواز دیا جاتا ہے۔

ختم شد

CONTACT THE AUTHOR

If you want to contact the author we will mention her

instagram here.

Novel-hut at your service

JazakAllah

writer's instagram: esha_afzal_official

NOVEL HUT